

CALL No. { 92. 112 ACC. No. 1159
 AUTHOR منیر علی
 TITLE منوار اکرام

112 1159 92.
 منیر علی
 منیر علی

Date	No.	Date	No.
For Binding	112		
28.5.76			

THE BOOK MUST BE



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for text-books and 10 P. per vol. per day for general books kept over-due.

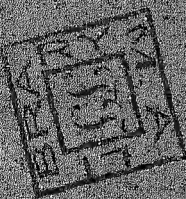
منظر الکرام

حیدر آباد دکن کے مشاہیر کا تذکرہ

— (ان) —

مولوی سید علی صبا شہر

۳۲۵



مکتبہ دارالکتاب حیدر آباد دکن

VEDU SECTION

منظر الکرام

حیدرآباد دکن کے مشاہیر کا تذکرہ

COLLECTED 2002

— (ان) —

مولوی سید منظر علی صاحب شہر

۳۲۵

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U4159

مطبوعہ دارالحدیث دہلی



فہرست کتاب منظر الکرام

مدار المہمان

صفحہ ۲

۱ | ۵۱ | ۲ | نواب سالار جنگ بہادر

صدر اعظم

۲۳

۱ | ۱۳ | ۳ | نواب ولی الدولہ بہادر
۲ | ۱۹ | ۱۰ | نواب سر فریدون ملک بہادر

مشیر خاص

معین المہمان

۳۸

۱ | ۳۷ | ۲ | نواب فخر الملک بہادر

صدر المہمان

۵۷

۱ | ۴۱ | ۶ | راجہ فتح نواز زونٹ بہادر

۵۹

۲ | ۴۳ | ۷ | نواب لطف الدولہ بہادر

۶۱

۳ | ۴۴ | ۸ | نواب معین الدولہ بہادر

۶۳

۴ | ۵۲ | ۹ | نواب نظامت جنگ بہادر

۵۴

۵ | نواب عقیل جنگ بہادر

صدر الصدور

چیف کمانڈر

۸۱

مقتدین

۱۰۱	نواب احمد نواز جنگ بہادر	۸۷	۹	نواب فصیح جنگ بہادر
۱۰۳	نواب اختر یار جنگ بہادر	۸۸	۱۰	مولوی میر کاظم علی صاحب
۱۰۶	نواب اکبر یار جنگ بہادر	۸۹	۱۱	نواب کریمت جنگ بہادر
۱۰۸	رٹے بیچا تھ صاحب	۹۲	۱۲	دیوان بہادر کرشنا چاری صاحب
۱۰۹	نواب ذوالقدر جنگ بہادر	۹۳	۱۳	نواب مہدی یار جنگ بہادر
۱۱۱	نواب صدیا جنگ بہادر	۹۶	۱۴	نواب نذیر جنگ بہادر
۱۱۳	نواب علی نواز جنگ بہادر	۹۷	۱۵	نواب سید نصیر حسین خیال
۱۱۸	نواب فخر یار جنگ بہادر	۹۹	۱۶	مولوی آغا محمد علینا نصاب

ارکان عدالت العالیہ

۱۲۶	نواب جبار یار جنگ بہادر	۱۱۹	۶	پینٹ کیشور اڈ صاحب
۱۲۸	نواب جیون یار جنگ بہادر	۱۲۰	۷	نواب مرزا یار جنگ بہادر
۱۳۰	نواب سراج یار جنگ بہادر	۱۲۲	۸	نواب ناظر یار جنگ بہادر
۱۳۲	نواب ضیا یار جنگ بہادر	۱۲۴	۹	نواب ہشتم یار جنگ بہادر
۱۳۶	نواب فاروق یار جنگ بہادر	۱۲۶		

نظم سماء

۱۳۸	راجہ اند کرن بہادر	۱۳۵	۳	ڈاکٹر سید عابد علی صاحب
۱۴۰	مولوی غلام نور حسن صاحب	۱۳۶	۴	مولوی سید غوث شید علی صاحب

۱۵۸	نواب لطیف یار جنگ بهادر	۱۳۱	مولوی محمد حسرت اللہ صاحب	۵
۱۶۱	مولوی سید محمد حسن صاحب بکیرانی	۱۳۲	نواب فخرت یار جنگ بهادر	۶
۱۶۳	نواب محمد نواز جنگ بهادر	۱۳۵	نواب سردار نواز جنگ بهادر	۷
۱۶۵	نواب مسعود جنگ بهادر	۱۳۷	نواب عابد نواز جنگ بهادر	۸
۱۶۷	مولوی منظر حسین صاحب	۱۳۸	مولوی محمد نعید الباسط خا نصیب	۹
۱۶۸	مولوی میرزا امجدی خا نصیب	۱۵۰	مولوی سید عطاء حسین صاحب	۱۰
۱۷۲	مولوی مرزا نصر اللہ خا نصیب	۱۵۲	مولوی محمد عنایت اللہ صاحب	۱۱
۱۷۳	مسٹر دنگھڑا ناریدی صاحب	۱۵۳	مولوی غلام غوث خا نصیب	۱۲
		۱۵۷	مولوی غلام یزدانی صاحب	۱۳

صوبہ داران

۱۷۹	نواب محی الدین یار جنگ بہا	۱۷۷	مولوی میرزا محمد علی خا نصیب	۱
-----	----------------------------	-----	------------------------------	---

تعلقداران

۱۸۵	نواب منظور جنگ بہادر	۱۸۱	مولوی سید امیر حسن صاحب	۱
۱۸۶	مولوی سید نثار احمد صاحب	۱۸۲	نواب رسول یار جنگ بہادر	۲
	...	۱۸۳	نواب عزیز یار جنگ بہادر	۳

فضلا و شعراء

۲۰۲	مولوی عبدالباری صاحب ندوی	۱۸۹	مولوی محمد اکبر علیہ صبا	۱
۲۰۵	مولوی عبدالحق صاحب	۱۹۱	مولوی قاضی محمد حسین صاحب	۲
۲۰۸	مولوی عبدالرحمن خا نصیب	۱۹۲	مولوی حمید احمد صاحب انصاری	۳
۲۰۹	ڈاکٹر عبد الستار صاحب صدیقی	۱۹۳	نواب حیدر یار جنگ بہادر	۴
۲۱۱	مولوی تنقح عبد اللطیف صاحب	۱۹۷	مولوی شیر حسن خا نصیب جوش	۵
۲۱۳	مولوی عبدالواحد صاحب	۱۹۹	مولوی عبداللہ صاحب عادی	۶

۲۲۳	مولوی سید محمد ابراهیم صاحب	۲۱۳	مولوی عظمت اللہ خان صاحب
۲۲۵	مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری	۲۱۶	مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی
۲۲۸	مولوی سید محمد رضا من صاحب کنوڑی	۲۱۷	مولوی سید علی رضا صاحب
۲۳۳	ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب	۲۱۸	نواب فصاحت جنگ بہادر
۲۳۴	مولوی مسعود علیہ صاحب	۲۲۰	مولوی سید کاظم علیہا باغ
۲۳۶	مولوی ہارون خان صاحب شروانی	۲۲۲	مولوی مجیب احمد صاحب تنہائی

الفن

۲۵۳	مولوی سیلاست علی صاحب	۲۳۹	مولوی میر احمد علی الدین صاحب
۲۵۴	میجر میر شایق حسین صاحب	۲۴۰	ڈاکٹر احمد مرزا صاحب
۲۵۶	مسٹر سید غلام پنجمن صاحب	۲۴۲	نواب ارسلو یار جنگ بہادر
۲۵۸	کپٹن کیلاشن ناتھ واکھر صاحب	۲۴۶	مولوی سید اعجاز حسین صاحب بگڑی
۲۵۹	مسٹر محمد اصغر صاحب	۲۴۸	کپٹن امیر سلطان صاحب
۲۶۲	مولوی مرزا محمد بہادر صاحب	۲۵۰	ڈاکٹر حیدر علیہا نصاحب
۲۶۵	میجر حبیب یار جنگ بہادر	۲۵۱	ڈاکٹر خورشید حسین صاحب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض حال

ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے مالک کا گن گاتے اور اس کے رسول کے نام پر صد لگاتے ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ اپنے آپ کو ان مدہوشوں کے مقابل لائیں، اور مست الست کہلائیں۔ مگر اس کا رگڑ ہستی میں تو ذرہ بھی حقیقت رکھتا، اور قطرہ بھی کمالِ کبر میں شامل ہے! آپ مائیں یا نہ مائیں، ہم تو اس دھن میں سرگرداں ہیں کہ نور ازل کی ڈگر پر چلے جائیں، اور سمس و قمر کی مندر لیں طے کر کے وہاں پہنچیں جہاں ہماری قرار گاہ ہے اک قطرہ اور اتنی سرب دی کیا تو نے بھی لے جا بی پی لی؟

برسات اور وہ بھی دکن کی خوشگوار برسات میں، زن و فرزند کی فکر سے آزاد، ایک شب ہم تنہائی کا لطف حاصل کر رہے تھے۔ پروانے شمع کے شیفہ تھے، اور ہم تالیوں کے ایک بیان پر فریفتہ۔ یہاں تک کہ پروانوں کا ایک لشکر آگے بڑھ کر ہم پر حملہ آور ہوا۔ ہمیں اقرار ہے کہ اُن کے پہلے ہی حملہ میں ہم نے سپر ڈال دی، اور کتاب کو ایک جانب رکھ دیا۔ لیکن یہ نیچے اشکری ہمارے خیالات کو پریشان نہ کر سکے۔ یہ شاید اُن کی طاقت سے باہر کی بات تھی۔ اس موقع پر ہمارے دماغ میں اس خیال نے جگہ پیدا کرنی شروع کر دی کہ ملِ مستند کے علمی خزانے کیڑے مکوڑوں تک کے حالات سے مالا مال ہیں، ایک ہم ہیں کہ اپنے مشاہیر کے حالات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ اے کاش! ہم میں اتنی جھپٹا ہوتی کہ اپنے مشاہیر کی یاد کو وقت فوقت تازہ کرتے رہا کرتے۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ قصد بھی کر لیا کہ اس کام کو ہم خود کریں گے۔

انسان جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اُسے اُس کی تکمیل کی فکر ہوا کرتی ہے

یہ فکر ہم بھی فرض ہو گئی اور اداۓ فرض کی خاطر ہم نے پائنتخت آصفیٰ اور یہاں کے اُن مشاہیر کو جن لیا جن کو عصر حاضرہ میں خدمت ملک انجام دینے کا موقع ملا ہے چنانچہ پوری کتاب ایسے ہی لوگوں کے حالات سے ملو ہے۔ کام کی ابتدا کرنے سے پہلے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ہم نے اُن باتوں کو اختیار کیا جن میں اس سرزمین کے مناسب حال کیسائیت موجود ہو اگرچہ مناسب موقعہ کسی پیشی کی گئی ہے، لیکن علی العموم ہمارے تفسیلات اُس وقت یہ قرار پائے تھے۔

- (۱) نام معہ ولایت و سکونت۔ تباہ و مقام پیدائش (۲) کس مقام پر کہاں تک تعلیم پائی؟ طالب علمی کے زمانہ کے امتیازات، نیز کسی بزرگ یا استاد کی خاص توجہ کا حال (۳) تعلیم حاصل کرنے کے بعد کے مشاغل زندگی، اور سرکاری ملازمت میں داخل ہونے سے قبل کے حالات (۴) سرکاری کی ملازمت میں داخل ہونے کا زمانہ اور یہ کہ کس سرشتہ میں کتنی مدت تک ملازمت کی (۵) سرکاری یا کسی دوسری گورنمنٹ کے محکمہ یا محکمہ جات کا کوئی امتحان پاس کیا ہو تو بصراحت درجہ و امتیاز وغیرہ اُس کا ذکر (۶) بطور حسن کارگزاری کسی عہدہ دار نے کوئی رائے ثبت فرمائی ہو تو اُس کا ذکر (۷) بطور صلہ خدمت کوئی خطاب، تمغا، عطیہ، یا کسی دوسری سرفرازی کا حال (۸) ملکی، قومی، یا مذہبی اعتبار سے خلق اللہ کی بہتری، یا بلندی مرتبہ کے لئے کوئی خدمت (سرکاری یا غیر سرکاری طور پر) انجام دی ہو تو اُس کا تذکرہ (۹) ملکی، قومی، یا مذہبی سفر (سرکاری یا غیر سرکاری طور پر) کیا ہو تو بوضاحت اغراض تذکرہ (۱۰) ملک کی علمی، ادبی، یا شعری خدمت انجام دی ہو تو بقید اسماء و کتب وغیرہ ذکر (۱۱) کسی خاص علم یا فن سے دلچسپی یا کوئی تفریحی شوق ہو تو اُس کا حوالہ (۱۲) زندگی میں کوئی اہم تغیر ہوا ہو تو اسکا حال (۱۳) اپنے خاندان کی علمی، اخلاقی، یا شہرتی برتری کے لئے کوئی کام کیا ہو تو
- (۱۴) شادی کب اور کہاں ہوئی شادی سے کتنی اولاد ہوئی بقید اسماء و سیرا

ان سوالات کو پیش نظر رکھ کر ہم نے کام شروع کیا۔ ابتداۓ کار میں ہم نے اپنی ذاتی معلومات

کام لیا لیکن بعد کو ہمیں اپنے دوستوں کی الماریاں کھولنے اور بے ٹولنے کی ضرورت پیش آئی سچ یہ ہے کہ اس باب میں ہم نے اُن کو بڑا فرخ حوصلہ پایا۔ اخبارات و رسائل کے فائل، نظم و نسق کی رپورٹیں، اور ذاتی یادداشتیں، جو خود اُن کی کچپی کی چیزیں تھیں، ہم نے اُن سے حاصل کر لیں، بلکہ یوں کہنے کہ اُن پر قبضہ کر لیا۔ باوجود اس کے محنتِ ثاقہ و مصارفِ کثیرہ برداشت کر کے بعد ہم اس قدر سالہ جمع کر سکے کہ ایک کتاب کے مناسب حال ہو۔

نامِ خدا اچھا یاد آؤ میوں کی کان ہے کوئی محنت کرے تو ایک ایک شعبہ سے علمی عملداری تیار کر سکتا ہے۔ مگر ہم نے اپنے اس تذکرہ کیلئے صرف اُن لوگوں کو چن لیا جن کی شہرت قلم و صحیفہ سے گزر کر وسیع مملکتِ ہند کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے۔ ان میں بھی علمی و علمی اعتبار سے بعض ایسے ہیں جو بجائے خود فردِ فرید ہیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جائیگا، ان حضرات کے حالات کی تلاش میں لوگ سرگرداں نظر آئیں گے کیا عجب ہے کہ اُس وقت ہماری اس کتاب سے اُن کو کتنی قسم کی مدد حاصل ہو سکے۔ دوسرے مشاہیر کے حالات ہم اپنی کسی آنید تصنیف میں درج کریں گے انشاء اللہ:

منظرِ علمی

حیدرآباد دکن

مدارالمہمان

(۱)

مہاراجہ پیرن السلطنت
ہیں

”یہاں السلطنت ہے“ - (راجہ راجایان مہاراجہ کرشن پرشاد.....) خلف راجہ راجان
راجہ ہری کشن بہادر آنجنائی۔ کرشن پرشاد مہاراجہ بہادر، نرائن پرشاد نرندر بہادر کی اکلوتی
بیٹی کے فرزند اور راجہ راجان ہری کشن بہادر کے تخت جگہ ہیں۔ ۱۸۰۷ء جادی الاخر ۱۲۲۷ھ
کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا مہاراجہ نرندر بہادر کے آغوش عاطفت میں پرورش پائی، اور
خانگی طور پر فارسی، عربی، انگریزی، گورکھی، سنسکرت، ہٹھی، تلنگی وغیرہ السنہ میں کافی مہارت
حاصل کر کے ترقی تکمیل کے لئے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ جہاں آپ نے عربی، فارسی،
اور انگریزی السنہ میں نہایت ترقی کی، اور اکثر زبانوں میں بے تکلف کلام کر نیکا ملکہ حاصل فرمایا۔
آپ نسباً مہاراجہ چند لعل کے قائم مقام، اور حساباً راجہ ٹوڈرمل وزیر مال سلطنت مغلیہ
اور دربار اکبری کے نورتن کے پیش بہا جو اہر کی سلک آبدار کے ہوتی ہیں۔ -

حضرت غفرانگاہ نے بہ لحاظ آپ کی خاندانی وجاہت اور ذاتی قابلیت کے
میں راجہ بہادر کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ۱۲۳۷ھ میں مہاراجہ نرندر بہادر کے بکنیٹہ ہنسی ہونیکے
بعد حسب الحکم حضرت غفرانگاہ آپ اپنے نانا کے قائم مقام، اور تمام املاک و جاگیرات پر قبض
و متصرف ہوئے۔ ۱۲۴۱ھ میں موروثی خدمت پیشکاری سے سرفراز، اور راجہ راجایان مہاراجہ
کے خطابات سے ممتاز فرمائے گئے۔ وزیر فوج کے منصب جلیلہ پر آپ اسی سال فائز ہوئے۔
مجلس امرا کی رکنیت کی عزت ۱۲۴۷ھ میں حاصل ہوئی۔ ۱۲۵۱ھ میں منصرم اور ۱۲۵۲ھ میں
مستقل مدارالمہمان قرار پائے، اور خلعت فاخرہ مع جواہر گراں بہا حاصل فرمایا۔ اسی سال

لارڈ کرن ویرائے ہند نے ایوان پشکاری میں تشریف لاکر لنگر مبارک کا معائنہ فرمایا۔ لارڈ
میں لاٹ صاحب موصوف نے دہلی دربار میں سر (یعنی کے - سی - آئی - اسی -) اور شیخ الاسلام
میں برصغیر خدمات و کارگزاری لارڈ فٹونے جی - سی - آئی - اسی - کے خطابات اور ان مرا
کے تمغہ جات سے عزت افزائی فرمائی۔ آخر الذکر خطاب والیان ملک کا مغرر خطاب ہے۔

گیارہ سال سے زیادہ خدمت وزارت ادا فرما کر آپ نے سن ۱۹۱۷ء میں اس منصب جلیلہ سے
استعفا داخل کر کے سبکدوشی حاصل کی۔ اس موقع پر لارڈ فٹون و ویرائے ہند نے ایک خط کے
ذریعہ آپ کے خدمات کا، جو سرکاری کی خیرنگالی پر مبنی تھے، اعتراف کرتے ہوئے مہاراجہ
کے علمدہ ہونے کے باب میں اظہارِ افسوس فرمایا تھا۔ ۱۹۲۳ء میں لارڈ جیمس فورڈ نے بطور خاص
آپ کو شرفِ مکالمت بخشا، اور اپنا فوٹو عنایت فرمایا۔ اسی طرح ہر اہل مائیں شہزادہ دین
نے ضمنِ سیاحت حیدرآباد آپ پر لطیف خاص مہدول فرمایا تھا۔

وفا شعار رکنِ سلطنت آصفیہ ہونے کے علاوہ، کمرشنر پشاد بہادر زبان اردو کے
بے مثل ادیب اور نثر گو شاعر ہیں، اور بحیثیت مصنف ہونے کے ہندوستان میں ایک خاص
درجہ امتیاز رکھتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اس امر کی ذاتی اطلاع ہے کہ آپ تقریباً چالیس سال
سے حضرت مولانا اشہری صاحب کے ادبیات کا ذاتی طور پر علم رکھتے ہیں، اس لحاظ سے
ہم کہہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے فنل و انشا پرداز ہونے کے ماسواً علما و فضلا، اور فقرا کا
پہچاننا بھی خوب جانتے ہیں۔ مہاراجہ بہادر قدیم مشرقی امر کا ایک نمونہ ہیں۔ آپ میں
وہی جو ہر نیہاں ہیں، جو گزشتہ روسا میں پائے جاتے تھے۔ ایشیا کے روسا ہمیشہ سے علماء
و فضلا اور شعراء و حکماء کے قدردان چلے آتے ہیں، مہاراجہ بہادر نے بھی انہیں کی سپردی کی
اہل کمال کے آپ ہمیشہ جو یار رہتے ہیں، اور آپ کا دربار ہمیشہ اہل کمال سے بھر رہتا ہے۔

یہ امر مہاراجہ کے خصوصیات میں ہے کہ فیض رسانی کے ساتھ ساتھ ان سے بہ عزت پیش
آتے ہیں۔ اکثر ذیل علم اشخاص آپ کے فیض و عطیے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں، بلکہ کہنا
بے محل نہ ہو گا کہ یہیں السلطنت کی دولت و ثروت کا حصہ کثیر اہل علم کی قدردانی پر صرف

ہوتا ہے۔ داؤخن کے باب میں بھی آپ فرارخ جو سگی سے کام لیتے ہیں، چنانچہ راقم کے خیال میں جب تک مجھے مقصود علیحاث صاحب کے زبانی یہ طبع سنا تو کشتہ ولی کے ساتھ داؤخن عنایت فرمائی۔

نہیں پیدا ہوا ضبطِ فضاں سے تو دل میں درد یہ آیا کہاں سے
نظم و نثر میں حضرت شاد کی تصنیفات سے تقریباً پانچ درجن کتابیں ہیں آپ کا کوئی
وقت بیکار نہیں جاتا، اور صبح سے شام تک علمی مشاغل اور علماء و فقہاء سے تبادلہ خیالات
میں گزرتا ہے۔ اس موقع پر ہمارے لئے یہ امر واجباً لاپہا ہے کہ مہابلی جی کی توجہ سے
سنکرت کی وہ کتابیں جو شاہانِ مغلیہ، بلکہ ان سے بھی قبل، فارسی کا جامہ پہن چکی ہیں
اگر ان کو اردو کا لباس پہنا دیا جائے تو ملک اور زبان کی بڑی ضرورت پوری ہو جائیگی۔
سپاہیانہ فنون کے میدان میں بھی آپ پیادہ نہیں بلکہ شہسوار ہیں تیر و تفرنگ
اندازی تیرہسواری اور بوٹ میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں۔ شیروں کا شکار اکثر کیا ہے۔
یونانی طبابت اور ڈاکٹری ہومیو پتھی میں بھی کافی مہارت ہے۔ علم نجوم و رمل، اور نوا
شناسی میں بھی ملکہ ہے۔

مہاراجہ بہادر کی بے ریا زندگی، اور آپ کی علمی زندگی کا نشا اس کے سوا کچھ نہیں کہ
تمام دنیا کے مذاہب اور ان کے پُرانی شاہ راہ پر عمل پیرا ہیں جس کی پابندی کا یقینی
نتیجہ سعادت اور برکت مانا گیا ہے۔ ہر انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں،
نہ کہ باعتبار مذہب۔ آپ کا قول ہے کہ مذہب کسی کوئی خصوصیت کسی کی پیشانی پر لکھی ہوئی
نہیں ہوتی۔ تمام انسان انسان ہیں، اور سب لوگ اخلاق و عمل، اور تمدن و تہذیب
کی ضرورتوں میں مساوی ہیں۔ گرو داروں، مندروں، سماجوں، کلیساؤں، اور
مسجدوں کو آپ احترام و ادب کے مساوی نہ درجہ پر لانا چاہتے ہیں، کیونکہ ان سب میں
بالواسطہ اسی خدا کی ستائش و پرستش کی جاتی ہے جو ہر نفس کا خالق اور ہم سب کا مالک ہے۔
بحیثیت ایک موحّد اور ایک ضوئی ہونے کے آپ کا مذہب کسی خاص نقطہ سے متعلق نہیں

بلکہ اپنی حق پرستی اور یک جہتی کا ہر مذہبی مجلس میں علمی ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ آپ ساری مخلوق کو ایک باتوں کی لڑی سے تشبیہ دیتے ہیں جس میں قومی اختلاف کے سلسلہ سلسلے کے ساتھ اختلاف زبان و لفظ کی کڑی لگی ہوئی ہے۔ خدا، پرانا، گاڈ، ایک ہی معنی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ آپ کے اس خیال کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ دیر و حرم کو ایک ہی خدا کا گھر سمجھتے ہیں۔

حرم و دیر میں ہے جلوہ پرفن اُن کا دو گھروں کا ہے چراغ کُنج روشن اُن کا
سر بہاراجہ بہار کئی بار مختلف حصص ہند کا سفر سرکاری اور غیر سرکاری طور پر فرما چکے
ہیں۔ چنانچہ آپ کے مختلف سفر نامے ہماری نظر سے گزرے ہیں، جن میں سیر پنجاب، سیر سوہا
جام جہاں نما، سفر نامہ شاہ گمر، ہر اعتبار سے ممتاز اور نہایت دلچسپ ہیں، اور ہم ان کے
لکھنے والے کے زور و قلم کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مہاراجہ بہادر کے چار فرزندوں میں خواجہ ارجن پرشا و جو عرفاً خواجہ پرشا دے نام سے
موسوم اور آپ کے جانشین و وارث ہیں، رانی صاحبہ کے بطن سے ہیں۔ باقی فرزندوں
کے نام خواجہ نصر اللہ، خواجہ اسد اللہ، اور خواجہ عظمت اللہ ہیں۔

(۲)

”سالار جنگ بہادر“ (نواب..... میر یوسف علی خاں) خلف نواب عماد السلطنہ
میر لائق علی خاں سالار جنگ ثانی۔ نواب عماد السلطنہ مرحوم اور نواب میر المکرم مرحوم دونوں کے عالی
اور بلند حوصلہ امرا ہیں سے تھے، اور صاحبان فضل و کمال کی قدرا فرائی ہمیشہ اُن کے پیش نظر
رہا کرتی تھی۔ حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم کی لیٹرچر میں سر سالار جنگ اور ان
دونوں بھائیوں کے نام بکثرت آئے ہیں۔ نواب میر یوسف علی خاں بہادر سر سالار جنگ عظیم کے تنہا
وارث اور حیدر آباد کے ایک قدیم خاندان کی واحد یادگار ہیں۔ ۴۱ سوال المکرم اللہ
کو بمقام پوتہ آپ کی ولادت ہوئی، جہاں اُس زمانہ میں آپ کے والدین قیام پزیر تھے۔

اس ولادت کو ابھی ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور ایک سال کے اندر ہی اپنے عم نامدار (نواب منیر الملک) کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے۔
اول الذکر حادثہ پر مولانا اشہری مرحوم نے اپنی رباعی کے ان چار مصرعوں میں اس طرح اظہارِ درد فرمایا ہے۔

افسوس! خروستِ خلاق نہ رہا صد حیف کمالِ فن کا شایق نہ رہا
کہتی ہے شمعِ روئے، لے اہلِ سخن اس بزم میں سب سے پہلے لایق نہ رہا

خیال کیا جاتا تھا کہ ان حادثات کے باعث آپ کی تعلیم و تربیت میں خلل واقع ہوگا، لیکن حضرت غفرانکماں نے سالار خجگ کو چک کی تعلیم و تربیت کی جانب توجہ خاص بخشنے فرمائی، اور آپ کی جاگیر کا معقول انتظام فرمادیا۔ جب آپ نے گھر کی تربیت سے فراغت حاصل فرمائی تو مدرسہ عالیہ میں داخل کئے گئے، جہاں اپنی عمر کے سولہ خوشگوار سال آپ نے تعلیمی مشاغل میں بسر فرمائے۔ اپنے اخلاق سے آپ نے نہ صرف اپنے ہم پل طلبہ کو گرویدہ بنالیا تھا، بلکہ اپنے اساتذہ کو بھی اس قدر مسرور کیا تھا کہ مسٹر سٹین پرنسپل نظام کالج آپ کی طالب علمانہ خوبیوں کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔ اس عرصہ میں توجہاتِ شاہانہ حضرت غفرانکماں کی ٹیگاہ سے، اس حجابی مسئلہ کو آپ اپنے خاندان کے تاریخی خطاب سالار خجگ سے مغرور و ممتاز منسب فرمائے گئے۔ سال مذکور کی چہارم شوال کو دسیرائے کشور ہند تشریف فرمائے بلدہ ہوئے تو آپ کے پہلی پہلی مراسمِ نذرانی میں شرکت کی عزت حاصل ہوئی۔

نواب سالار خجگ بہادر نے تعلیم سے فراغت حاصل فرمائی تو حضرت غفرانکماں کے ارشادِ خاص پر آپ کی جاگیر کے کاغذات آپ کے اجلاس پر پیش ہونے لگے، ادبِ حضور پر نور کا عہد شروع ہوا تو وسط ماہ ربیع الاول سن ۱۲۸۷ھ میں آپ کی ٹیٹ سے سرکاری نگرانی برطرف فرما کر آپ کو کامل اقتدارات مرحمت فرمائے۔ بالاختیار ہونے پر آپ نے اپنی جاگیر کے کم و بیش تمام ٹبے مقامات میں دورہ فرما کر اپنی رعایا کی حالت

بجشم خود ملاحظہ فرمائی، اور نہ صرف اپنی آمدنی کی توفیر کی جانب توجہ کی، بلکہ باشندگان جاگیر کی صلاح و فلاح میں بھی اُس وقت سے علی پجہی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔
 بارگاہِ خسروی سے منصبِ وزارت پر آپ کو ۲۵۔ جربا لرحب سلسلہ کو سرِ وزارت عطا ہوئی، اور اس مسرت بارِ موقعہ پر خلعت و جواہر گراں بہا سے مفتخر فرمائے گئے۔
 آپ کے خیر گالان نزدیک و دور نے اس موقعہ پر اپنی خوشوقتی کا اظہار کیا۔ اس کی کیفیت اُس زمانہ کے جرائد سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ آپ نے کم و بیش ۷۰ سال تک مددِ الہام کی رعیت سے مہات ملک کو انجام دیا اور ہر کہہ و مہ کو اپنے طرزِ حکومت سے خوش رکھا۔
 آپ کے عہدِ وزارت میں کئی قدیم محکمہ جات کی اصلاح ہوئی، اور کئی جدید محکمے قائم کئے گئے۔ اہل ملک کی تسلیم کی جانب اس وزارت کے دوران میں خصوصیت کے ساتھ توجہ کی گئی، اور وسائلِ آبپاشی و آب رسانی کو وسعت دی گئی۔ تعمیرات عامہ کی جانب توجہ خاص آپ کی عہدِ وزارت سے مبذول کی گئی ہے۔ ۹۔ محرم الحرام ۱۲۳۵ھ کو آپ نے استعفا پیش کر کے اپنے منصب سے سبکدوشی حاصل فرمائی۔

سبکدوش ہو کر آپ خاموش نہیں بیٹھے۔ آپ کو اپنے ملک کی تعلیم و تہذیب، اور صنعت و حرفت کی جانب بد و شعور ہی سے میلان تھا۔ چنانچہ جب کبھی موقعہ آیا آپ نے مناسب وقت ذاتی امداد سے دریغ نہیں فرمایا۔ مدرسہ العلوم علیگڑھ کیلئے آپ کے جدِ امجد نے بارہ سو روپیہ سالانہ اپنی جاگیر سے مقرر فرمائے تھے، جن کو اپنی اہلیت کی غمانِ حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد آپ نے بھی جاری رکھا۔ جامع اسلامیہ (مسلم یونیورسٹی) علیگڑھ کی تحریک حیدر آباد پہنچی تو آپ نے اپنے جیب خاص سے ایک لاکھ روپیہ کا لاکھ نقدِ علیہ مرحمت فرما کر اس کو تقویت پہنچائی۔ لیکن ہمارے لئے یہ امر اس سے بھی زیادہ موجبِ اتمان ہے کہ نواب بدالار خاں بہادر اپنے اغزہ و متوسلین کی تعلیم و تربیت کی جانب متوجہ ہیں، اور متعدد ہونہار طلبہ کو نہ صرف مالکِ محروسہ سرکار عالی کے اندر آپ نے وظائفِ مرحمت فرمائے ہیں بلکہ ہندستان اور ہندستان سے باہر بغرض تعلیم اپنے خرچ

روانہ فرما چکے ہیں تعلیم و تہذیب کا یہ شوق آپ کو اپنے جہاندار سے ورثہ میں ملا ہے اور ہماری دعا ہے کہ اس میں مزید فراوانی ہو۔

صنعت و معرفت اور تجارت کی ترقی ہمیشہ سرسالا رخگ کے پیش نظر رہتی تھی۔ ملک کے قدیم ترین کارخانے اس محسن ملک مدبر اعظم کے مساعی جمیلہ کی یادگار ہیں۔ اپنے گھر کے ان روایات سے اثر پذیر ہو کر سالا رخگ ثالث نے بھی خصوصیت کے ساتھ اس جانب توجہ فرمائی، اور ملکیت آصفیہ کے کئی کارخانوں کی سرپرستی فرما کر ان کے قیام و بقا کی صورت پیدا کر دی جس طرح پارچہ بانی، روغن براری، ہمنیٹ وغیرہ کے کارخانے آپ کی سرپرستی سے محروم نہیں ہیں، اُسی طرح اُمید ہے کہ ملک اور غیر ملک کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں کی جانب توجہ فرما کر ان کو زندگی عطا فرمائیں گے لہذا اس قسم کے معنوعات کی ترقی کی جانب نواب صاحب کی توجہ مبذول ہو گئی تو یقین ہے کہ آپ کے قرب و جوار کی مردانہ و زنانہ آبادی میں ایسے حاتمہ شریف نوجوان مل سکیں گے جو گھر بیٹھ کر کام کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن اُن کیلئے دستکاری کے وسائل مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم کے ذریعہ دہنتی ترقی بھی ہمارے نزدیک ضروری ہے۔

نواب سالا رخگ بہادر کو مختلف حصص ہند میں جا کر وہاں کی ترقیوں کے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ لیکن سیاحت یورپ کی تمنا آپ کے دل میں ایک مدت سے تھی۔ اپنی اس آرزو کو پورا کرنے کی غرض سے آپ غرہ رمضان ۱۳۳۵ھ کو عازم سفر ہوئے اور اپنے سفر کا بڑا حصہ انگلستان بلکہ لندن میں گزارا۔ تقریباً نو مہینے باہر رہ کر دلالت سے واپس آنے پر جو نادات آپ اپنے ساتھ لائے اُن میں کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا جو اب آپ کے مشہور کتب خانہ کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے :

صدر اعظم ان

(۱)

”علیٰ امام مہدی الملک بہار (آنریبل نواب سرسید.....) خلف الکبرئیں العلماء
نواب سید امداد امام صاحب اثر۔ آپ کا تعلق صوبہ بہار کے ایک ایسے خاندان سے ہے جو
دنیاوی و جاہلیت اور علمی دولت کے لحاظ سے تمام انقطاع ہند میں شہرت عام رکھتا ہے۔
آپ کی ولادت قصبہ نیورہ من مضافات ٹپنہ میں تیارچ ۱۱ فروری ۱۲۹۸ء واقع ہوئی
نواب امداد امام صاحب نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی جانب توجہ خاص سے کام لیا
اور اسی کا یہ اثر ہے کہ علی امام اور حسن امام اہل ہند پر آفتاب اور ماہتاب کی طرح چمک رہے
ہیں۔ ہندوستان میں آپ کی تعلیم گھر سے شروع ہوئی، اور آہستہ آہستہ اسکول تک رسوخ
پاکر ٹپنہ کالج میں ختم ہوئی۔ اپنے وطن کے تعلیمی سرچشموں سے سیر ہو چکے تو ۱۲۸۹ء میں
آپ انگلستان تشریف لے گئے۔ جہاں سے قانون میں اکتساب کمال فرما کر ۱۲۹۹ء
میں بامراد وطن واپس آئے۔

بیرسٹری کی سند لے کر بہت سے نوجوان آتے ہیں، لیکن اس پیشہ میں سب اس طرح
کامیاب نظر نہیں آتے۔ سرسید علی امام نے ہندوستان واپس آ کر ٹپنہ میں وکالت شروع کی
اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی علمی لیاقت اور بچہ مغربی کے باعث اتنا نام پیدا کر لیا کہ ٹپنہ
ہائیکورٹ کے طبقہ وکلاء میں ممتاز نظر آنے لگے۔ ایک زمانہ میں آپ کا مروجہ اس قدر تھا
کہ شاید ہی کوئی مقدمہ ایسا ہوتا ہوگا، جس میں کسی ایک فریق کی جانب سے آپ پر کوئی

سرسید علی امام
مہدی الملک بہار

نہ ہوتے ہوں۔ آپ کے ٹوکل آپ پر بھروسہ کرتے تھے، اور ان کی غالب تعداد ایسی ہوتی تھی جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر گھر جایا کرتی تھی۔ آمدنی کا اندازہ بھی اسی سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ کہنا جی بے صداقت ہے کہ سید علی امام کے برابر بار میں شاید کسی کو سیل یا بیسٹرنے کس یا ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اپنی وکالت کی ابتدائی منزل میں آپ نے ٹینہ ہائیکورٹ کی ججی پریٹ مار دی تھی، اور اپنے پیشہ کی ترقی کے باعث ٹینہ نیو سپیل وڈسٹرکٹ بورڈ کو بھی خیر باد کہہ دیا تھا۔ شائع میں جب احاطہ بنگال کے ہینڈنگ کونسل تھے، آپ سے ٹورڈوں کے مشہور مقدمہ تنہیت میں اس قدر اصرار کیا گیا، کہ آپ کو دوسو ستر دن کی خصمت لے کر مروی کے لئے جانا پڑا۔ دوران وکالت میں اپنی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے ہم پیشہ نوجوانوں کی قانونی تربیت کو بھی پیش نظر رکھا، اور ان لوگوں کو اس قابل بنادیا کہ وہ اب قانون اور زندگی کی دوسری منزلوں میں بالائی سطح پر نظر آتے ہیں۔

دولتِ برطانیہ نے سید علی امام کی قانونی معلومات اور وسیع قابلیت سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور شائع میں اسٹینڈنگ کونسل بنگال کا عہدہ جلیلہ آپ کو مرحمت فرمایا۔ اس کے فرائض آپ نے اس خوش سلوبی کے ساتھ انجام دیے کہ ایک سال کے اندر جب مسٹر (بعد لارڈ) سنہانے وزارتِ قانونی کے اندرونی مشکلات کے حل کرنے میں استعفاء دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ دیکھا، آپ کو ان کی جگہ حضور وائسرائے کے انتظامی کونسل کا وزیر قانون بنایا گیا۔ اس کڑی منزل کو آپ نے نہایت توجہ و بجدگی کے ساتھ طے فرمایا۔ لارڈ مٹوکا ساتھ تو بہت تھوڑا رہا لیکن لارڈ ہارڈنگ جیسی زبردست شخصیت کے وائسرائے سے آپ کو اپنے عہد وزارت میں واسطہ پڑا، اور اپنی رائے صائب کے باعث ہمیشہ لارڈ مٹوکا اعتماد حاصل کرتے رہے۔ اُس وقت تک اہل ہند کو دولتِ برطانیہ سے جوڑنے سے بڑا آغاز مل سکتا تھا، انہیں میں سے ایک بلیو کونسل کی صدارت کو بھی خیال کیا جاتا تھا۔ یہ اعزاز پہلے جس ہندوستانی کو ملا، وہ آنریبل مسٹر سید علی امام تھے۔ غالباً یہ اُسی زمانہ کا ذکر ہے کہ دولتِ برطانیہ سے سارہ ہند (سی ایس۔ آئی) کا خطاب آپ کو عطا ہوا تھا۔

تقدیر برطانیہ اور ہندوستان کی تاریخ میں دہلی کا مشہور شہنشاہی دربار ہمیشہ یادگار رہا کہ انحضرت جابرِ پنج شہنشاہ ہند نے تختِ ہند کو شرفِ قدوم عطا فرمایا تھا۔ اس موقع پر مملکتِ ہند کی جانب سے جرنیلِ نامہ حضور شاہ میں پیش ہوا، اُس پر منجملہ دوسرے ارکانِ کونسل کے آپ کی دستخط بھی ثبت تھی۔ لیکن جو مراعاتِ قیصری ملک کو عطا ہوئے، اب یہ امر بے تحقیق کو پہنچ گیا ہے۔ کہ اُن میں آئریل سید علی امام کی رائے کو بڑا دخل تھا۔ آپ کا صوبہ بہار ایک مدت سے احاطہِ بنگال کا ضمیمہ بنا ہوا تھا۔ اور اس صوبہ سے وہ خصوصیت جاتی رہی تھی، جو شاہانِ مغلیہ کے عہد میں اور اس سے قبل بہار کو حاصل تھی۔ آپ نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، اور اپنے صوبہ کی ہمیت کو نمایاں کر کے اس کی جگہ جیشیت تسلیم کرالی۔ اس واقعہ سے ہمارے ناظرین یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کسی حکومتِ مفیدِ عضوبن کر، کوئی شخص اپنے ملک اور اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو اپنے مخصوص اصول پر ضرور عمل پیرا ہوتا ہے۔ یہی طریقِ عمل سید علی امام نے بھی اختیار کیا تھا۔ اس دربارِ دُربار میں آپ کو کہے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا تھا۔ اپنی مدتِ مقررہ کے آخر آخر تک نہایت عزت و احترام کے ساتھ آئریل سر علی امام وزارتِ قانون کے فرائض انجام دیتے رہے، اور اس سے سبکدوش ہونے پر ایسے قدیم پیشہ کی جانبِ مراجعت فرمائی شملہ کے سرکاری حلقہ پر آپ کی مفاہرت کا جو اثر پڑا، اس کا اندازہ اُس مطلق اور غیر معمولی و داعیِ تقریر سے بخوبی کیا جاسکتا ہے، جو لارڈ ہارڈنگ نے آپ کے خصوصی ڈنر کے موقع پر فرمائی تھی۔ اتنا بڑا تائیش نامہ، وہ بھی ایک وائسرائے کی زبان سے، ہم نے تو کسی انگریز رکنِ کونسل کی شان میں بھی نہیں دیکھا۔ ایک بار اوپر پیشہ و کالت میں داخل ہونے پر آپ کی پریکٹس صرف ٹینہ اور بہار میں محدود نہیں رہی، بلکہ اب تمام ہندوستان آپ کے قانونی احاطہ میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن یہ زمانہ اور شیغل زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا۔ اور ٹینہ ہائیکورٹ کی ججی قبول کرنے کے لئے آپ سے اصرار کیا گیا۔ آپ نے اس عدالتی منصب کو قبول تو فرمایا، لیکن اُسی زمانہ میں

آپ کے ماموں مولوی سید شرف الدین صاحب نے فریش ہو کر طولانی خدمت حاصل فرمائی تو صوبہ بہار کی مقتدر کونسل میں آپ اُن کے قائم مقام بنائے گئے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عارضی منصب نے انتقال کی صورت اختیار کر لی، صوبہ بہار میں آپ کے قابل یادگار کاموں کے منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ اُس صوبہ کے سرحدی نزاعات کا تصفیہ آپ نے برائین بہین فرمایا۔

ابھی آپ اپنے صوبہ میں خدمت ملک انجام دے رہے تھے کہ حیدر آباد کو آپ کے خدمات کی ضرورت پیش آگئی اور حضور پر نور نے آپ کو یاد فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۹ء کا ہے۔ آپ ۲۳ مئی ۱۹۱۹ء کو وار دہندہ ہوئے۔ آپ کے ورود سے قدرتی طور پر آپ کے احباب حیدر آباد کو مسرت ہوئی۔ ہماری یہ بیت اُس قلعہ کی یادگار ہے۔

شکل نگار گلدستہ نظام آئے خدا کا شکر دکن میں علی المہم آئے

حیدر آباد میں آپ نے سب سے پہلے جس کام کی جانب توجہ فرمائی، وہ موجود باب حکومت اور مختلف صیغہ جات کی تنظیم تھی۔ چنانچہ قدیم آئین اور جدید ضرورتوں کے مناسب حال آپ نے تنظیم جدید کا دستور العمل مرتب فرمایا، اور باب حکومت کی افتتاحی رسم گنگ کوٹھی مبارک میں انجام پزیر ہوئی۔ ذریعہ جریدہ غیر معمولی اس کا اعلان ۱۶ مئی ۱۹۱۹ء کو فرمایا گیا تھا۔ اسی جریدہ کی رو سے آپ صدر اعظم باب حکومت قرار پائے تھے۔ اس لقب کی تاریخی یا ونگار کی غرض سے ہمارے نزدیک یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ اس سے قبل آپ کیلئے میرٹھس کا لفظ تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن ہماری ادبی غیرت نے اس کو پسند نہ کیا، اور صدر اعظم باب حکومت سیاسیات وغیرہ الفاظ کو اصطلاحی قالب میں ڈھال کر یا دش بخیر آپ کے مستند حضرت خیال کو دیا۔ رسمی منازل طے کرنے کے بعد ان الفاظ نے بارگاہِ خسروی و شرف پسندی میں چل کیا، اور ہماری دہلی سنہی چیر ہو گئی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سر علی میرٹھس تکبر حیدر آباد آئے تھے، ہم نے صدر اعظم بنا دیا۔

ہمارے لئے اس سولل کا جواب دنیا آسان نہیں ہے کہ حیدر آباد میں رہ کر

سر علی امام نے کیا کیا؟۔ یہ کام تو اس خوش نصیب شخص کا ہو گا جسے بالا استقلال آپ کے
 وقائع لکھنے کا موقع ملے گا۔ روزمرہ کے انتظامی کاموں کے سوا جو ایک شخص کو گرانبار کرنے
 کے لئے بجائے خود کثیر ہیں، ہمارے نزدیک یہ کام بھی کچھ کم دقیع نہیں ہیں۔ (۱) ترتیب
 گشتی نشان (۱۲) در باب تقسیم اقتدارات۔ صدر المہام صاحبان۔ (۲) اسکیم زراعت
 (ترقیات عامہ)۔ (۳) انتزاع سررشتہ جنگلات۔ (۴) انتزاع اختیارات فوجداری
 از عہدہ داران مال۔ (۵) تقریر سفین (۶) معائنہ ملک و انتظام قحط اضلاع۔ (۷)
 نظر ثانی تہ ناجات۔ (۸) اجرائی و رکفل چاندہ ریلوے۔ (۹) اصلاح فوج سعد اسلمہ و امور
 متعلقہ۔ (۱۰) اسکیم جدید ٹائیم سکیل۔ (۱۱) توسیع اقتدارات مجلس وضع آئین قوانین۔ یہ اور
 ایسے ہی دوسرے امور جن کے باب میں سر سید علی امام نے دماغ سوزی سے کام لیا، ایسے
 ہیں جن پر لکھنے والے کتابیں تیار کر سکتے ہیں۔

اسی عرصہ میں جمعیت امم (لیگ آف نیشنز) میں شریک ہونے کی غرض سے ملک متحدہ
 کے قائم مقام نمبر یورپ تشریف لے گئے، جہاں تقریباً چار مہینے مصروف کار رہے۔ بارگاہ
 خسروی سے سرمد الملک کا خطاب آپ کو اسی زمانہ میں عنایت فرمایا تھا، جب کہ آپ
 باغراض بالا انگلستان میں قیام پزیر تھے۔

نواب سرمد الملک بہادر ابھی مصروف عمل تھے کہ بعض وجوہ سے آپ نے اپنے منصب
 سے سبکدوشی حاصل کرنے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ اگرچہ اس وقت آپ کی یہ خواہش قبول
 فرمائی گئی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں مسائل برار سے متعلق آپ مشیر سلطنت قرار پائے،
 اور اب دوسرے اہم مواقع پر آپ کی یاد ہوتی رہتی ہے۔ من حیث صدر اعظم آپ دوسرا
 دس ماہ اٹھارہ یوم کار فرما رہے۔ اس منصب سے کنارہ کش ہوئے تو کہا جاتا ہے کہ دولت برطانیہ
 سے آپ کو پینشن ہائیڈروٹ کی حجبی، نیز صوبہ آسام کی گورنری پیش کی گئی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا۔

سلسلہ بیان نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس زمانہ میں کہ سر علی امام کی وکالت کا حلقہ

بہت وسیع تھا، آپ نے ملکی و قومی خدمات کی تیاری کی، اور اس باب میں ہمیشہ سعی و عمل سے کام لیتے رہے۔ علیگڑھ کالج، جس کے آپ ایک عرصہ تک باوقار ٹرسٹی رہ چکے ہیں اور مسلم یونیورسٹی کو آپ کی ذات سے بیش تر مالی امداد پہنچی۔ اسی طرح مسلم انجمن کینٹن کا تقریباً آپ کی سرپرستی سے پُرانا ڈھہ حاصل ہوا۔ اشاعتِ تعلیم کی اس باقاعدہ انجمن میں آپ نے پہلی بار اجلاس کلکتہ میں شرکت فرمائی، سیرید کی وفات کے دوسرے سال یہ اجلاس ۱۸۹۱ء میں زیرِ صدارت مولوی سید امیر علی صاحب منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر آپ کی انگریزی تقریر کا بڑا اثر پڑا، اور آپ کی حیثیت ایک قومی مقرر کی تسلیم کر لی گئی۔ اُس وقت سے آپ اس انجمن کی انتظامی کمیٹی کے رکن، اور مدرسۃ العلوم کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔ آپ کے مشورے مسلحہ طور پر ہمیشہ مفید ثابت ہوتے رہے، اور مسائلِ تعلیم کے حل کرنے میں آپ نواب محسن الملک مرحوم کے دست و بازو بنے رہے۔ یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں ہے کہ نواب وقار الملک کی تحریک پر مسلمانوں کے لئے جب کسی سیاسی جماعت کے قیام پر غور کرنے کی غرض سے بمقام لکھنؤ ایک جلسہ منعقد ہوا تو سر علی امام نے اس میں شرکت فرما کر اپنے قایم کردہ اصول کو پیش فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کے قیام میں کم و بیش آپ ہی کے اصول نے سنگ بنیاد کا کام دیا ہے۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کا مشہور اسلامی ڈپوٹیشن اپنی شاندار کامیابی کے لئے بہت کچھ سر علی کا منت پریر ہے۔ پیش ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے کہ آپ نے مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں کرسیِ صدارت کو زینت بخشی، اور آپ کی تقریر صدارت ہر جگہ دیکھپی کے ساتھ دیکھی گئی، یہاں تک کہ خود لارڈ ولبرٹ نے لیگ کی کارروائی پر اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا۔ جامع اوراق کو پہلی مرتبہ اس موقع پر آپ سے ملنے اور آپ کی تقریر سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق پیش آیا تھا۔

سر علی امام ملک ہر طبقہ میں یکساں ہر دلعزیز ہیں؛ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندو کے لئے آپ کا اتفاق داتا و ضرب المثل ہے۔ چنانچہ حضرت اکبر مرحوم فرماتے ہیں ۷

علی امام بھی ہیں ہندوؤں سے میل بھی ہے خدا کی یاد بھی، اور بتوں سے کھیل بھی ہے

(۲)

نواب سرمدی ملک
بہادر

فریدوں ملک بہادر (نواب سرمدی) فریدوں جی حبشید جی)۔ خلف ڈاکٹر حبشید جی۔
ستمبر ۱۸۴۹ء میں ضلع اوزنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے وطن جالندہ میں تعلیم پائی، اور
ابتداءً عمر ہی میں سرکار عالی کے سررشتہ طبابت میں ملازمت اختیار کر لی۔ تھوڑے عرصہ
کے بعد محکمہ مالگزاری کی مختلف خدمتوں کے انجام دینے پر ضلع اوزنگ آباد کے پہلے ہتھ بندہ
مقرر ہوئے۔ یہ انتخاب نواب محسن الملک مرحوم کا تھا۔ سر سالار جنگ کے عہد وزارت میں،
صوبہ بمبئی کے اصول پر کار ہائے بندوبست کا آغاز ضلع اوزنگ آباد سے کیا گیا، اور نواب
سر فریدوں ملک (جو اس وقت مسٹر فریدوں جی کے نام سے شہرت عام رکھتے تھے)
۱۸۶۳ء ۲۸ ستمبر میں اس کام کے نگران حال بنائے گئے۔ نواب محسن الملک مرحوم اولین
مسند مالگزاری و ناظم بندوبست کے زیر نگرانی، آپ نے امور مفوضہ کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ
انجام دیا کہ بہت تھوڑی مدت میں، آپ کے کام کی شہرت مردم شناس مدار المہام کے کانوں تک
پہنچ گئی۔ نواب سالار جنگ مرحوم نے مسٹر فریدوں جی کی حوصلہ افزائی نہ صرف طوائف گھڑی و بنجر
مرحت و ناکر فرمائی، بلکہ آپ کے طرز کار کو پسند فرما کر، ملحقہ اضلاع بیرو پر بھیجی کو بھی، جن کا
رقبہ کم بیش پندرہ ہزار مربع میل تھا بروئے کار لانے کی غرض سے، آپ کے تفویض
فرما دیا۔ نو سال تک نہایت عرق ریزی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آپ کی
سی پیغ سے رعایا شاد ہوئی اور ملک آباد ہو گیا، اور سرکاری آمدنی میں بھی معتد بہ اضافہ ہوا۔
اس عرق ریزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار عالی نے بطور اعتراف خدمات ۱۸۸۳ء میں مسٹر
فریدوں جی کو ضلع اوزنگ آباد کا اول تعلقہ دار مقرر فرمایا، اور ایک سال کے بعد ہی آپ ناظم
بندوبست بنا دئے گئے۔ اس ترقی کو بھی تین مہینے بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ مدار المہام
وقت کے سرکاری پرائیوٹ سکریٹری کی اہم و نازک خدمت کے لئے نواب عہد السلطنت سالار جنگ
ثانی مرحوم کی نظر اٹھ کر آپ پر پڑی، اور انہوں نے آپ کو اپنا مستند خاص بنا لیا۔ اس خدمت کو

آپ نواب سر آسمانجاہ مرحوم، نواب سر قارالامرحوم، مہاراجہ سر پھن السلطنت بہادر، اور
نواب سالار جنگ بہادر ثالث کے عہد وزارت میں بھی باحسن الوجہ انجام دیتے رہے۔
مہاراجہ بہادر کے عہد وزارت میں آپ کے فرائض پر پولیٹیکل سکریٹری کی خدمات کا اضافہ
ہوا، اور اب آپ مدارالمہام وقت کے پرائیوٹ سکریٹری اور سرکار نظام کے پولیٹیکل
سکریٹری قرار پائے۔ وزارت عظمیٰ سے نواب سالار جنگ بہادر کے کنارہ کش ہونے پر
حیدرآباد کے مہات سلطنت کی باگ بہ نفس نفیس حضور پر نور نے اپنے دست مبارک میں
لے لی، اور اب آپ کو براہ راست حضور کے تحت فرمان خدمات، اور عملی طور پر کارمدالمہام
انجام دینے کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں بارگاہ خسروی سے نواب سرفریدوں ملک بہادر کو
محکمہ سیاسیات کے اولین صدر المہام ہونے کا شرف و افتخار عطا ہوا، جو آپ کے وظیفہ
حسن خدمت حاصل کرنے کے وقت تک قائم رہا۔

وظیفہ حسن خدمت حاصل کرنے پر سرفریدوں ملک کے سرکاری خدمات کا خاتمہ نہیں
ہوا، بلکہ آپ کے دیرینہ ملکی تجربہ سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے، باب حکومت قائم ہوئے
آپ کو اس کا رکن اختصاصی مقرر فرمایا گیا۔ سرکار عالی کی اس مجلس انتظامیہ کے اولین
صدر نشین اور ملک کے مشہور مدبر نواب موید الملک سر سید علی امام بہادر جیت ام میں
ہندوستان کی نیابت کرنے کے لئے یوہپ تشریف لے گئے، اور پھر فریض ہو کر عازم وطن
ہوئے، تو صوبہ فرمان خسروی، نواب سرفریدوں ملک نے قائم مقام صدر اعظم کی حیثیت سے
مہات سلطنت کو انجام دیا۔ اسی طرح جب سر موید الملک بہادر نے اپنے منصب جلیلہ سے
کنارہ کشی اختیار کر کے حیدرآباد کو خیر باد کہنے کا مصمم ارادہ فرمایا، تو بھی حضور پر نور نے
ذریعہ فرمان مبارک مصدرہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ آپ کو (جیسا کہ آپ جامع اور اقی کے
موسوسہ عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں) عارضی طور پر باب حکومت کی صدر نشین کے فرائض
انجام دینے کا ارشاد فرمایا۔ آپ اس منصب پر آخر شعبان ۱۳۲۲ھ تک کارفرما رہے۔

کوئی شخص جس کو نواب سرفریدوں ملک بہادر کی سرکاری زندگی کے سطلوکہ کا سرفہرہ

مل چکا ہے، اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ بغیر کسی وقفہ کے، کم و بیش چالیس سال تک آپ مالک و مملوک دونوں کے نہایت اہم و نازک خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اس کے بہت پہلے کہ آپ مدار الہام کے معتد خاص مقرر ہوئے، آپ نے نواب سرالاجنگ گم جلیے مدبر سلطنت سے اپنی غویوں کا اقرار کر لیا تھا۔ حیدر آباد میں بہت سے طوفان آئے اور کئی مشاہیر وقت ادھر سے ادھر ہو گئے، مگر..... نواب عہد الملک بہادر اور کرنل سرفراز الملک بہادر کے سوا..... ایک آپ ہی سیاسیات کے بادشہ کو متقابلہ فرماتے رہے۔ پانچ وزراء سلطنت (جن میں سے ہر ایک بجائے خود رتبہ عالی رکھتا ہے) اور حملہ صاحبان عالیشان ہمیشہ آپ کا دم بھرتے رہے۔

نواب سالار جنگ ثالث کے وزارت سے سبکدوش ہونے پر، سلطنت کی باگ بال راست حضور پر نور کے دست مبارک میں چلی گئی، اور اس عہد سے مدار الہام کے فرائض کا ایک بڑا حصہ سرفزیدوں ملک کے تفویض ہوا۔ اُس وقت بھی آپ نے اپنے فرائض کو نہایت عرق نری کے ساتھ انجام دے کر، بارگاہ خسروی سے عطائے تحسین حاصل فرمایا۔ اس زمانہ میں جلد حضرت آپ کی دستخط اور آپ کی آخری رائے کے بعد بارگاہ خسروی میں پیش ہوتی رہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مدتہائے دید سے یہ عزت صرف مدار الہامان وقت کے حصہ میں آتی رہی تھی، اور کسی شخص کو عطا بھی کی گئی تو اُس کی نظیر نہ ہو سکتی تھی۔ سچ یہ ہے کہ حضور پر نور جیسی زبردست شخصیت کے فرمانروا کے سوا، کوئی اس دستور قدیم کو شکست نہ کر سکتا تھا۔ غرض کہ ایک وفا شعار ملازم کی جاں کا ہیوں کو بنفس نفیس ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور پر نور نے ذلیفہ حسن خدمت عطا فرمانے کے موقع پر، جریدہ غیر معمولی کے ذریعہ، جن شاندار الفاظ میں اعتراف خدمت فرمایا ہے، اُن سے خود حضور کی بلند خیالی کا اظہار ہوتا ہے۔

ایک مدت سے سرفزیدوں ملک کی ذات سیاسی اور اخلاقی حیثیت سے باشندگان حیدر آباد کا مرجع ہے۔ ان دونوں حیثیتوں سے آپ نہ صرف اپنے ملک اور اپنے مالک کے لئے مفید ثابت ہوئے ہیں، بلکہ سرکار عظمت مدار (برطانیہ) نے بھی آپ کی ذات کو مفید

تسلیم کر لیا ہے۔ آپ کا افادہ اور آپ کی ہر لغزیزی صرف سرکاری حکام تک محدود نہیں۔ یورپ اور ہندوستان کے غیر سرکاری سیاح جن کو پائے تخت آسمانی میں آنے کا موقع ملا ہے، آپ کی خوبیوں کا اقرار کر کے یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آپ کے فطرتی صفات کا بیان اس موقع پر ہم طول ال خیال کرتے ہیں۔ البتہ یہ بیان کر دینا چاہئے ایک ضروری فرض ہے کہ آپ کے یہاں کے عادی اٹھوم احیدر آباد کے مختلف فرقوں اور مختلف طبقوں کے یورپین اور ہندوستانی لوگوں کے مساویانہ طور پر ایک جگہ مل بیٹھنے اور دوستی کو تازہ کرنے کا اچھا ذریعہ ہوتے ہیں۔

سرکاری اور غیر سرکاری طور پر نواب سرفیڈوں ملک مختلف حصص ہند کی سیاحت فرما چکے ہیں، اور صدائیات سرکار عالی کے مقدمہ سے متعلق نواب محسن الملک مرحوم کے شریک کار ہونے کی حیثیت سے آپ کو لندن جانے کا موقع بھی ملا ہے۔ دہلی کے دربار تاجپوشی ۱۹۰۳ء اور دربار قیصری ۱۹۱۱ء میں آپ سرکاری مہمان کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ جہاں اول الذکر موقع پر آپ کو سی آئی ای کا خطاب عطا ہوا تھا، اور اول الذکر تاریخی موقع پر حضور ملک معظم نے اپنے دست مبارک سے تمغائے ستارہ ہند (سی ایس آئی) آپ کے سینہ پر آویزاں فرما کر آپ کے عز و وفار میں چار چاند لگا دئے تھے۔ دولت برطانیہ کے خطابات میں سے کے سی آئی ای خدمات جنگ عظیم کی یادگار ہے۔ دولت آصفیہ کے خطابات میں سے جنگی کا خطاب آپ نے حضرت غفرانکال کے عہد میں حاصل فرمایا تھا، اور دولائی و ملکی کے خطابات حضور پر نور کے عہد کے عطایا میں سے ہیں۔ نواب سرفیڈوں ملک بہادر کو مولفین ملک کی برادری میں شریک ہونے کی عزت نصیب ہو چکی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں، اور ان میں سے ایک آپ نے۔ اردنگ آباد کے کاشتکاروں کی معاشرتی و معاشی حالت کو قلمبند فرمایا ہے۔ عہد شباب میں آپ ہندوستان کے نامی گرامی انگریزی اخبارات کے لئے مفید ملک مضامین روانہ کیا کرتے تھے، مگر اب یہ گئی گوری باتیں ہیں۔ البتہ بایں پیرانہ سال

آپ کو جب کبھی سو قتل جاتا ہے، شکار کھیلنے ضرور جایا کرتے ہیں۔ تیز دست شکاری ہونے کے بخاندے آپ نے کئی انعامات بھی حاصل فرمائے ہیں۔

سر نریدوں ملک کے اکلوتے فرزند مسٹر رستم جی صوبہ متوسط میں ڈپٹی کمشنر ہیں، اور اپنے نامور والد کی طرح دولت برطانیہ سے تمغائے قیصر ہند کا اعزاز حاصل فرما چکے ہیں۔

(۳)

ولی الدولہ بہادر (نواب..... محمد ولی الدین)۔ خلف اصغر نواب بہادر
مرحوم۔ نواب صاحب مرحوم کی امیرانہ خدیوں کی شہرت عام ہے، اور سخاوت کے اعتبار سے
لو حاکم ثانی تھے۔ اہل علم کی قدر شناسی کا جو ہر خداوند عالم نے خاص طور پر نواب بہادر نواب
مرحوم کو عطا فرمایا تھا۔ ہمارے کئی بزرگوں کی جانب نواب صاحب کی نظر توجہ تھی۔ ان میں
حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم اور نواب سکندر نواز جنگ مرحوم خاص طور پر قابل ذکر
ہیں۔ نواب صاحب ہمیشہ مولانا کی رائے کی قدر فرماتے، اور حضرت کے کلام سے لطف اندوز
ہوتے رہتے تھے۔

۵ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ کو نواب ولی الدولہ بہادر بلوچہ میں پیدا ہوئے، اور ابتدائے
اول درجہ کے انگریزہ ہندوستانی اساتذہ سے تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ سن شریف گیارہ
سال سے متجاوز ہوا، تو آپ کے پدر عالی قدر نے ۵ ذی قعدہ ۱۳۰۱ھ کو تعلیم حاصل کرنے
کی غرض سے، ڈاکٹر لاڈ کے ہمراہ، انگلستان روانہ فرمایا؛ جہاں ۱۳۰۱ھ تک اسٹن میں
تعلیم پاتے رہے۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں صرف ایک بار اپنے والدین کی قدسوسی کی خاطر
وطن واپس آئے۔ دوران قیام انگلستان میں آپ کو وہاں کے شرفاء و سفیرین کی ایسی
اچھی صحبت نصیب ہوئی جو اس ملک کے حامیہ الناس کو علی العموم حاصل نہیں ہو کرتی۔
یہ اسی صحبت کا اثر تھا کہ اپنے خضائل پسندیدہ کی بدولت، اپنی اخلاقی و سرکاری زندگی
میں، آپ بغیر کسی دشواری کے کامیاب ہوتے رہے۔

نواب ولی الدولہ
بہادر

بعد فراغ تعلیم ہندوستان واپس تشریف لاکر آپ نے ملک کی فوجی خدمت کی جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا، تو من حیث کمیشنریاب افسر کے، چارم حصار میں شریک کئے گئے۔ زان بعد لارڈ کرزن کی خواہش پر، نواب سرفراز لاہرام حوم نے، آپ کو دہلی کے فوجی کالج میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی، اور آپ غرضوال سلسلہ کو عازم ہند شمالی ہوئے۔ لارڈ کرزن کی تجویز کے مطابق، جو کالج اُس زمانہ میں قائم ہوا تھا، اور اس داخلہ کے لئے اولاًجن چار امیرزادوں کو کمیشنریاب عہدوں کے لئے پہلے پہل نامزد کیا گیا۔ تھا۔ آپ ان میں سے ایک تھے۔ دوران تربیت میں آپ کو اپنے معاصرین کے ہمراہ لارڈ کرزن کے مشہور دربار دہلی میں شرکت کا موقع ملا تھا۔

چار سال کے بعد واپس تشریف لائے تو کمانڈر افواج سکندر آباد کے اسٹاف میں مستعین فرمائے گئے۔ لیکن وسط جمادی الاول ۱۳۲۵ھ میں رسالہ دوم حیدرآباد امپریل سروس کے کمانڈنگ افسر مقرر ہو گئے، تو اُس خدمت کو ترک فرمایا۔ یہ ذکر حضرت غفرانکلاں کے عہد کا ہے حضور پرنور کے عہد میں مبین الہام افواج سرکار صفیہ کے منصب جلیلہ پر آپ کو بتایا، ۲۹ ریشوال المکرم ۱۳۲۵ھ (۲۲ مئی ۱۹۰۷ء) سرفرازی عطا ہوئی، جس سے آپ ۱۲ مہر ۱۳۲۵ھ تک فائز رہے۔ مبین الہام عدالت کے منصب پر آپ نے اُس وقت ترقی پائی جب نواب فخر الملک بہادر اس سے سبکدوش ہوئے تھے۔ باب حکومت کی تنظیم پر بروئے عمل آئی تو بھی آپ صفیہ عدالت کی کرسی صدارت پر زینت افروز رہے، اور اُن موقع پر رکنیت باب حکومت کی عزت حاصل فرمائی۔ موسم گرما ۱۳۲۵ھ میں نواب سرفریوں ملک بہادر نے طولانی رخصت حاصل کی تو نائب صدر عظم کا منصب بارگاہ خیریت سے آپ کو عطا ہوا، اور جب صاحب موصوف آخر ہفتہ شبان ۱۳۲۵ھ میں صدارت عظمیٰ سے عطا ہوئے، تو یہ منصب آپ کو عطا فرمایا گیا حضور پرنور کی نظر لطف و کرم ہمیشہ آپ کی جانب مائل ہی ہے، اور تلواروں، چھڑیوں، اور دوسرے پیش ہا عطیوں سے آپ کو سرفرازی بخشی گئی ہے۔ ولایت جنگ اور ولی الدولہ کے خطابات سے آپ رجب ۱۳۳۵ھ اور جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

لمذنام ہوئے۔

نواب ولی الدولہ بہادر جس زمانہ میں معین الہام عساکہ آصفیہ تھے، دنیا کے مختلف عظیم
عالمگیر جنگ نے پریشان کر دیا تھا۔ فوجی نقل و حرکت کے باب میں آپ کے بر محل انتظامات
اُس وقت دولتِ علیا کے لئے بہت مفید ثابت ہوئے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ مفید کام
آپ نے صیفہ عدالت میں انجام دیا۔ محکمہ عدالت کی تنظیم جو آپ کے عہد کا ایک واقعہ ہے، نہ صرف
اس لحاظ سے قابلِ ذکر ہے کہ عہدہ داروں کی تعداد میں اضافہ ہوا، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ
اقتداراتِ عاملانہ و عدالتی کی تفریق عمل میں آئی تھی، قابلِ یادگار ہے۔ ڈاکخانہ جات میں
سونک بنک اور وی پی منی آرڈر کا طریقہ جاری ہوا۔ محکمہ کو توالی میں مفید اصلاحات کے
ذریعہ پیشینہ جرائم میں آسانیاں پیدا کی گئیں۔ سرشتہ تعلیمات میں جو ترقی نواب ولی الدولہ بہادر
کے عہد میں رونما ہوئی، اُس کی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آتی۔ جامع عثمانیہ نواب صاحب
کے عہد صدارت کی خاص نشانی ہے۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی کے چانسلر ہیں، اور اس حیثیت
سے بھی یونیورسٹی کے کاموں میں پچھلی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ مسئلہ میں آپ کو پیشکش
خسروی میں جامع مذکورہ کی جانب سے سلطان العلوم کی اعزازی ڈگری پیش کرنے کا شرف بخشا
حاصل ہوا تھا۔ امیر جامعہ کی حیثیت سے آپ نے یونیورسٹی کے سب سے پہلے کانفرنس
مسئلہ کی صدارت فرمائی تھی۔

مشیر خاص

نواب علی دہلوی
بہادر

عہد الملک بہادر (آنریبل نواب علامہ سید حسین بلگرامی) - خلفت اکبر ہو گیا
سید زین الدین تیسٹین صاحب مرحوم - آپ کا وطن تو بلگرام میں توابع اودہ ہے، لیکن ولادت
باسعادت اکتوبر ۱۸۴۲ء میں بمقام صاحب گنج ضلع گیا (صوبہ بہار) واقع ہوئی۔ ابھی عمر شریف
چار پانچ سال سے زیادہ نہ ہو گی کہ سایہ درمان مادر سرے اٹھ گیا۔ آپ کی مکتبی تعلیم بمقام نانک گنج
(ڈھاکہ) و مرج پور (بھاگلپور) کلکتہ اور ڈھاکہ کے معلمین سے شروع ہو کر تقریباً چودہ سال
کی عمر تک جاری رہی۔ جیسا کہ اس زمانہ کے فوی اسٹند او خاندانوں کے شریف زاد و خوا
دستور تھا، آپ نے باقاعدہ طور پر نصاب نظامیہ کی تحصیل کی۔ اس سے فراغت ہوئی
تو انگریزی کی تعلیم بھاگلپور، کلکتہ، اور پٹنہ کے مدارس میں خل ہو کر حاصل کی، اور ۱۸۶۲ء میں
ڈھائی سال کے اندر انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔ اگلے سال پریسبی
کالج کلکتہ سے ایف اے کا امتحان بدرجہ اعلیٰ پاس کیا۔ ۱۸۶۳ء میں جب آپ تھریڈ ایر کا
میں تعلیم پڑھتے تھے، آپ کے والد نے بلگرام لے جا کر آپ کی شادی سید محمد ذکی صاحب
مرحوم کی صاحبزادی سے کر دی، اس لئے سال مذکور میں آپ تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔
اگلے سال چھوڑ دینا شروع کیا، اور ۱۸۶۶ء میں کالج مذکور سے بی۔ اے کی سند بدرجہ اعلیٰ
حاصل فرمائی۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آپ کا تعلیمی زمانہ ہمیشہ حوصلہ مندی و ہمت افزائی
سے مخلوہ رہا، اور تمام سرکاری امتحانات کے موقع پر آپ نے اپنی محنت اور روشن دماغی
کی بدولت وظائف حاصل فرمائے۔

بعد فراغ تعلیم کسی سرکاری عہدہ کے لئے سہی کرنے کے بجائے (جس کا مل جانا ذاتی قابلیت اور خاندانی وجاہت کے اعتبار سے کچھ زیادہ مشکل نہ تھا) آپ نے کیننگ کا ہجرت کو میں عربی کی پروفیسری کو قبول فرمایا، اور چھ سال تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ آپ کا یہ طرز عمل اس وجہ سے اور زیادہ قابل تحسین قرار پاتا ہے کہ عربی ادبیات کی تکمیل اور اکابر فضلاء لکھنؤ کے فیض صحبت کے شوق میں حکومت کی کرسی پر درس و تدریس کی سند کو ترجیح دی۔ چنانچہ ایک عرصہ قلیل کے لئے مفتی میرعباس، مولانا حامد حسین، اور میونسپل علیہ مقام ہم جیسے کاہلین کا فیض صحبت آپ کو نصیب ہو گیا۔ اسی عرصہ میں آپ نے تعلقہ دارالعلوم کے انگریزی اخبار لکھنؤ ٹائمس کی ادارت کے فرائض بھی بلا شہرت غیرے انجام دیے اور پانیر جیسے ذی اثر پرچہ کے مقابلہ میں اپنا زور تحریر دکھاتے رہے۔

۱۸۶۷ء میں سرسار جنگ اعظم بہ تقریب سیر و سیاحت لکھنؤ تشریف لے گئے تو جنرل بیرونے ان کی خدمت میں مولوی سید حسین کی تقریب کی، اور اوس مردم شناس مدبر اعظم کے اصرار پر ممتاز خاص (پرائیوٹ سکریٹری) کی حیثیت سے جون ۱۸۶۸ء میں آپ حیدر آباد گئے ملازمت میں داخل ہو کر مولوی صاحب نے اپنے فرائض کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ آفا اور گرد و پیش کے تمام لوگ آپ کا بیحد احترام کرنے لگے۔ اس باب میں آپ کی لمبہ لیاقت کے سوا بجا کشتی، وفاداری، بے موتی، اور دیانت داری کو بڑا دخل ہے، اور آپ کے الزامات پر رازداری کی اعلیٰ صفت کا اضافہ کیا جاسکتا ہے، جو مہات سلطنت کی بجا آوری کے موقع پر کسی ذمہ دار شخص کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ۱۸۶۸ء میں سرسار جنگ مرحوم بوہپ کا سفر کیا تو ان کے نو عمر متہ بھی لازمی طور پر ان کے ساتھ تھے۔ مولوی سید حسین صاحب کے اس وقت کے فرائض پر مستندی امور متفرقات کا اضافہ ولایت سے واپس آنے پر ہوا۔ ۱۸۶۹ء میں حضرت غفراننگان صدر آرائے مسند شہریاری ہوئے تو مولوی سید حسین علی یار خاں بہادر موتمن جنگ کے خطابات سے سرزاد ہو کر حضرت کے سرکاری سکریٹری مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں مستندی کونسل اور مستندی صرف خاص مبارک کے فرائض بھی انجام دینے پڑے تھے۔

پیشی خسروی کے اہم اور نازک فرائض کو آپ نے اسی راست بازی کے ساتھ انجام دیا کہ نہ صرف حضور مرحوم کی نگاہ میں عزت و وقار حاصل ہوا، بلکہ ریزیسی کے صاحبان انگریز بھی آپ کی اعلیٰ لیاقت اور عمدہ اوصاف کے قائل ہو گئے۔ عماد الدولہ اور عماد الملک کے موقع خطابات آج ہیں حضرت غفر امکان کی اُسی زمانے کی پیاپے عنایتوں اور قد۔ افزائیوں کو یاد دلانے ہیں جو یکے بعد دیگرے مسئلہ اور مسئلہ میں عطا فرمائے گئے تھے۔

نواب عماد الملک بہادر کار حجان طبیعت ابتدا ہی سے ملک کی تعلیمی ترقی کی جانب رہا ہے۔ اپنے دوران ملازمت سابقہ تین قلعے و سبھنے آپ تمدن انسانی کے اس ضروری شعبہ کو قابل قدر امداد پہنچاتے رہتے تھے، لیکن سبھنے میں تمام دنیاوی اقتدار سے قطع نظر کر کے اپنی عمر میں ایک بار اور سرشتہ تعلیم کی جانب آپ نے رجعت فرمائی، اور پیشی خسروی کے عہدہ جلیلہ سے سبکدوشی حاصل فرما کر قلعہ و آصفیہ کے صیغہ تعلیمات کو اپنے تعلیمی تجربات و معلومات کے سایہ میں لے لیا۔ اُس وقت اگرچہ حیدر آباد میں جدید طرز تعلیم کی ابتدا ہوئی تھی، اور مدرسوں کی تعداد دو سو چون تھی، جن میں میں ہزار چھ سو چونتھ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے، مگر آپ کے عہد نظامت میں مدارس کی تعداد میں سہ چہد اضافہ ہوا، اور طلبہ کا شمار اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ محکمہ تعلیمات اور تعلقات تعلیم میں بیسیوں اصلاحیں عمل میں آئیں، لیکن نواب صاحب نے کبھی اس نتیجہ پر فخر نہیں فرمایا۔ البتہ اخبار تائمس (لندن) نے آپ کے تعلیمی خدمات کا جن موقر الفاظ میں ذکر کیا ہے، وہ ضرور قابل غور ہیں۔

ان کی بعض رپورٹوں سے یہ حقیقت بالکل منکشف ہو جاتی ہے، کہ جو دقیق مسائل ان کے سامنے آئے، انھیں انھوں نے نہایت دانشمندی سے حل کیا۔ ان رپورٹوں سے یہی نہیں کہ ان کے مصنف کی وسعت نظر نظر ظاہر ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کا حقیقی دوست ہے، علم کو علم بالذات سمجھ کر اُس سے ایک شیفٹنگ رکھتا ہے، اور اُس کی عالمانہ شان کہیں ہاتھ سے جانے نہیں پاتی۔

ہم اس موقع پر یہ بیان کر دیتا ضروری خیال کرتے ہیں کہ فن تعلیم کے ماہر و مبصر فوکل حیثیت کے نواب حماد الملک تعلیم کو ترکیب نفس اور تہذیب اخلاقی کا ذریعہ جانتے ہیں۔ آپ کے نزدیک تربیت تعلیم کا لازمی نتیجہ ہے، اور بغیر تربیت کے تعلیم غیر مفید ہی نہیں بلکہ مضرت ثابت ہوتی ہے۔ مغرب میں تعلیم و تربیت دوش بدوش چلتی ہیں، پس مشرق میں مغربی (اور ہمارے نزدیک کسی) تعلیم کو تربیت سے الگ کر کے رائج کرنے کے نتائج لازمی طور پر ہمیشہ مضر ہوں گے۔ رٹے پٹا کر امتحان پاس کرنے کا طریقہ آپ کی رائے میں جرمیت سے مذموم و مفسد ہے۔ اس کے بجائے کنڈرگارٹن (بستان الاطفال) کے اصول اسکولوں کا رواج دینا چاہیے۔ نواب صاحب نے تعلیم کا اصل اصول شفقت اور تربیت کو قرار دیا ہے۔ بچوں کی تالیفی کے لئے آپ تعلیم یافتہ استانیوں کو موزوں خیال فرماتے ہیں۔ حیدرآباد میں آج آپ ہی کی سہ سے اس غرض کے لئے بہت سی استانیان نظر آتی ہیں۔

سلسلہ میں صاحب وزیر ہند کو اپنی کونسل میں ہندوستانی ممبروں کے شریک کرنے کا اختیار حاصل ہوا تو لارڈ مارے نے جن دو شخصوں کو نامزد فرمایا، ان میں سے ایک نواب حماد الملک بہادر تھے۔ چنانچہ آپ نے قلم و صحیفہ کی خدمت نظامت تعلیمات سے ذلیفہ حاصل فرما کر، ۱۹ نومبر ۱۹۰۸ء کو ب سے پہلے ہندوستانی کی حیثیت سے انڈیا کونسل کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اخبار ٹائمز (لندن) نے آپ کی شرکت کو اس وقت تک کی پنجاہ سالہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ قرار دیا، اور خود لارڈ مارے نے اپنے تعلقات ہندو بھائی کی تاریخ میں منجملہ اہم ترین واقعات کے شمار کیا۔ اس وقت مال عدالت و امور عامہ اور مخزن کے نام سے تین صیفہ جات میں انڈیا کونسل کا کام منقسم تھا۔ نواب حماد الملک بہادر جملہ صیفہ جات میں کام کر کے بکرات و مرآت لارڈ مارے سے خراج تحسین حاصل فرمایا۔ لیکن انگلستان کی سروری کی برداشت ہونے سے مدت کثرت کے خاتمہ سے قبل (جولائی ۱۹۱۲ء) کو ختم ہوتی تھی) آپ نے ۱۹ نومبر ۱۹۰۹ء میں کونسل کو خیر باد کہا۔ اس دوران میں یہ تقریب نوروز یکم جنوری ۱۹۰۸ء اعلیٰ حضرت ملک معظم اڈوڑو ہضم کی پیشگاہ سے آپ کو ستارہ ہند (سی بی ٹی) کا

خطاب عطا ہوا۔

نواب عماد الملک بہادر اپنے اختیار کردہ وطن حیدرآباد تشریف لے آئے تو اسید کجانی تھی کہ اب آپ بقیہ عمر آرام و سکون میں بسر فرمائیں گے۔ لیکن حضور پر نور نے نواب سالار جنگ بہادر ثالث کو قلمدان وزارت سپرد فرمانے کے وقت اس ضرورت کو محسوس فرمایا کہ مہات سلطنت کی انجام دہی کے لئے نو عمر دیوان کو کسی کہنہ مشوق مشیر کی ضرورت ہے؛ چنانچہ اس کام کے لئے نظر انتخاب نواب عماد الملک پر پڑی، اور مشیر خاص کے لقب سے آپ کو مدارالہام وقت کا مشیر مقرر فرمایا۔ اس منصب جلیلہ پر آپ دو سال سے زیادہ کا وقت رہے۔ اسی طرح حضور و سیرانے کی صاحب اقتدار کونسل کے لئے رکن تعلیمات کا جدید عہدہ قائم ہوا تو اس صیغہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے آپ سے فرمائش کی گئی، لیکن آپ نے بوجہ پیرایہ سالی اس کے قبول کرنے سے انسوس کے ساتھ معذرت ظاہر فرمائی۔

واقعات کے تسلسل کے لحاظ سے ہم نواب عماد الملک بہادر کے بعض اہم ترین حالات کے بیان کرنے سے قاصر رہے؛ جن کو اب بیان کرتے ہیں۔ آپ کے رکن جنگین سلطنت اصفیہ ہونے کے باعث جو فوائد ملک و قوم کو پہنچے، ان کا مکمل ذکر تو اس کتاب کی مختصر گیری کے منافی ہے، لیکن بعض ضروری منافع کا ذکر خلاف موقعہ نہوگا۔ سرسید احمد خاں مرحوم سالار قومی میں ہمیشہ آپ کو اپنا موید خاص خیال فرماتے تھے۔ علیگڑھ کالج (موجودہ جامع اسلامیہ) اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے آپ قدیم رشتی درکن ہیں۔ مسلمانان ہند کے ان دونوں تعلیمی مرکوزوں کے سوا، دارالمصنفین اعظم گڑھ، اور انجمن ترقی اردو پر آپ کے احسانات خاص ہیں۔ یہ اس پر بھی مزید ہے کہ مختلف حصص ہند میں جن قومی تعلیمی درسگاہوں کی دولت اصفیہ سے شاہانہ امدادیں حاصل ہو رہی ہیں، ان سب کی تہ میں آپ کا ہاتھ کام کرتا نظر آئے گا۔ خود حیدرآباد میں مدرسہ اعزہ، زنانہ مدرسہ، مطبع دائرۃ المعارف، کتب خانہ مدرسہ تعلیم المعلمین، انجینئرنگ اسکول، مدرسہ صفت و حرفت اورنگ آباد، اور نظام کلب محض آپ کی تحریک پر قائم ہوئے، اور سالہائے دراز سے طالبان نزدیک و دور کو حقیقی فوائد سے بہرہ اندوز

کر رہے ہیں۔ یہاں یہ امر قابلِ ذمہ داری ہے کہ ہرگز اشتہار نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ اعزہ اور نظامِ کلب کے قیام کے وقت مولوی شیخ احمد رفعت یا رجنک مرحوم اور محی الدولہ رسول یا رخن مرحوم ان کاموں میں آپ کے بہت بڑے موید اور دستِ بازو تھے۔

اگرچہ نواب عماد الملک بہادر ہندوستان کی قومی و ملکی زندگی میں کبھی طبلِ علم بیکر نہیں نکلے، لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ جب کبھی آپ کو مفید ملک مقاصد میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی، آپ نے اپنی قابلِ قدر امداد سے دریغ نہیں فرمایا۔ قیامِ کانگریس کے وقت سر سید احمد خاں مرحوم نے مسلمانوں کو اس سے علیحدہ رہنے کی تحریک کی، تو آپ نے نہایت زور کے ساتھ ایک انگریزی تحریر کے ذریعہ اس کی تائید فرمائی۔ اسی طرح مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے دوبار (ایک مرتبہ سر سید کی زندگی میں بمقام میرٹھ اور دوبارہ محسن الملک کی تحریک پر بمقام رامپور) آپ نے اپنی قوم کو مسائلِ تعلیم سے آگاہ فرمایا۔ آپ کا خطبہ صدارت رامپور، جو انگریزی انشا پر رازی کا بہترین نمونہ ہے، عام طور پر ہندوستان و انگلستان کے با اثر حلقوں میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا، اور حقیقتِ شناس مشاہیر وقت نے اس کی خوبی مطالب اور معلومات مفیدہ کا اقرار کر کے نہایت فراخِ چوکی کے ساتھ دادِ سخن دی، یہاں تک کہ خود لارڈ کرزن، جن کے ہاتھ میں اُس وقت قلمرو ہند کی حکومت تھی، اس کو دیکھ کر اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس موقع پر ماہرِ مہرِ تعلیم کی حیثیت سے یونیورسٹی کمیشن کا ممبر مقرر فرما کر، لاٹ صاحب موصوف نے حکومت ہند کی جانب سے نواب صاحب کی اعلیٰ قابلیت کا اعتراف فرمایا۔ کمیشن کے ساتھ آپ نے تمام مملکت ہند کا دورہ فرما کر اس کو اپنے مفید مشوروں سے فائدہ پہنچایا۔ نواب صاحب ڈائریکٹر جنرل کونسل کے ممبر مقرر ہوئے تو اس حیثیت سے موانعِ مسئلہ کے موقع پر ابتدائی تعلیم کی توسیع کے باب میں کروڑوں غیر تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی وکالت فرمائی۔ ان مفید مباحث کی یاد اب تک دلوں میں تازہ ہے۔

نواب عماد الملک بہادر اپنے ملک اور اپنی قوم کو نہایت متانت کے ساتھ میدانِ سیاست میں

میں کامِ زن دیکھنا پسند فرماتے تھے؛ چنانچہ آپ کے اس خیال کا اثر اُس اُدس سے بھی نمایاں ہے جسے مسلمانانِ ہند نے اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ہڑاتس سرآغا خاں کی زیرِ صدارت لارڈ منٹو کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس اُدس کے حُسنِ ادا اور قوتِ استدلال کو عام طور پر پسند کیا گیا، اور کوئی کلام نہیں کہ اس کے پیش ہونے کے بعد سے مسلمانانِ ہند کی سیاسی تاریخ میں ایک باب کا اضافہ ہو گیا۔

مدرسہ یونیورسٹی میں، جس کے نواب عماد الملک نہایت قدیم و بااثر فیلو تھے، السنہ مشرقیہ سے متعلق آپ کی رائے کا خاص وزن تھا۔ نومبر ۱۹۱۷ء میں یونیورسٹی مذکور کے چانسلر (گورنر صاحب مدرسہ) نے کانو کنیشن اُدس دینے کی غرض سے آپ سے فرمائش کی۔ آپ نے جو فاضلانہ خطبہ اس موقع پر ارشاد فرمایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل و معاملاتِ تعلیم پر آپ کو کس قدر بصیرت حاصل تھی۔

۱۹۱۷ء میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اندر جو خطبہ صدارت آپ نے ارشاد فرمایا تھا، وہ آپ کی پلکِ زندگی کا آخری باب تھا۔ یہ قابلِ دید و لائقِ داد خطبہ، جسکی کتابت کی عزت اُس وقت جامعِ اوراق کو عطا کی گئی تھی، صرف چند ساعت میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وکن کے تعلیمی مریض خانہ کے اس ناسخِ ٹھیک اُس رگ پر ہاتھ ڈالا تھا جو زیادہ درد آلود ہے۔ فی الحقیقت جب تک مشرقی علوم اور مشرقی السنہ کی جانب ہمارا ملک توجہ نہ کرے گا، اور اپنے محاسنِ مذہبی پر غلج نہ ہوگا، اُس وقت تک ترقی ناممکن ہے۔

قلمروِ آصفیہ کے لئے کسی یونیورسٹی کا خیال حیدرآباد میں قدیم، اور ہمیں یاد پڑتا ہے کہ نواب عماد السلطنہ سالار جنگ ثانی کے عہدِ وزارت کی یادگار ہے۔ اُس وقت نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک جیسے مجاہدانِ تعلیم، سرکارِ عالی کی سلکِ ملازمت میں داخل اور اس تحریک کے بڑے معاون تھے۔ نواب عماد الملک بہادر اُس وقت سے اس خیال کی پرورش نہایت صبر و سکون کے ساتھ فرماتے رہے، تاہم یہ وہ وقت آگیا کہ آپ کا

یہ خیال دوسرے ہمدردان تعلیم کی مدد سے، بار آور ہو گیا، اور جامع عثمانیہ کی شکل میں ملک کو یہ علمی دولت نصیب ہو گئی۔ نواب عہد السلطنت کے عہد وزارت اور ازمنہ مابعد کی تجاویز پر ہمیں کوئی اطلاع نہیں ہے۔ باوجود اس کے ہمارا خیال ہے کہ اگر اس سے قبل کوئی یونیورسٹی قائم ہوتی تو اس کی صورت جداگانہ ہوتی، اور اس میں مشرقیت زیادہ ہوتی۔

مولوی سید حسین بلگرامی کی زندگی کا ذکر وہ خواہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو، جب تک اُس میں آپ کے ادبی خدمات کا ذکر نہ کیا جائے، نامتام رہے گا۔ آپ کو عربی و انگریزی میں نظم و شریکے پر یکساں قدرت حاصل تھی، اور واسطی کے تخلص کے ساتھ آپ کا انگریزی کلام عرصہ تک شایع ہوتا رہا ہے۔ مذکورہ بالا روز بانوں کے بعد ہی فرانسیسی کا نمبر آتا ہے۔ سفر کی حیثیت سے آپ کا شمار ملک کے نام آور مقروں میں نہ تھا۔ باوجود اس کے آپ کے بیان میں متانت اور شستگی ضرور تھی، اور آپ کی تقریر میں کام کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ ہم اس سے قبل ذکر کرتے ہیں کہ لکھنؤ ٹائمز کے صفحات پر نواب صاحب نے بدوشاب میں زور قلم دکھایا تھا۔ آپ حیدر آباد تشریف لائے تو فوراً کے نام سے اپنی مادری زبان میں ایک مفید عام رسالہ جاری فرمایا۔ یہ اُس زمانہ کی بات ہے، جب حیدر آباد سے کوئی رسالہ شائع نہ کیا جاتا تھا جن لوگوں کے پاس اس کے پرچے محفوظ ہیں، وہ اب بھی کم بیش نصف صدی قبل کی اعلیٰ انشا پردازی کا لطف حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اردو زبان میں نواب صاحب کی کتاب رسائل عہد الملک آپ کے مضامین و خطبات کا بہترین مجموعہ ہے۔ انگریزی میں حیات سالار جنگ اول اور تاریخ مملکت آصفیہ کے سوا قرآن پاک کا نام تمام ترجمہ و عملی کارنامہ ہے جو تنہا بقائے نام کے لئے کافی ہے۔ باوجود پیرائے سالی کے آپ کے انہماک کی یہ کیفیت تھی کہ جامع عثمانیہ کی مجلس واضع مصطلحات علیہ میں آپ نمایاں حصہ لیتے رہتے تھے، اور تہذیب و اشاعت کتب قدیمہ کا جدید سرشتہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ کی علمی و ادبی و کمپیوٹری کے محاطے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

اور سلمہ یونیورسٹی علیگندہ نے آپ کی خدمت میں علامہ (ایل ایل ڈی) کی ڈگریاں ۱۹۲۵ء
م ۱۹۲۵ء میں پیش فرمائی تھیں۔ نواب صاحب نے روز پشیمہ واقع ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ کو نقصان کی
علامہ سید حسین کا وقت زیادہ تر کتب خانہ میں گزرا ہے، اور آپ کا مشغلہ
کتب بینی رہا ہے آپ اہل علم کے قدر شناس تھے، اور آپ کا مکان خادمان علم کا مرجع تھا
نوعمر اہل قلم آپ کے مشوروں سے استفادہ کرتے اور آپ کی رہنمائی میں میدان ادب میں
گامزن ہوتے تھے۔ صاحبان فضل و کمال کے آپ بڑے معاون تھے، اور سرکاری و
غیر سرکاری طور پر بیشمار اہل قلم آپ کی ذات سے مالی فائدہ حاصل کرتے رہتے تھے جامع
اوراق کو بھی نواب صاحب کے خیالات سے استفادہ کا موقع ملا ہے، اور یہ امر ہمیشہ
اس کے لئے موجب فخر و ناز رہے گا کہ نواب حماد الملک بہادر نے ان معنی خیز الفاظ میں
پتنگنی سے ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو صدائے آفریں بلند کر کے اس کی ہمت افزائی فرمائی؛

آپ کی کتاب..... کی بابت میں نے ایک طویل عریضہ حضور میں گزارا تھا،
جس میں کتاب کی خرمیاں تفصیل کے ساتھ میان کی تھیں، اور یہ عرض کیا تھا کہ آپ کتاب خود پیش
کریں گے، یا کسی کے ذریعے پیش کرائیں گے۔ میں نے خود پیش نہیں کی؛ کیونکہ آپ کی
اجازت درکار تھی، اور اس میں جو عرضی شامل ہے، اس پر آپ کے رٹخط دیکھ میں نے
بہت آپ کا انتظار کیا، مگر جب آپ سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تو میں کتاب اپنی میز پر
چھوڑ آیا۔ اگر آپ کہیں تو سید ہمدی حسین (موجودہ ہمدی یار جنگ) کو لکھ کر کتاب
نکلوا لی جائے، اور آپ کے حوالہ کیجائے۔

معین المہمان

(۱)

نواب خان
بہادر

خان خانان بہادر (نواب حسام الملک نظام یار الدولہ میر اسد علی خاں نظام باجنگ...) خلف اکبر نواب فخر الملک حسام الدولہ میر غلام حسین خاں بہادر صغیر جنگ مرحوم۔ سرزمین بلدہ ہی پر آپ کی ولادت واقع ہوئی، اور اسی مقام پر قدیم طرز کی اعلیٰ تعلیم حاصل فرمائی۔ ویاہت طالب علمی میں فنون لطیفہ کی جانب خصوصیت کے ساتھ طبیعت راغب تھی، اور ان میں بھی خطاطی سے آپ کی طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ اس فن کو آپ نے بدرجہ کمال حاصل فرمایا؛ یہاں تک کہ اپنے شباب میں حیدرآباد کے خطاطین میں سرآمد روزگار شمار کئے جانے لگے۔ خطاطی کے بعد ہی شاعری سے آپ کی طبیعت کو خاص لگاؤ تھا۔ سخن گوئی کی خاطر کم، سخن فہمی کی غرض سے زیادہ، جو بڑا اہم فن ہے۔ بہر طور آپ نے اپنے دور ان طالب علمی کو انھیں مشاغل میں گزارا جن کی جانب کسی امیر زادہ کا میلان ہوا کرتا ہے۔

بعد فراغ تعلیم آپ نے سرسار جنگ اعظم کی خدمت میں مہمات سلطنت کا تجربہ حاصل فرمایا۔ نواب صاحب مرحوم سفر و حضر میں اکثر آپ کو اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے؛ چنانچہ سفر ویرپ میں بھی اپنے ملک کے اس امیر کو اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ ایک مدت کی کجائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۹ فرورداد ۱۲۹۳ھ کو جب صدر المہامی امور متفرقات سے نواب شہاب جنگم صدر المہامی کو توالی کے منصب پر منتقل ہوئے تو اول الذکر منصب آپ کے تفویض فرمایا گیا۔

اس منصب جلیلیہ پر آپ ۱۸۰۷ء میں سفندار سلسلہ تک کار فرما رہے۔ تاریخ مذکور کو یہ صدر المہامی
 شہینشاہ ہو گئی۔ اس کے ایک عرصہ کے بعد مین المہامی افواج پر امر شہر یو ۱۳۱۷ء کو سرفرازی
 حاصل ہوئی۔ اس منصب جلیلیہ پر آپ ۱۸۲۲ء میں سلسلہ تک کار فرما رہ کر بوجہ پیرانہ سالکی ہو۔
 آپ ان امر لے عالی تدریس سے ہیں جن کی شان و شوکت حضرت مغفرت مآب کے عہد
 میں ہے۔ خطاب غانی و بہادری نظام یار جنگ آپ کو پیشگاہ حضرت مغفرت مکان سے عطا
 ہوا تھا۔ حضرت غفر المکان کے عہد میں بہ تقریب عید الفطر ۱۳۱۷ھ خطاب نظام یار الدلہ
 حسام الملک خان غاکان، چار ہزاری منصب و سہ ہزار سوار سے آپ نے سرفرازی حاصل فرمائی۔
 نواب میر کمال الدین خاں بہادر (علیگ) آپ کے فرزند اکبر ہیں۔ دوسرے فرزند
 ابھی سفیر السن ہیں۔

(۲)

نور الملک بہادر (نواب شیر الدولہ صفدر جنگ میر سرفراز حسین خان.....) خلف اصغر
 نواب نور الملک حسام الدولہ میر غلام حسین خاں صفدر جنگ مرحوم۔ ۱۲۷۷ھ کو جید آباد
 میں ولادت باسعادت واقع ہوئی۔ اولاً فارسی، عربی، انگریزی کی تحصیل حسب رواج ملک
 خوانی، زان بعد عدالتی و مالی صیفہ جات کے کام میں مہارت بہم پہنچا کر ایک عرصہ قلیل میں کامیاب
 حاصل کر لی۔ نواب صاحب بد و شباب ہی سے شکار کے شائق تھے، اسلئے دوران تعلیم میں
 انگریز افسروں کے ساتھ شریک شکار ہوتے رہے حقیقت خالی یہ ہے کہ امر لے حیدر آباد میں
 آپ سے پہلے امیر تھے، جنہوں نے مغربی معاشرت کو اختیار فرمایا، اور اپنا خرقہ کہن آٹا کر
 انگریزی معاشرت اختیار کرنے کے سوا، خانگی زندگی میں صاحبان انگریز سے رسم و راہ پیدا کر لی
 پیش قدمی سے کام لیا، جس کی پیروی اب حیدر آباد کے بیشتر امر کر رہے ہیں۔
 بعد فراغ تعلیم آپ امیرانہ زندگی بسر فرمانے لگے۔ لیکن دولت اصفیہ کے ساتھ آپ کے آبائی
 تعلیمات جو قدرتی طور پر وابستہ تھے، ان کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔ اس لئے پیشگاہ حضرت غفر المکان سے

سنہ ۱۲۹۳ میں آپ کو خانی و بہادری کا خطاب عطا ہوا، اور سنہ ۱۲۹۳ء میں حضرت کے ہمراہ کراچی رہنے کی عزت دربار قیصری دہلی میں بخشی گئی۔ اس کے بعد بھی کئی مواقع پر نٹل اور ننگ آباد کلمتہ وغیرہ کے حضرت کے ہمراہ آپ بغرض سیاحت تشریف لے گئے۔ سنہ ۱۳۰۰ء میں ننگ آباد جاکر مارکوٹس آف ڈونن و آوا کا استقبال فرمایا، اور منجانب حضرت غفران مکان دکانا لاٹ صاحب کے ہمراہ اور ننگ آباد تشریف لے گئے؛ جہاں نہایت عمدگی دہوشیاری کے ساتھ ان کی مہانداری کا انتظام فرمایا، اور تمام دلچسپ مقامات مثل ایلورا و قلعہ دولت آباد کی سیر کرائی۔

سنہ ۱۳۰۰ء میں کونسل آف ایٹس کا انعقاد عمل میں آیا تو آپ اس کے منور کن قرار پائے۔ بعد ازاں معین المہام کو توالی ہوئے۔ اس سال دربار عید الفطر کے موقع پر اپنے خطاب صمد رنجا مشیر الدولہ فخر الملک، اور چار نزاری منصب، اور تین ہزار سوار سے سرفرازی حاصل فرمائی۔ معین المہامی عدالت و کو توالی و امور عامہ کا منصب بیگاہ سرکار سنہ ۱۳۰۰ء میں عطا ہوا تھا۔ سنہ ۱۳۰۰ء میں محکمہ کورٹ آف وارڈز بھی بطور خاص آپ کے سپرد کیا گیا۔ کبٹ کونسل کی رکنیت اور مجلس آئین و قوانین کے صدر ثانی کے ہوا تو آپ اس کے بعد عطا ہوئے۔ سنہ ۱۳۰۰ء کے دربار دہلی میں حضرت غفران مکان کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔

حضور پر نور کا عہد شروع ہوا تو بھی آپ کے عز و وقار میں فراوانی ہوئی، اور مختلف قسم کے عطیات کے سوا کئی بار حضور آپ کے یہاں تدریجہ فرما ہوئے۔ سنہ ۱۳۰۰ء میں آپ منصب جلیلہ معین المہامی پر سرفراز ہوئے، اور اس عرصہ میں ہمیشہ اپنے متعلقہ منصبیات سے دلچسپی کا اظہار فرماتے رہے۔ ملک کے تعلیمی مسائل سے نواب بھی نواب فخر الملک بہادر کو دل بستگی ہے۔

نواب صاحب کے تمام فرزند تعلیم یافتہ، خطاب یافتہ، اور مناصب سرکاری پر ممتاز ہیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) کپٹن نواب میر لکرام حسین خاں خاڑی جنگ بہادر

۱۲۱) نواب میر کرم حسین خاں مخز جنگ بہادر۔ (۳) نواب میر صفدر حسین خاں رئیس ماجنگ
 بہادر۔ (۴) نواب میر دیانت حسین خاں رئیس جنگ بہادر۔ اور (۵) نواب میر
 امانت حسین خاں شاہ نواز جنگ بہادر۔

صَدْرُ الْمَهَامَانِ

نواب بہار
بہار

”میں جنگ بہادر“ (نواب سر..... مولوی احمد حسین) خلف حاجی محمد قاسم صاحب خطیب تاجر مدراس۔ آپ کا تعلق قصبہ وانباری ضلع شمالی ارکاٹ علاقہ مدراس کے مشہور و معروف خاندان خطباء سے ہے، مگر ولادت شہر مدراس کے محلہ پارسی گٹہ، تریل کھیڑی کے اندر ۱۸۶۳ء میں واقع ہوئی۔ خانگی تعلیم کے بعد ۱۸۸۷ء میں انگریزی مدرسہ میں داخل ہوئے اور سال بسال ترقی پا کر ۱۸۹۷ء میں ڈل اسکول کا امتحان پاس کیا۔ اس موقع پر انکم برسری نامی وظیفہ تعلیمی کے مستحق قرار پائے، اور ایک سال تک دس روپیہ ماہانہ پائے رہے۔ اگلے سال مدراس یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل فرما کر اس یونیورسٹی کا اعلیٰ وظیفہ تعلیمی موسوم بہ گورنرس اسکالرشپ، قومی چالیس روپیہ چار سال تک پاتے رہے۔ ۱۸۹۸ء میں بی۔ اے کا نتیجہ شائع ہوا تو آپ مدراس یونیورسٹی کے تمام امیدواروں امتحان میں دوسرے نمبر پر تھے۔

بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قانون کی تعلیم شروع ہوئی، اور ۱۸۹۸ء میں بی۔ ایل کی ڈگری حاصل فرما کر آپ نے مدراس کے مشہور و معروف بیرسٹر فیئر ہڈلی مارٹن کے پاس وکالت کی عملی تعلیم پائی شروع کی وہی لیکن اپنے علمی ذوق کی بدولت اگلے سال آپ مدراس یونیورسٹی کے مسٹرن مقرر ہوئے، اور متواتر چار سال تک اردو فارسی، اور عربی کے مسٹرن ہوتے رہے۔ ۱۹۰۱ء میں آپ مدراس ہائیکورٹ کے وکیل ہوئے، اور اسی سال آپ نے ایبم لے کے امتحان میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل فرما کر

ڈگری لی۔

گورنمنٹ مدراس نے مولوی احمد حسین صاحب کی خاندانی وجاہت اور ذاتی قابلیت کا لحاظ فرما کر ۱۸۹۱ء میں آپ کو احاطہ مدراس کے ضلع ارکاٹ کا ڈپٹی کلکٹر ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر فرمایا۔ مگر اگلے سال استغفا دے کر آپ اس عہدہ سے کناراہ کش ہو گئے۔ ۱۸۹۳ء میں حیدرآباد تشریف لائے اور نواب سرور الملک بہادر کے ماتحت مددگار مستند پیشی کی خدمت حاصل فرما کر اس راست بازی و امانت داری کے ساتھ اپنی خدمت کے فرائض انجام دئے کہ حضرت غفر انکام نے آپ کے مدارج میں بکرات و مرات ترقی فرمائی ۱۸۹۹ء میں حضرت غفر انکام نے آپ کو نواب سرور الملک بہادر کا قایم مقام مقرر فرمایا اور اسی سال سفر کلکتہ میں من بھیت مستند پیشی ہمراہ رکھ کر شرف افتخار بخشا۔ لاڈل ڈگری کے مشہور دربار دہلی واقع ۱۹۰۱ء میں بھی آپ اسی حیثیت سے حضرت کے ہمراہ گئے۔ ۱۹۰۵ء میں محمد حضور پرنور کے منصب پر حریف سکریٹری کے فرائض کا اضافہ بھی حضرت غفر انکام کے عہد میں ہوا تھا۔

حضور پرنور سربراہ آرائے سلطنت ہوئے تو دیرینہ تجربہ اور ایک عرصہ کے حقوق و فرائض کے لحاظ سے آپ کو ان دونوں خدمتوں پر برقرار رکھا۔ ۱۹۱۱ء میں حضور ملک معظم جارج پنجم کے دربار تاجپوشی دہلی میں آپ کو حضور کے ہمکاب رہنے کی عزت، اور اس دربار میں سی ایس آئی کے خطاب سے سرفرازی نصیب ہوئی۔ صدر المہامی پیشی خسروی کے منصب پر آپ ۱۹۱۳ء میں فائز ہوئے، اور اسی سال آپ کے بھتیجے علمی کے لحاظ سے رائل اسٹریٹیکل سوسائٹی نے آپ کو اپنا فیلو مقرر کیا۔ یہ تقریب سالگرہ مبارک پیشا خسروی سے ۱۹۱۸ء میں خطاب ایمن جنگ عطا ہوا، جو آپ کی بہترین صفت امانت پر و ال ہے۔ بابلو کا انتقاد عمل میں آیا تو چھ مہینے کے لئے آپ صدر المہام فیائنس ورکن باب حکومت مقرر ہوئے۔ کے سی آئی ای کا خطاب آپ کو ۱۹۲۲ء میں عطا ہوا تھا، جو اس امر کی دلیل ہے کہ جس طرح آپ کے خدمات سرکار آصفیہ میں نمودیں اسی طرح ان کو دولت برطانیہ

پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔
 نواب سر امین جنگ بہادر کو مذہب اور تعلیم سے بڑی دلچسپی ہے۔ آپ کا رسالہ
 نوٹس آن اسلام انگریزی کی پسندیدہ کتابوں میں شمار ہوتا ہے، اور ان مباحث پر آپ کی
 دلنشین تقریریں علی العموم توجہ کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔ سٹاف میں آپ نے طبی
 کانفرنس کی صدارت فرما کر نفس طب پر اپنا خطبہ ارشاد فرمایا تھا، جس کو تمام بھین
 فن نے دلچسپی کے ساتھ سنا تھا۔ اپنی علمی و ادبی دلچسپی کو کام فرما کر جب کبھی آپ
 مقامی رسائل میں نمودار ہوتے ہیں، آپ کے مضامین دلچسپی کے ساتھ دیکھے جاتے
 ہیں۔ اس لحاظ سے کہ نواب صاحب تعلیم کے بہت بڑے معاون ہیں، مسلم یونیورسٹی
 علیگڑھ نے آپ کو ۱۹۲۳ء میں اپنے کورٹ کا ممبر بنا کر اپنی جماعت میں ایک مفید کارکن
 اضافہ کر لیا ہے۔

(۲)

نواب ملاوت جنگ
 بہادر

”ملاوت جنگ بہادر (نواب)..... صاحبزادہ میر ملاوت علی خاں (خلف نواب بہادر جنگ
 مرحوم۔ آپ کا خاندانی تعلق حیدرآباد کے مرشدزادگان سے ہے۔ اس قرابت کا لحاظ حضرت
 غفران مکان ہمیشہ فرماتے رہتے تھے، اور حضور پر نور کو بھی اس تعلق کا دائمی پاس ہے۔ یہی
 تعلیم آپ نے بلوچستان حیدرآباد کی مشہور درس گاہ مدرسہ اعزہ میں پائی جب اس سے فراغت
 حاصل کر لی تو اعلیٰ تعلیم کے لئے کوشاں ہوئے، ان منازل کو بھی نہایت توجہ کے ساتھ طے
 کر کے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ ایک زمانہ میں مرشدزادگان
 آصفیاء ہی قدیم طرز تعلیم سے بہرہ اندوز ہو ا کرتے تھے، مگر آپ نے بعض ہم سن مرشدزادگان
 کے ساتھ تعلیم جدیدہ کے لئے سنی فرمائی، اور اپنے ہم جنسوں سے بازی لے گئے۔
 بعد فراغ تعلیم حضرت غفران مکان کی توجہ خاص سے بصیرت عدالت و کوتوالی امور کا
 سرکار عالی کی ملک ملازمت میں داخل ہوئے۔ صدر ہتم تعلیمات بلوچ ہونے پر آپ کو اپنے

بنائے وطن کی تعلیم و تربیت کے نشوونما میں حصہ لینے کا موقعہ ابتدائے کار ہی میں مل گیا۔ آپ کے انہماک کی الکلاخ سمع ہمایونی تک پہنچی تو ایک مرشد زادہ کی ذاتی نیابت کے مد نظر ایک فرمان خصوصی کے ذریعہ آپ کو مدین المہام تعمیرات کے منصب جلیلہ پر فرائض بخشی۔ اس منصب کا جائزہ آپ نے "ام آبان سلسلہ" کو حاصل فرمایا۔ کم و بیش پانچ مہینہ تک آپ اس منصب کے فرائض انجام دیتے رہے، اور اس عرصہ میں بڑے بڑے ماہرین فن انجینری کے مقابلہ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے رہے۔ بارگاہ شاہی سے متعدد سرفرازیوں اس زمانہ کو یاد دلاتی ہیں۔ تلاوت جنگ کا خطاب بہ تقریباً لکڑہار عطا ہوا تھا۔ امر شہر یو سلسلہ کو اس منصب سے آپ ذلیفہ پر سکندر ش کے آئے۔

لیکن بغیر کسی مزید وقفہ کے حضور پر نور نے آپ کو علاقہ صر فخاص مبارک میں نطقت خارج پر سرفرازی عطا فرمائی۔ اسی ضمن میں ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ لغایت ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ سال مذکور مستعدی صر فخاص مبارک، اور ۷ امر رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ لغایت ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ مہتممی خزانہ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ۲۹ آور ۱۳۳۳ھ کو آپ نے دہین روز کے لئے صدر المہامی صر فخاص مبارک کا جائزہ راجہ فتح نواز دت سے حاصل فرمایا تھا اسی طرح، افروردی سلسلہ کو بھی عارضی طور پر ایک بار اور صدر المہامی مسبق الذکر کا جائزہ راجہ صاحب موصوف سے حاصل کیا۔

حضور پر نور کو باب حکومت کا انقضا و منظر ہوا تو نواب تلاوت جنگ بہادر کے ویرینہ تجربہ کے لحاظ سے صدر المہامی تعمیرات و رکیت باب حکومت کا افتخار آپ کو عطا فرمایا۔ صدر المہامی مال پر آپ کا تبادلہ عہدہ جب ۱۳۳۳ھ کو عمل میں آیا، جس پر آپ ہنسوز کار فرمایاں۔ صاحبزادہ تلاوت جنگ بہادر کو سیاست داخلی میں بڑا انہماک ہے۔

(۳)

”حیدر نواز جنگ بہادر“ (نواب محمد اکبر نذعلی حیدری) - خلف سیٹھ نذر علی صاحب۔

نواب حیدر نواز جنگ بہادر

آپ کا آبائی وطن تو کھمبات ہے، لیکن ولادت بتھام پٹی سیٹھ نذر علی صاحب نامی گرامی تاجر کے مشکوے معلیٰ میں مدرز ممبر قسٹم کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم جو زیادہ تر دین و مذہب سے تعلق رکھتی تھی مکان میں اپنی والدہ صاحبہ و نانی صاحبہ (جسٹس بدر الدین طیب جی کی حقیقی شہینار سے پائی۔ مدرسہ جانے کی عمر کو پہنچے تو کھیت و ارٹھی (ہبٹی) کے اینگلو ورنیکولر اسکول میں داخل کیا گیا۔ اس کے بعد انکسٹن ہائی اسکول میں اور پھر سینٹ زیویر کالج میں آپ کی تعلیم سلسلہ جاری رکھا گیا، جہاں سے سترہ سال کی عمر میں آپ نے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کا امتحان پاس کر لیا۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ کا تعلیمی زمانہ شروع سے آخر تک ہمت افزا و لائق تحسین رہا، یعنی آپ ہر امتحان میں قابل تہنیت طور پر کامیاب ہوتے اور وظایف حاصل فرماتے رہے۔ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ نے بی۔ بی۔ ایل کے امتحان کی تیاری کر کے اس کا پیورس پاس کر لیا، لیکن اس اثنا میں چونکہ گورنمنٹ کی جانب سے انڈین فینانس کے امتحان میں شریک ہونے کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آگیا تھا، اس لئے قانون کے امتحان کا خیال ترک کر کے آپ نے انڈین فینانس کے مقابلہ کی تیاری کی، اور اس امتحان میں سب سے اول آئے۔

آپ کی اس نمایاں کامیابی کے سماع سے فردی مشاعرے میں مقام ناگہو جینیہ صاحبہ کے ایک افسر کی حیثیت سے آپ کی تعیناتی عمل میں آئی، جہاں دو سال کے قیام کے زمانہ میں آپ نے سینٹا لڈ کالج میں شریک ہو کر مختلف جماعتوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی رواج چھونکنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ نیز وہاں کے مسلمانوں کے اصلاح حال کے مقصد کو مد نظر رکھ کر انجمن حامی اسلام کی بنیاد ڈالی، جس کے لائف پریزیڈنٹ (صدر) دادم نیات) بنائے گئے، اور اس کے متعلق تعلیم مسلمانان کی غرض سے آپ نے ایک اسلامی اسکول بھی قائم کیا، جو ترقی کرتے کرتے ہائی اسکول کے درجہ کو پہنچ گیا۔ اس مدرسے سے اب تک مسلمانان صوبہ متوسط متبع حاصل کر رہے ہیں۔

جولائی ۱۹۸۹ء میں آپ لاہور کے کرنسی آفس میں منتقل کئے گئے۔ تقریباً ایک سال پہلے

کام کرنے کے بعد آپ کا تبادلہ کلکتہ کو ہوا، اور وہاں تین سال تک متعین رہے۔ اس کے بعد بحیثیت اسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل الہ آباد میں تعینات کئے گئے؛ جہاں آپ کی سہمی سے میونسپل کالج کے مسلمان طلبہ کے لئے سمیع اللہ خاں بورڈنگ کی نشوونما میں بڑی مدد ملی۔ اپریل ۱۹۱۱ء میں جب آپ کا تبادلہ وہاں سے بمبئی کو ہوا تو الہ آباد کی جماعت ہتھوڑے اُس وقت و منزلت کا مظاہرہ، جو آپ کے شرفیادہ و ہمدردانہ برتاؤ سے اُس کے دل میں آپ کی طینت سے جاگزیں ہو گئی تھی، ایک شاندار و داعی علیہ ترتیب دیکر کیا۔ سن ۱۹۱۹ء میں آپ بحیثیت ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل مدراس میں تعینات کئے گئے۔ قیام مدراس کے زمانہ میں انھن اسلامیہ و محمدان لٹریچر سوسائٹی کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔

اپریل ۱۹۱۹ء میں تمام ہندوستان و برہما کے سرکاری مطالب کی جانچ پڑتال کا کام خاص طور پر آپ کے سپرد ہوا، اور انجام دہی فرائض کے اثناء میں آپ کو ہندوستان اور برہما کے بڑے بڑے مقامات کے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہر پریس کے متعلق آپ نے متعدد مفصل و مکمل تنقیحی رپورٹیں گورنمنٹ ہند میں پیش فرمائیں؛ جن کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا نے اظہارِ خوشنودی فرمایا۔

۱۹۰۵ء میں ماہرِ فینانس ہونے کی بنا پر آپ کے خدمات عہد، صدرِ محاسبی کے لئے سرکارِ عالی میں مستعار لئے گئے؛ جس کے فرائض آپ نے بائیں بہین انجام دئے۔ اُس زمانہ میں سرجاں کیسن واکر معین المہام کے پیش نظر جو بہت سی فیس سٹیشنل اصلاحیں تھیں، اُن میں آپ سے مشورہ و مدد لینے کی غرض سے انہوں نے سرکار سے خواہش کر کے آپ کو ۱۹۰۶ء میں معتمدی فینانس کی خدمت پر ترقی دلائی۔ اس منصب پر فائز ہو کر آپ نے فینانس کے اصلاحی و انتظامی امور میں سرجاں کو خاطر خواہ مدد دی؛ جس کا اعتراف انہوں نے اپنے مجبٹ نوٹ میں اس طرح کیا؛

گزشتہ دن سال کے فینانس کے کاموں کے جو منافع مختصر طور پر بیان کئے جاتے ہیں؛

اُن میں گزشتہ پانچ سال تک اول بحیثیت صدرِ محاسب ازاں بعد بحیثیت معتمد فینانس

مسٹر حیدری نے نمایاں اور موثر طور پر حصہ لیا تھا۔ جہاں تک مقامی حالات احداث دیتے تھے ریاست کے خارج پر زیادہ اثر پذیر طریق سے قابو حاصل کر لیا گیا ہے، اور جو امور فیڈانٹس سے تعلق رکھتے ہیں، ان پر سرشتہ فیڈانٹس اپنے اقتدار کو کام میں لانے کا مجاز ہے۔ تمام کام دفتر میں ٹھیک وقت پر انجام پاتا ہے۔ حال اور کلڈ ایر کا نرخ بڑاؤ فی الحال پورے طور پر قابو میں لایا جا چکا ہے۔

خزروہ کی نرنج کی اصلاح، سرکار عالی میں گریڈ کے طریقہ کی اجرائی، یورپین و ایشیائی تعلیمی وظائف کے لئے بذریعہ کمیٹی امیدواروں کا انتخاب، سول سروس کلاس کا دوبارہ قیام، اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے محبوبہ گلزار اسکول کا افتتاح زیادہ تر مسٹر حیدری کی کوششوں اور مشوروں کا رہن منت ہے۔

جولائی ۱۹۱۱ء میں آپ مستمدی عدالت و کو توالی پر منتقل کئے گئے۔ چونکہ اس مستمدی سے سرشتہ تعلیمات کا راست تعلق تھا، اس لئے آپ کے اس پر فائز ہونے سے ملک و قوم کو بیشمار تعلیمی برکتیں حاصل ہوئیں۔ بقول اخبار بلٹن:-

آپ کا عہد مستمدی عدالت و کو توالی، بعض ان جینوں کی انتظامی اصلاحوں کے محاسبہ جو آپ کے زیر نگرانی تھے، قابل یادگار تھا۔ ترقی تعلیم کے متعلق جو خدمات آپ نے انجام دیئے وہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مسٹر حیدری کا نام اگر ان کے بعد باقی رہے گا تو وہ بلاشبہ ان وسیع العمل اصلاحات کے باعث باقی رہے گا جو ملک کی تعلیم میں آپ نے کی ہیں۔ مستمدی عدالت و کو توالی کا جائزہ لینے کی تاریخ سے آپ کی دلجوئی یہ تھی کہ اس ملک میں اعلیٰ تعلیم کے طریقہ کی بنیاد قومی دروایتی (؟) اصول پر رکھی جائے، اور انکساری زمانہ و راز سے اس قسم کی تنہا حسیں جو چلی آ رہی ہیں، جنہوں نے تمام ہندوستان خدمت شامعید آباد میں یونیورسٹی کو ناقابل اطمینان بنا رکھا ہے، وہ سب دور ہو جائیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کا تخیل جس نے آگے چل کر عمل صورت اختیار کی، تمام و کمال آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ تھا، جو ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا تھا۔ اس مقصد پر پہنچنے کے قبل

آپ کو اس کی داغ بیل ڈالنے میں بہت کچھ محنت اٹھانی پڑی، کیونکہ جس بار پر یونیورسٹی کی تعلیم صحیح معنوں میں ہونی چاہیے وہ عملاً اس مملکت میں مفقود تھی۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم نے اس حد تک ترقی نہیں کی تھی جس کے لحاظ سے حیدرآباد میں جدوگاہ نہ یونیورسٹی کے قیام کی کافی طور پر کفالت کیجاتی، اس لئے قیام یونیورسٹی کی سوز و غمت پیدا کرنے کے لئے آپ نے ملک میں درس گاہوں کا جال پھیلانے کی ہمت کو پیش کی۔ قیام عثمانیہ یونیورسٹی سے متعلق ان کوششوں میں جو کامیابی ہوئی وہ بڑی چیز ہے، جس کی بنیاد پر آئندہ نسلیں حیدرآباد سے متعلق آپ کے خدمات کو سپاس گزاری و احسان مندی کے ساتھ یاد کرتی رہیں گی۔

مستعدی عدالت و کوتوالی کے ممتاز ماہرین ملک کے اندر باہر آپ نے ملک و قوم کے شاندار تعلیمی اور عام فلاحی کاموں کے خدمات انجام دیئے۔ اس خدمت کے فرائض انجام دینے کے آثار میں آپ سال ۱۹۱۲ء کے طاعون کی انتظامی کمیٹی کے مستند مقرر ہوئے۔ فضیلت کے جنرل ہسپتال کو مریضوں کے لئے زیادہ راحت رساں بنانے کی غرض سے اس کی تعمیر کی توسیع کی تحریک آپ نے پیش کی؛ جس کے مطابق اب اسی مقام پر جو آپ نے تجویز کیا ایک وسیع و شاندار عمارت روڈ موسیٰ کے ساحل پر تعمیر ہو چکی ہے، اور ہسپتال مذکور اس میں پہنچ چکا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کی جدید خوشنما عمارت کا موقع بھی آپ ہی نے پسند اور منتخب فرمایا تھا۔

۱۹۱۵ء میں آپ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس اولین کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں مسلمانان جنوبی ہند نے اپنی تعلیمی کانفرنس منعقدہ دہلی کی صدارت کے لئے آپ کو منتخب کیا، اور اس کی کرسی صدارت سے مسٹر حیدری نے ان کو مقام نائب کی ایک اسلامی کالج کی جانب متوجہ کیا، اور اجلاس کانفرنس میں آپ نے معارف نواز شاہ کی جانب سے کالج کے متعلق شاہانہ امداد کا اعلان فرمایا۔ آپ کے خطبہ صدارت کا یہ اثر ہوا کہ اس موقع پر پچاس ہزار سے زیادہ چندہ کا وعدہ کالج کی عمارت کی تعمیر کے لئے ہو گیا، لیکن

افسوس کہ مسلمان و انہمازی کی ایک جماعت کے غلط طرز عمل اختیار کر لینے سے تیانم کالج کی تجویز عملی صورت اختیار نہ کر سکی، اور ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست جو امداد پیش کی تھی اس سے تمتع حاصل کرنے کا موقعہ کھو دیا۔ ۱۹۱۷ء میں مسٹر صدیقی آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ کلکتہ کے صدر منتخب ہوئے، اور وہاں جو خطبہ صدارت آپ نے ارشاد فرمایا، اس میں بطور پیش بینی اُن امور کا واضح طور پر ذکر فرمادیا تھا، جو دنیائے تعلیم میں عنقریب پیش آنے والے تھے۔

علمی دنیا میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ متعدد یونیورسٹیوں؛ یعنی مدراس، بمبئی، دھاکہ، اور حیدرآباد کے قیلو (رفیق) اور علیگڑھ یونیورسٹی کے کورٹ کے رکن ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کا نوڈیشن کے موقع پر آپ کا خطبہ اہم مسائل تعلیم سے منسوب ہے، جسے آپ نے ہر اکلستنی چانسلر کی خاص فرمائش سے تیار فرمایا تھا۔ انٹرویو ریسٹر کیسٹی دہلی کی صدارت کے لئے ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں دفعہ انتخاب آپ کے نام نظر آ رہا۔

۱۹۱۴ء سے مملکت آصفیہ میں جو سررشتہ آثارِ قدیمہ قائم ہے، اُس کی سیادت و قیادت آپ ہی کے تفویض ہے، اور آپ ہی کے حسنِ توجہ سے ممالکِ محروسہ سرکارِ حال کے بہت سے پیش بہا صننادید کے دستِ بر زمانہ سے محفوظ رہنے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ خصوصاً ایلورا، ایجنڈا، اور ممالکِ محروسہ کے دوسرے مقامات کی ہندی صنعتِ تعمیر کے قدیم نمونوں کے محفوظ کرنے میں جو سی آپ نے فرمائی ہے، وہ زمانہ قدیم کی تاریخ سے پچھپی رکھنے والی سپاس گزاری کی مستوجب ہے۔

مستندِ عدالت و کو توالی و امور عامہ کے فرائض انجام دینے کے آخری زمانہ، یعنی اواخر ۱۹۱۹ء سے اوائل ۱۹۲۰ء تک اپنے فرائض مفوضہ کے علاوہ آپ نے مسٹر ویکھلیٹ صد نانظم صنعت و حرفت کے خصلت پر جانے کے باعث سررشتہ صنعت و حرفت کے متعلق ان کے فرائض بھی انجام دیئے، اور سررشتہ مذکور کی کارروائیوں کا انکشاف آپ نے بذریعہ ایک مہینہ یادداشت کے فرمایا، جن کو معلوم کرنے کیلئے پبلک اسٹینڈیق کے ساتھ منتظر تھی۔ آپ کی توجہ

سرشتہ صنعت و حرفت کے انتظام میں بھی بہت سی اصلاحیں عمل میں آئیں، اور اس سرشتہ کی سرپرستی کو چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے صناعتوں تک وسعت دی گئی۔ کاغذ سازی کی مردہ صنعت میں جان ڈالی، سیمینٹ کے کارخانہ کے ابتدائی مراتب طے فرمائے، اور روغن باریک کے دستی کولڈوں (گھٹنوں) کی توسیع و تعلیم کا، پارچہ بانی کے کارگاہوں کی طرح انتظام فرمایا۔ ملک میں مہادن کے بہ کثرت موجود ہونے کے لحاظ سے جیالوجیکل سروے (پیمائش طبقات الارضی) کی ضرورت کی جانب سرکار عالی کو متوجہ کیا۔ غرض بہت سی کام کی باتیں اس سرشتہ سے متعلق آپ سے ظہور میں آئیں، جنکی صراحت کا یہ موقع نہیں ہے۔

اپریل ۱۹۲۱ء میں آپ نے سرکار عالی کی ملازمت سے سرکار عظمت مدار کی ملازمت پر عود فرمایا، اور بمبئی میں درجہ اول کے اکاؤنٹنٹ جنرل کی حیثیت سے تعینات کئے گئے۔ یہ نیک (رتبہ) اس سے قبل کسی دیسی شخص کے حصہ میں نہیں آیا تھا۔ اگرچہ آپ نے وہاں چند ماہ اس خدمت کے فرائض انجام دئے، لیکن اپنی طبعی خوش خلقی و ہمدردی سے اپنے ماتحتین کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ چنانچہ جب آپ نے اس خدمت سے وظیفہ لیکر پھر اپنی سابقہ خدمت پر حیدرآباد کے کاہنہ فرمایا، تو آپ کے ماتحتین نے اظہار تشکر کے طور پر ایک عمدہ فوٹو لیا، جس کی ایک کاپی تو آپ کی نذر کی گئی، اور دوسری بطور یادگار بمبئی کے دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل میں آویزاں ہوئی۔

معاودت حیدرآباد کے موقع پر باشندگان پائے تخت آصفیہ بلامقہرین مذہب ملت نے حدسور ہوئے۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں سٹرکلائسی کے یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہونے پر صدر المہامی فیئانس و رکنیت باب حکومت کا منصب جلیلہ خالی ہوا تو بارگاہ خسروی سے اس کے لئے ایک انتخاب عمل میں آیا، جو طبقہ خاص و عام میں نظر استحسان سے دیکھا گیا۔ صدر المہامی فیئانس کے جاززہ حاصل کرنے کے بعد آپ کو سرکاری و ملکی اغراض سے پرامیسی نوٹوں کے ذریعہ سے کم و بیش پچھتر لاکھ روپیہ قرض حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی، تو مدت مہینہ کے اندر رقم طے

زیادہ رقم جمع ہوگئی، اور آپ کی اس شاندار کامیابی پر منجانب حضور پر نور اظہار خوشنودی
نہرایا گیا۔

اسی زمانہ میں تشریف آوری شہزادہ ولیس کے انتظامات کے لئے حسب ایما حضور پر نور
ایک کمیٹی اعلیٰ عہدہ داروں کی منعقد ہوئی؛ جس کی صدارت کی عزت آپ کو بخشی گئی، معزز
مہمان کی راحت و رسانی کے انتظامات مناسب و سوزوں ثابت ہوئے، اور انتظامی کمیٹی
کے صدر کی حیثیت سے ان انتظامات کے کامیاب بنانے میں جو مشقت آپ نے برداشت
کی تھی، اس کے صلہ میں شہزادہ ولیس بہادر نے اپنا نوٹ، جس پر شہزادہ ممدوح کا مژدگرم
مع دستخط ثبت تھا، اپنے دست مبارک سے بطور یادگار مرحمت فرما کر آپ کو سر بلند دی
عطا فرمائی۔

صدر المہامی نیناس کے حلقہ اثر میں چونکہ سرشتہ ریلوے بھی ہے، اس لئے آپ کی
توجہ سے انتظام ریلوے میں متعدد اصلاحیں عمل میں آئیں؛ جن کی تفصیل اس موقع پر بطور الیسی
خالی نہوگ۔ لیکن یہ بتانا ہمارے لئے ضروری ہے کہ آپ کی خوش انتظامی کے صلہ میں کسپرن
آجہانی کے بجائے حضور پر نور نے آپ کو دولت آصفی کی ریلوے کا سرکاری ڈائرکٹر مقرر فرمایا۔
یہ عرض کر دینا خلاف موقع ہوتی کہ مشر حیدری کی ان داغ سوزیوں کا صلہ بارگاہ حیدری
سے حیدر نواز جنگ کے خطاب کی صورت میں بہ تقریب جن سالگرہ مبارک جاو دی الاخر ۱۳۳۱ھ
میں عطا فرمایا گیا تھا۔

نواب حیدر نواز جنگ بہادر کے حالات زندگی کا جو مختصر خاکہ ان اوراق پھینچا گیا
ہے وہ نامکمل رہے گا، اگر آپ کی شریک زندگی بانو سے محرمہ کے ان احسانات عمیم کا
شکر گزاری کے ساتھ مختصر طور پر ذکر نہ کیا جائے، جو آپ کی ذات ستودہ صفات سے نئی نوع انسان
ہوے ہیں۔ ان احسانات کا ذکر کرنے سے قبل اتنا بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ
جسٹس بدر الدین طیب جی کے بھائی نجم الدین طیب جی کی صاحبزادی ہیں؛ جو عوبی خاں سی
کے حید عالم اور طیب جی خرم کے امک تھے۔ یہ شریف خاں سلطانہ میں مشر حیدری کے

جبالہ نکل چکے ہیں آئیں، اور اس کے بعد صاحب موصوف سے جتنے تو می اور زفاہ عام کے کام ختم
 پائے ان میں آپ اگلی دست راست بنی رہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد کے اندر روٹوں
 کی تباہی خیز طغیانی آئی تو آپ نے مصیبت زدگان طغیانی کی اعانت خصوصاً پرورشین خواتین
 کی خبر گیری کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرمایا، جس کا ثواب بارگاہ ایزد متعال سے تو
 آخرت میں ملے گا، مگر یہاں بھی سر کا عظمت مدار سے اس کا رخص کے صلہ میں آپ کو درجہ اول
 طلائی تمغا، قیصر ہند عطا ہوا۔ پھر اس کے بعد جب کبھی حیدر آباد میں طاعون کی مصیبت آئی
 آپ نے مریضوں کی خبر گیری اور ان کو دوائیں تقسیم کرنے میں ہمیشہ پیش قدمی کی، جو
 دوسری خواتین کے لئے باعث تقلید ثابت ہوئی۔ ۱۹۱۹ء کے عالمگیر انفلوئنزا کے زمانہ
 میں جب کہ حیدر آباد میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس مہلک مرض میں مبتلا تھے، اپنے
 ہاتھوں سے دوا بنا کر اور مریضوں کے گھروں پر گشت لگا کر انہیں پلائس، اور ان کی بچے
 خبر گیری کی۔ جزا اللہ فی الدارين خیرا۔

(۳)

عبداللہ یوسف علی صاحب (مولوی.....) خلف خان بہادر یوسف علی صاحب دوم
 ۴ اپریل ۱۸۷۴ء کو تولد ہوئے۔ ولسن کالج بمبئی اور سنٹ جان کالج کیمبرج میں تعلیم پائی
 اور اپنی مساعی جمیلہ کی بدولت ایم اے، ایل ایل ایم کنٹیب (سی بی ای) (۱۹۱۷ء)
 فیلو رائل سوسائٹی آف لٹریچر، ممبر رائل ایشیاٹک سوسائٹی، بیرسٹریٹ (لنکن ان) کے
 تعلیمی و اعزازی انعامات حاصل کئے۔ ۱۸۹۵ء میں ہندوستانی سول سروس میں شرکت فرمائی
 اور اگلے سال صوبہ جات متحدہ کے ضلع سہارنپور میں اسٹنٹ مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۹ء
 میں شہیتہ بانٹ مجسٹریٹ سب ڈویژن کروڑی ضلع باندہ آپ کے تفویض ہوئے۔ ۱۹۰۲ء
 میں سہارنپور کے مددگار شش بج وزائد شش بج اور ۱۹۰۲ء میں علیگڑھ کے قائم مقام شش بج
 مقرر ہوئے۔ اس کے بعد اضلاع گونڈہ، سلطان پور اور فتح پور کے ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ جج

مولوی بہادر
 یوسف علی صاحب

بنائے گئے ۱۹۱۱ء میں صیغہ فیما نس کے اندر گورنمنٹ ہند کے انڈر سکرٹری کی حیثیت سے
آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۲-۱۹۱۱ء میں من حیث ڈپٹی سکرٹری گورنمنٹ ہند کا ر خاص پر مامور رہے۔
۱۹۱۲ء میں سول سروس کو خیر باد کہہ کر ولیفٹ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ ۱۹۱۵ء میں
صوبہ متحدہ کی صنعتی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ آگرہ کے صدر نشین ہوئے، اور دسمبر ۱۹۱۱ء
میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ ناگپور کی صدارت فرمائی، اور
آخر الذکر مقام پر اپنے عالمانہ خطبہ صدارت میں رسالہ اولڈ بوائے کو بھی یاد فرمایا جبکہ
وائر ادارت ابتدائے آخر تک پانچ سال جامع اور اوق کے ہاتھ میں رہا ہے۔
مسٹر عبداللہ یوسف علی من ابتدائے ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۱۹ء لندن یونیورسٹی کے
اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں ہندی و ہندوستانی زبانوں، اس ملک کے مذہبوں
اور یہاں کے رسم و رواج کے لکچرار و چکے ہیں۔ ۱۹۱۶ء لغایت ۱۹۱۹ء آپ
امپریل انسٹی ٹیوٹ میں لاکھ، گوند، رال، اور خالص تیلوں کی اختصاصی کمیٹی کے
صدر نشین، اور کمیٹی مشعل بہ معاملات ہند کے رکن رہیں تھے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے امپریل انسٹی
کے فنڈ کی صدارت فرمائی؛ جسے ہندوستانی طلبہ نے قائم کیا تھا۔ ۱۹۱۵ء کے ماہ اپریل
و مئی میں آپ نے ڈنمارک، سویڈن اور ناروے کی سیاحت کے دوران میں، اور
۱۹۲۰ء کے ماہ اکتوبر و نومبر میں لینڈ میں پکھر دئے۔ ۱۹۱۹-۲۰ء میں آپ عمر خاص مبارک
حیدرآباد کے شیر قافلی رہے، اور ۱۹۲۱ء میں آپ کو پیشکاہ حضور پر نور سے صدر الہامی
مال کا منصب جلیلہ اور باب حکومت کی رکینت کا شرف عطا ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ کا
تبادلہ صدر الہامی صنعت و ترقی پر عمل میں آیا، اور اسی سال آپ نے مستغفی ہو کر
لکھنؤ میں بیرٹری شروع کر دی؛ جہاں سے آپ اپنے علم و فضل سے باشندگان ہوبہ کو
اپنی تقریروں کے ذریعہ فائدہ پہنچاتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں آپ نے نمائش وینسلی میں
حصہ لیکر اوس کو بارونق بنانے کی سعی فرمائی۔ آخر ستمبر ۱۹۲۵ء سے آپ نے اسلام آباد
لاہور کی صدارت (پرنسپل) کو قبول فرمایا۔ اسی سال کے قومی ہفتہ میں خلافت کا قلم

مستفادہ علیگندھ کی صدارت فرمائی۔

انگریزی ادب میں مسٹر عبداللہ یوسف علی کی قابلیت مسلم ہے۔ اس زمانہ میں آپ کی کئی مفید کتابیں شایع ہو چکی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں آپ ولسن کے اینگلو میٹرن لا (اشاعت پنجم) کے اوٹوٹر تھے۔ انگریزی اور اردو اخبارات و رسائل میں مضامین تحریر فرماتے رہتے ہیں۔ تفریحوں میں آپ کو پہل قدمی، شہسواری، سیاست، اور شطرنج سے دلچسپی ہے۔ ولایت میں منٹل لبرل آپ کا کلب ہے۔

(۵)

عقیل جنگ بہادر (نواب..... سید عقیل بلگرامی) خلف نواب عماد الملک مرحوم ۲۸ اکتوبر ۱۸۸۲ء (م ۲۰ مارچ ۱۸۸۳ء) کو اپنے وطن بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی آموزش مادر میں پائی، اور مدرسہ عالیہ میں زیر تعلیم رہ کر ۱۸۹۳ء میں میٹرک کا امتحان بدرجہ اعلیٰ پاس کیا۔ کالج کی تعلیم لیف اے تک نظام کالج میں ختم کی۔ خیال کیا جاتا تھا کہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح آپ بھی بنرض تعلیم انگلستان روانہ کئے جائیں گے، مگر ابتدائے عمر ہی میں ضیق النفس کی شکایت پیدا ہو گئی تھی، اس لئے اہلخانہ نے اس خیال کے موافق نہ رہے۔ باوجودیکہ آپ نے ۱۹۰۳ء میں اس کے مقابلہ کی خاطر یورپ کا سفر اختیار فرمایا تھا، مگر وہ اب بھی آپ کے دم کے ساتھ ہے۔

بعد فراغ تعلیم ۱۸۹۳ء کو کار آموز (اٹاچی) کی حیثیت سے آپ سرکار مالک ملازمت میں بمقام اوزنگ آباد داخل ہوئے، اور دو ماہ کے اندر ہی ۱۸۹۴ء میں مقام مذکور کے سوم تعلقہ دار مقرر ہو گئے۔ آخر الذکر خدمت پر باستثناء اس مدت کے جب کہ محکمہ مالگزار میں متعین کئے گئے، آپ اوزنگ آباد کے سوا کہیم نگر، جگمیل سلطان آباد، بھونگیر، راجپور، گلبرگہ اور کھم میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ یکم مارچ ۱۹۰۳ء کو آپ کے کھم میں دوم تعلقہ دار کی پر ترقی پائی، اور اس حیثیت سے

نواب عقیل جنگ
بہادر

بھونگیا، محبوب نگر، کاریڈی، اور نظام آباد میں تشریف فرما ہے۔

ایک صدر الہام کی وساطت سے حضور پر نور نے ہر سپاہیگاہ کے انتظام کی فرائض پفس نفیس قبول فرمائے، تو ذریعہ فرمان مبارک اپنے ایک رکن ریکن سلطنت کے فرزند کے محلہ سے پائیگاہ نواب سرفراز اللہ مرحوم کی انپٹری کی خدمت پر آپ کو سرفرازی عطا فرمائی۔ یکم خرداد ۱۳۲۱ء کو یہ خدمت عطا ہوئی تھی۔ اُس وقت تک دفتر صدر الہامی پورے طور پر تشکیل پذیر ہوا تھا، اور نہ اُس نے انتظامات کی ابتدائی منزل طے کی تھی۔ ہمات پائیگاہ کے انتظام و انصرام، اور وفات و محکمہ جات کی تنظیم جدید کی تمام تجاویز میں آپ کے مشوروں نے سنگ بنیاد کا کام دیا، نیز پائیگاہ مذکور میں جو اصلاحات رونما ہوئے، اُن میں آپ سربراہن ایجنٹ صدر الہام وقت کے دست و بازو ثابت ہوئے۔ آپ کے حسن کارگزاری کا حال سمجھائیونی تک پہنچا تو باضافہ ماہوار آپ کے اُس وقت کے فرائض پر نواب سرفراز ساجد مرحوم کی انپٹری کا اضافہ یکم دسمبر ۱۳۲۱ء کو فرمایا گیا۔ سربراہن کی طولانی رخصت کے زمانہ میں اُن کے منصرمانہ فرائض آپ ہی ادا کرتے رہے تھے۔ معتمدی صرف خاص مبارک کے عہدہ جلیلہ پر آپ ۱۶ مہینے ۱۳۲۱ء کو فائز ہوئے۔ اسی سال ۸ آبان کو شریک معتمد مالک عہدہ آپ کو عطا ہوا۔ معتمدی فوج اور زائد معتمدی مال کے فرائض علی الترتیب ۵ و ۸ اور ۱۲ دسمبر ۱۳۲۱ء کو آپ کے تفویض ہوئے۔ لیکن آپ کے دیرینہ تجربہ کے بحال سے جب علاقہ جات پائیگاہ کو آپ کے خدمات کی ضرورت پیش آئی تو نائب صدر الہام کے جدید منصب پر آپ تیار ہوئے اور فروری ۱۳۲۲ء کو منتقل کئے گئے، جہاں آخر آبان ۱۳۲۲ء ہر سپاہیگاہ پر کارفرما ہے۔ نیابت صدر الہامی کے زمانہ میں آپ کو بہ تعزیر لکھنؤ مبارک ۹ جمادی الآخر ۱۳۲۵ء کو بارگاہ خسروی سے عقیل جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

صوبہ داری صوبہ گلشن آباد میں ک نواب عقیل جنگ بہادر کو ۲۵ دسمبر ۱۳۲۵ء میں عطا فرمائی گئی تھی۔ وہاں سے اسی خدمت پر آپ کا تبادلہ گلبرگ شریف کو ہوا، اور آپ نے

۲۱ ہر سال مذکور کو اپنے برادر اکبر نواب عابد نواز جنگ بہادر سے جائزہ حاصل فرمایا۔ بارگاہ خسروی سے باب حکومت کی تنظیم جدید کو شرف قبول عطا ہوا، تو ۱۶ اردی ۱۲۹۳ کو سرکاری کے صیغہ صنعت و حرفت کی کرسی صدارت پر آپ کو سرفراز فرمایا، اور باب حکومت کی کرسی شرف و امتیاز بخشا گیا۔ مشر عبد اللہ یوسف علی کے جائزہ حاصل کرنے تک نواب عقیل خان باب صیغہ مصنوعات پر کار فرما رہے۔ سربراہن ایجنٹ کے وظیفہ یاب ہونے پر ۱۳ اردی ۱۲۹۳ سے حضور پرنور نے آپ کے فرائض پر صدر الہامی پایگاہ کے منصب کا اضافہ فرمایا۔ اس منصب جلیلہ کے فرائض کو آپ اُس وقت تک اعزازی طور پر انجام دیتے رہے کہ بالآخر اس کی کاروائی آپ کے تفویض ہوئی۔ اب آپ تحت مرضی مبارک خسروی مستقل طور پر صدر الہام ہر سہ پایگاہ ہیں۔

نواب عقیل خان بہادریوں تو متعدد کمیشنوں کے صدر نشین اور رکن ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب عہدہ داران ملکی تنظیموں کی قرارداد کے لئے سیلری کمیشن کے نام سے ایک اصلاحی مجلس کے قیام کی منظوری بارگاہ خسروی سے شرف صدور لائی، تو حضور پرنور نے خاص طور پر آپ کو اس کمیشن کا رکن رکین مقرر فرمایا۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق دل بستگی سے کام لے کر اس خوبی سے اپنے فرائض کو انجام دیا کہ کمیشن کی تجاویز بروئے عمل آنے پر عہدہ داران محکمہ جات سرکار عالی کو اس سے معتد بہ فائدہ حاصل ہوا، مگر ساتھ ہی اُمید داران ملازمت کی قابلیت کا معیار بھی بلند ہو گیا۔

مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم سابق معتمد فینانس و مالگزاری کی صاحبزادی سے نواب صاحب کی شادی ہوئی، اور ان مرحومہ کے بطن سے اب تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں موجود ہیں۔ سید تقی بلگرامی، سید تقی بلگرامی، اور سید باقر بلگرامی، آپ کے فرزند ہیں۔

(۶)

”فتح نواز و سنت بہادر“ (راجہ..... رائے مرید احمد) خلف رائے منو لعل صاحب نارائین صاحب کو
 چار بجے منٹ پر پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے تیسرے سال ہنگامہ سٹڈی برپا ہوا۔
 اُس بد امنی کے زمانہ میں آپ کے والد ماجد نے اپنے لواحقین کو ایک گڑھی میں محفوظ اور
 علاقہ نہر گنگا کے ملازمین ہمت کو فراہم کر کے مسلح کیا، اور اندرون علاقہ امن قائم رکھا۔
 ہنگامہ مذکور کے فرو ہو جانے پر اس خیر خواہی کے صلہ میں تین مواضع ہمیشہ کے لئے سرکار
 انگلیشیہ سے عطا ہوئے، جو خاندان میں موجود ہیں۔

رائے مرید احمد کی تعلیم اوس وقت شروع ہوئی، جب آپ نے اپنی عمر کی ساتویں منزل
 میں قدم رکھا تھا۔ پہلے مکان میں اردو فارسی کی خانگی تعلیم، زان بعد عربی سنسکرت اور
 ریاضی کی تعلیم مکمل کی۔ جب اس سے فراغت پائی تو تیرہویں سال سنیت پانچ
 کالج آگرہ میں داخل ہوئے، اور چار سال میں انٹرنس کے امتحان میں کامیابی حاصل
 کر لی۔ ایف اے کی تعلیم دو سال جاری رہی، اور ساتھ ہی پرنسپل صاحب سے بنگلہ پر سول
 کی تعلیم پاتے رہے۔ ایف اے کا امتحان آپ نے ۱۹۱۷ء میں پاس کیا۔ اوائل ۱۹۱۸ء
 میں انگلستان جانے کا قصد تھا، لیکن دو سال قبل (۱۹۱۶ء میں) آپ کے بڑے بھائی کا
 انتقال ہو گیا تھا، اس لئے والدین کو آپ کی مفارقت گوارا نہ ہوئی، اور آپ کو نسخ
 عزم کرنا پڑا۔

آپ کے والد ماجد حیدر آباد تشریف لائے تو اپنے فرزند کو بھی ایف اے کامیاب
 ہو جانے کے بعد اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ چونکہ آپ کے کالج کے پرنسپل صاحب نے آپ کے اخلاق
 و عادات کی تعریف شاہدارالغلام میں فرمائی تھی، اس لئے اُس تحریر کو ملاحظہ فرما کر سرالاجنگ
 اعظم نے حکمہ مالگڑاری میں کار آموز فرمایا اور صوبہ دار صاحب گلبرگہ تشریف کے پاس آپ کو
 متعین فرمادیا۔ اس کے چھ مہینے کے بعد صوبہ دار صاحب کی تحریک پر سومر تعلقہ داری کے

اختیارات کے ساتھ آپ گلبرگہ شریف میں مددگار تعلقہ دار مقرر ہو گئے۔ اور نگاہی ایک
سوم تعلقہ داری پر اس کے چھ مہینے کے بعد آپ کا تبادلہ ہوا، اور وہاں دو سال
کے اندر دوم تعلقہ داری پر ترقی پائی۔ اس کے چار سال کے بعد آپ کو مددگار
مستعد مالگزار کی حیثیت سے حیدرآباد طلب فرمایا گیا، اور اب اپنے ارباب
صدر کو کام دکھانے کا آپ کو اچھا موقع مل گیا۔ چنانچہ آپ کی جفاکشی کا نتیجہ
یہ ہوا کہ ایک سال گئے اندر ہی آپ ضلع میدک کے اول تعلقہ دار بنا دئے گئے۔ صورہ داری
اور نگاہی آباد پر آپ نے ترقی پائی تو آپ کا سن اثنالیس سال سے متجاوز نہ تھا۔ لیکن اس
صورہ داری پر آپ کو ڈیڑھ سال سے زیادہ رہنے کا موقع نہ ملا، اور پائے تخت کی ضرورتوں
کے لحاظ سے مجلس مالگزار کی کارکن رکن مقرر کر کے آپ کو حیدرآباد طلب فرمایا گیا۔
تھوڑے عرصہ کے بعد جب مجلس مذکور شکست ہوئی تو پھر آپ کو صورہ داری ونگل پر
جانا پڑا، اور وہاں آپ تقریباً نو سال تک مصروف کار رہے۔ سرکار عالی کے پیرایہ
سکرٹری کے فرائض بھی آپ نے چالیس روز تک انجام دئے ہیں۔ لیکن اسی زمانہ
میں حضرت غفرانگان کو صرف خاص مبارک کے لئے ایک جفاکشی و متدین عہدہ دار کی
ضرورت پیش آگئی، اسلئے رائے مرید صر صاحب کو اس علاقہ کا مستعد مقرر فرما دیا۔
زمانہ میں مستعد صرف خاص مبارک کو دیوان ریاست کی طرح بہت سے ذاتی اقتدار
حاصل تھے۔ رائے صاحب نے دو سال تک اس قدر محنت سے کام کیا کہ علاقہ صرف خاص
آمدنی دو چند ہو گئی، اور بہت سے ضروری اصلاحات عمل میں آئے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضور پر نور تحت سلطنت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔ حضور نے
اپنے ایک دیرینہ سال ملازم کی قدر افزائی ۲۱ ہجری ۱۲۳۱ء کو صرف خاص مبارک
صدر الہام مقرر فرما کر فرمائی۔ حکمہ مالگزار کی کرسی صدارت پر آپ کو دوبار عزت
عطا ہوئی، ایک بار ۱۲۳۱ ہجری بہت ۱۲۳۲ء کو اور دوبارہ ۱۲۳۲ ہجری بہت ۱۲۳۳ء
تبادلہ کے وقت۔ پہلی مرتبہ جب آپ اس منصب پر کار فرما تھے، کہ اسی دوران میں

باب حکومت کا انتقاد عمل میں آیا، اور آپ کو اُس کی رکینیت کی عزت بھی حاصل ہوئی۔
 منصب صدر الہامی مال کے فرائض کو آپ غرہ جب مسئلہ مرکت انجام دیتے رہے۔
 اب آپ صدر المہام صر فخاص مبارک ہیں۔ اسی عرصہ میں آپ کو بارگاہ خسرویی سے
 فتح نواز دنت کے سوزوں خطاب سے سرفرازی عطا فرمائی گئی۔ راجہ فتح نواز دنت بہا
 حضور پر نور کے نہایت متدین ملازم، اور قدیم تعلیم و تہذیب کے بزرگ ہیں۔ آپ انور
 ہند خصوصاً ہندو مسلمان کے درمیان اتحاد و اتفاق کے لئے ہمیشہ سامعی رہے، اجم
 اپنے شیفت بزرگ اور محسن سرپرست مولوی سید علی حیات صاحب مرحوم کے ساتھ آپ کی
 یگانگت کا بار بار مشاہدہ کیا ہے۔ راجہ صاحب ایک اخلاقی رسالہ کے مصنف بھی ہیں۔
 راجہ فتح نواز دنت بہادر کے اکوڑے فرزند راسے جگہ من لعل صاحب الدولہ
 گلابیہ کے مصداق اور سرکار آصفیہ میں اول تعلقہ ارضلع ہیں۔

(۷)

نواب لطف الدولہ
 بہادر

”لطف الدولہ بہادر“ (نواب..... محمد لطف الدین خاں) خلف اکبر نواب شمس الملک
 لطف جنگ مرحوم آپ کے والد ماجد ملک کے بڑے دریا دل امیر تھے، اور د ادا صاحب
 نواب سرخو رشید جاہ مرحوم باوجود رفعت قدر کے سالک سالک معرفت و سلوک جھڑ
 مولانا اشہری صاحب مرحوم کا مسدس ترانہ معرفت سرخو رشید جاہ کی مخصوص فرمایش پر
 لکھا گیا تھا۔

کلید گنج حکمت راز عرفان الہی ہے گد اکو تیرے کو چہ کے نوید بادشاہی ہے
 ہر اک ذرہ کو تیرے رتبہ خورشید جاہی ہے جہاں میں تجھ کو شایاں منصب عالمی ہے
 ہے منشور شاہی قل ہو اللہ احد تیرا
 چلے توحید کا سکہ ازل سے تا ابد تیرا

نواب محمد لطف الدین خاں بہادر بنایں، ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

تولد ہوئے۔ ۱۵ مہرہ مذکور کو آپ کے جد نامدار نے ماہوار سیوہ خوری مقرر فرمائی۔ آپ کی عربی و فارسی تعلیم و تربیت کا انتظام مولوی رفیع الدین اور مولوی محمود صدیقی کے توفیق تھا۔ عربی فارسی کے درس سے فراغت پائی تو بعد ضرورت انگریزی کی و قصیت حاصل کی۔ بدوشو سے آپ کو شعر گوئی کا شوق ہے، اور لطف تخلص فرماتے ہیں۔

آپ کے پردگرمی قدر نے وفات پائی تو ۱۱ ذیحجہ ۱۳۱۳ھ کو حضرت غفر انکس نے آپ کو مرحوم کا جانشین اور علاقہ پائیگاہ نواب سرخو رشید جاہ کانگران حال مقرر فرمایا۔ ۲۰ مہرہ مذکور کو مہاراجہ سرہین السلطنت بہادر مدار المہام وقت بغرض ادلے مرہم لڑتے آپ کے پاس تشریف لائے۔ پائیگاہ کی عنان حکومت آپ کے ہاتھ میں آئی تو نہایت توجہ کے ساتھ آپ آئین حکمرانی پر کار بند رہے۔ ۸ مہرہ ۱۳۱۴ھ کو اپنے برادر خور و نواب محمد اکرام الدین خاں بہادر کے زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر فرما کر اپنے علاقہ کے نظم و نسق کی جانب پہلا قدم بڑھایا، اور نتیجہ حسابات کے بعد مفید نتائج اخذ فرمائے اس سال آپ نے سکہ چلنی میں حساب رکھنے کے طریقہ کو موقوف فرما کر سکہ حالی میں لایا پائیگاہ کو تنخواہ ایصال کرنے کا حکم دیا۔ اگلے سال جب اجازت حضرت غفر انکس نے علاقہ کا دورہ فرما کر شروع کیا، اور تعلقہ جات شاہ آباد و گنچولی کو خصوصیت کے ساتھ ملاحظہ فرمایا۔ غرہ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ تک آپ پائیگاہ خورشید جاہی پر کار فرما رہے، اور اس عرصہ میں اپنی بیدار مغزی اور معاملہ فہمی کا کافی ثبوت دیتے رہے۔

۲۹ مہرہ حضور پر نور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے تو بتاریخ ۱۰ مہرہ رمضان المبارک گنگ کوٹھی مبارک پیر باریاب ہو کر آپ نے پذیر پیش کرنے کی عزت حاصل فرمائی، اور اس کے بعد سے حضور پر نور آپ کی جانب التفات خاص مبذول فرماتے، اور عطیات سلطانی آپ کو بہرہ اندوز فرماتے رہے ہیں۔ بہ تقریب سالگرہ مبارک ۷ مہرہ ۱۳۱۶ھ کو لطافت جنگ اور ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۱۶ھ کو لطف الدولہ کے خطابات عطا ہوئے حضور پر نور بکرات و مرآت آپ کی دعوت قبول فرما کر آپ کو مسرور و ممتاز فرما چکے ہیں۔

معین الہام افواج کے منصب پر ۹۳۲ھ شوال ۱۳۳۲ھ کو سرفراز فرمائے گئے تھے اور قیام باب حکومت کے وقت آپ کو اس کی رکبیت کی عزت حاصل ہوئی۔ نیز صدر المملک افواج کے ذمہ معینہ جات طبابت و علاج حیوانات وغیرہ کا بھی اضافہ ہوا۔ اور جب آپ کا تبادلہ صدر المہامی تعمیرات پر ہوا، اور اب اس صیفہ کی کرسی صدارت پر زمینت افروز ہیں۔

(۸)

نواب معین الدولہ
بہار

معین الدولہ بہادر (نواب..... محمد معین الدین خاں) خلف نواب سرتاجا مرحوم نواب صاحب مرحوم اہل علم کے بڑے قدردان تھے۔ ہمارے گھریں مرحوم کی قدر افزائیوں کی ابتدا حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم کے ایک قطعہ کے انشراح ہوئی تھی۔

میں زمیں ہو کے اس قدر نیچا آسمان ہو کے آپ اتنی دور
شعر سماعت فرما کر اپنے حوصلہ کے موافق صلہ کلام عنایت فرمایا، اور آخر وقت تک خلوت جاوت میں مولانا کو یاد فرماتے رہے۔

بتاریخ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ روز دوشنبہ وقت شب نواب معین الدولہ بہادر بمقام سرورنگر پیدا ہوئے۔ وقت آنے پر بڑی دہوم سے رسم تسبیہ خوانی ادا ہوئی، اور آپ کی تعلیم و تربیت شروع ہو گئی۔ ۱۳۳۲ھ میں آپ کے پدرنا مدار کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو حضرت غفرانمکان نے خصہ صیت کے ساتھ آپ کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ ۱۳۳۳ھ میں آپ کی والدہ حضرت پادشاہزادی پرورش النبا بگم صاحبہ نے نقصا کی تو حضرت غفرانمکان پائینگاہ نواب سر آسمانجاہ مرحوم کی نگرانی آپ کے سپرد فرمائی۔ اسی سال تقریباً بار چہل سال کی خوشی میں حضرت غفرانمکان نے آپ سے بابا شرف الدین کی پہاڑی کے باغ کی نذر قبول فرما کر آپ کو سرفراز فرمایا۔ ۱۳۳۵ھ میں حضرت نے آپ کو ایک تلمو اور محبت

فرمانی، اور اسی سال دو لاکھ کے عطیہ سے سرفرازی بخشی۔ ۱۲۱۹ھ میں آپ دوبار گھوڑے سے گئے اور دونوں مرتبہ چٹ آئی۔ اسی سال آپ نے مسلم یونیورسٹی علیگڑہ کو دو لاکھ روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے امداد فرمائی۔ ۱۲۲۰ھ میں آپ کو بارگاہ خسروی سے تلوار کی جوڑیاں، کوئی اشیاء نادرہ سرفراز ہوئیں، اور اسی سال بمصالح انتظامی آپ کی باریگاہی نگرانی بوساطت صدر المہام پانچکا حضور پر نور نے پفس نفیس قبول فرمائی۔ آپ کے یہاں قدم رجبہ فرمائی کے موقع پر ۱۲۲۰ھ میں آپ سے آسمان گرٹھ (موجودہ عثمان گرٹھ) زلزلہ بعد اُس کی ملحقہ اراضی کی نذر قبول فرما کر آپ کو سوز و ممتاز فرمایا۔ اسی سال آپ یرض شکار حازم کشمیر ہوئے؛ جہاں آپ کا مقابلہ ایک خونخوار اژدہ سے ہو گیا، مگر آپ نے اپنے حریف کو مار کر اُس پر فتح پائی۔ ۱۲۲۳ھ میں قیام مہاناں شاہی کی غرض سے حضور پر نور نے بشیر باغ کو آپ سے اپنی نگرانی میں لے لیا۔ سال مذکور سے آپ نے تعمیل فرمان خسروی محکمہ مال کا تجربہ حاصل کرنا شروع کیا، اور بلدہ کے سوا اوزنگ آباد و نظام آباد میں اس شغل کو جاری رکھا تھا۔ بتقریب دربار سالگرہ ۱۲۳۰ھ میں اعجازنگ اور ۱۲۳۱ھ میں معین الدولہ کے خطابات آپ کو عطا ہوئے۔

نواب معین الدولہ بہادر ایک صائب الرائے نوجوان اور ایک بلند ہمت امیر ہیں، اور جس طرح آپ کی گولی شکار کے وقت خطا نہیں کرتی، آپ کی رائے بھی معاملات ملکی میں بے خطا ہے۔ آپ دور دم سوار اور تیز دست شکاری ہیں۔ حضور پر نور نے ۲۵ صفر المنظر ۱۲۲۲ھ کو آپ کو صیۃ مصنوعات و تجارت کی کرسی صدارت اور کینت یا ب حکومت کی عزت عطا فرمائی تھی؛ جہاں سے غرہ رجب ۱۲۲۳ھ کو آپ کا تبادلہ صدر المہامی افواج آصفیہ کے منصب جلیلہ پر ہوا۔

مسائل ملکی میں نواب معین الدولہ بہادر ہمیشہ غریبوں کے دل سوز معاون، اور کمزوروں کے عالی حوصلہ مہذبانت ہوتے ہیں۔

(۹)

نظام جنگ
بہار

”نظامت جنگ بہار“ (نواب نظام الدین احمد) خلیفہ نواب رفعت یار جنگ
اول مرحوم، سابق صوبہ دار۔ آپ کی ولادت غرہ صفحہ ۱۲۸۵ھ (م ۱۱۸۵ خردہ اوستہ ۱۲۸۵ م)
۲۲ اپریل ۱۲۸۵ھ کو بمقام حیدر آباد واقع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم لوگھیر پائی لیکن تھوڑے
عرصہ کے بعد مدرسہ اعزہ میں داخل ہوئے؛ جہاں سے تیرہ سال کی عمر میں مدراس میٹرک
میں شرکت کر کے ۱۸۸۷ء میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ میں طلبہ انگلستان
کی جماعت میں تھوڑے عرصہ کے لئے شریک رہے۔ اس سے شکیں نہ ہوئی تو اکثر گھوڑا
وغیرہ سے گھر پر خاص تعلیم کا مشغلہ جاری فرمایا؛ تا اینکه تقریباً بی اے کے نصاب تک
پہنچ گئے ۱۸۸۷ء میں سرکاری ذلیفہ تعلیم منظور ہونے پر آپ عازم انگلستان ہوئے
یہ زمانہ وہ تھا جب قلمرو برطانیہ میں ملکہ مغلہ و کٹوریہ کی پناہ سالہ جوبلی منائی جا رہی
تھی، اور تمام قلمرو سے انسانی دولت سمٹ کر پائے تخت لندن میں جمع ہو رہی تھی۔
آپ بھی اس موقع پر لندن میں موجود تھے۔ اس کے بعد کم و بیش ایک سال تک کیمبرج
میں رہ کر اس یونیورسٹی کے ابتدائی امتحان کی تیاری کی (جس میں لاطینی زبان
سیکھنے کی ضرورت پیش آئی) اور ۱۸۸۸ء میں ٹرمسٹی کالج میں داخل ہو کر بولڈ اور
جملہ امتحانات ابتدائی سے فراغت حاصل کر لی۔ قانون کے امتحان (لاٹرائی پاس)
کی تیاری کا نمبر اس کے بعد ہی آیا؛ جس کی تکمیل جون ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ اس سال
آپ نے بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی، اور ایل ایل بی کا امتحان اعزاز کے ساتھ
پاس کیا۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ آپ قلمرو آصفیہ کے پہلے شخص تھے جنہوں نے
کیمبرج سے ایل ایل بی کی اعزازی ڈگری لی ایم اے ۱۸۹۱ء میں ہوئے اس کے علاوہ
برمانہ قیام انگلستان بیرسٹری کی سند بھی حاصل فرمائی۔

بیرسٹری کی سند حاصل کرنے کے لئے تقریباً تین سال تک لندن میں قیام رہا۔

دلت میں بھی سرکار آصفیہ سے پیش قرار وظیفہ تعلیم ملتا رہا، اور لندن کے ایک نامی
 بیرسٹر کے چیئرمین علی کام سیکھنے کا موقعہ بھی حاصل ہوا؛ کیونکہ اس کی ہدایت منجانب
 سرکار عالی ہوتی تھی، اور یہ قرار پایا تھا کہ اگر وہیں علی تجربہ حاصل کر لیا جائے
 تو ہندوستان واپس آنے کے بعد کسی ہائیکورٹ میں کام سیکھنے کی ضرورت باقی نہ
 رہے گی۔ بعد واپسی تھوڑے عرصہ تک تقرر کا انتظار کرنے کے بعد یہ مناسب
 معلوم ہوا کہ مدراس ہائیکورٹ میں داخل (ان رول) ہو کر پریکٹس کی جائے چنانچہ
 ۱۸۷۷ء میں ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن ابھی پریکٹس کا موقع نہ ملا تھا کہ اُس وقت کے
 ہوم سکریٹری مسٹر ہر فرجی نے اس پر اصرار کیا کہ حسب قرار داد سرکاری خدمت
 ادا کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی نظامت عدالت دیوانی ضلع پربھنی پر آپ کا تقرر
 عمل میں آگیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دوران ملازمت میں مولوی نظام الدین احمد ^{حسب}
 جن سرکاری خدمتوں کو انجام دیا۔ اُن کا مجمل تذکرہ اس موقع پر کر دیا جائے۔

۱۹ء اردو ہشت سلاٹ

۱۲ء مہر سلاٹ

۲۷ء آبان سلاٹ

۲۸ء مئی سلاٹ

۵ء فروری سلاٹ

۲۵ء اردو ہشت سلاٹ

۶ء آذر سلاٹ

۲۰ء شہر پور سلاٹ

۲۰ء اردو ہشت سلاٹ

۵ء آذر سلاٹ

۱۔ ناظم عدالت ضلع پربھنی

۲۔ منظم ناظم اول عدالت فوجداری بلہ

۳۔ دوم مددگار ہوم سکریٹری

۴۔ مستند مجلس عالیہ عدالت

۵۔ منظم اول عدالت فوجداری بلہ

مستقل

۶۔ منڈر سکریٹری مجلس وضع قوانین

مستقل

۷۔ ممبر رکن مجلس عالیہ عدالت

مستقل

آؤر ۱۹۳۱ء تا امرداد ۱۳۲۰ء

۸۔ مستعد عدالت و امور عامہ

۸۔ مر خوراد ۱۳۲۵ء

۹۔ میر مجلس عدالت العالیہ

۱۶۔ فروردی ۱۳۲۴ء

۱۰۔ مستعد سیاسیات

۱۴۔ دے ۱۳۲۹ء

۱۱۔ صدر الہمام

حب قرار داد آپ کا ابتدائی تقرر تو ہو گیا تھا، لیکن خاص اس وجہ سے کہ آپ کی قانونی ڈگری اعلیٰ درجہ کی تھی، دوسروں پر آپ کو ترجیح دے کر دو سال کے عرصہ میں نظام فوجداری بلوچ پر آپ کا مستقلانہ تقرر عمل میں آیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ۱۳۱۱ء میں جب رائے حکم جپہ کے انتقال کی وجہ سے مجلس وضع قوانین کی نائب مستعدی خالی ہوئی تو بھی یہ بحالہ موزونیت، اس کے لئے آپ ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس موقع پر یہ امر قابل اظہار ہے کہ ۱۳۱۱ء سے ۱۳۲۰ء تک متعدد بار مستعدی عدالت و امور عامہ، اور مستعدی سیاسیات کے منصبانہ فرائض انجام دیتے رہے۔

جیدر آباد میں مولوی نظام الدین احمد صاحب کے ملکی دتومی کاموں پر ہم نگاہ کرنے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں آپ سب سے آگے ہیں۔ چنانچہ ملکہ معظمہ و کلپور کے انتقال کے بعد جب اس نیک دل ملکہ کی یادگار میں بنیادیں پتھر خانہ کی تجویز بروئے عمل آئی، اور فراہمی جپہ وغیرہ کی کارروائی ۱۳۱۵ء میں آغاز ہوئی، تو آپ نے اس میں بہت بڑا حصہ لیا۔ مجلس انتظامی کے اعزازی معتمد کی حیثیت سے اس سے آپ کا تعلق رہا۔ ۱۳۰۵ء میں پتھر خانہ مذکور کا افتتاح ہوا۔ رسم افتتاح کے موقع پر مجلس انتظامی کے صدر نشین سر ڈیوڈ بار (ریڈنٹ) نے اپنی تقریر میں آپ کے خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا تھا:

وکلوریہ سمویل آرٹنج کے قیام کے دوران میں جو قیمتی ادا کیٹی کے ارکان نے مجھے دیا، ان میں سے ہر کن کا میں دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز میں اور جملہ ارکان مجلس صلب مولوی نظام الدین احمد صاحب کے شکر گزار ہیں، جو اس کیٹی کے اعزازی معتمد کی حیثیت سے

اہم کام کی انجام دہی میں مصروف رہے، اور جن سے اس وقت تک کی کاسیابی کا بیشتر حصہ منسوب کیا جاسکتا ہے۔

اس موقع پر حضرت غفرانکال کا ارشاد عالی یہ ہوا تھا :-

اس کام میں سر ڈیوڈ بار کو کیٹی اور مستد کھین سے جو مقول مدولی ہے، اس کے لحاظ سے

سر ڈیوڈ بار نے جس قدر اُن کی تعریف کی ہے، اس کے وہ سہتی ہیں۔

پینیکاہ حضرت غفرانکال سے نظامت جنگ کا خطاب آپ کو جشن جوہلی چہل سالہ کی خوشی میں سرفراز ہوا تھا۔

حیدر آباد میں سکھ کا مسئلہ ایک عرصہ سے ملک و مالک دونوں کے لئے پریشان کن

ثابت ہوتا چلا آتا تھا۔ حضرت غفرانکال کے عہد شہریاری میں اس باب میں نہایت توجہ سے

کام لیا گیا، اور ایک قانون کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لئے اُس کا تصفیہ کر دیا گیا جن عہد داران

خصوصیت کے ساتھ اس کام میں سرکار آصفیہ کی ادا کی تھی، اُن میں نواب نظامت جنگ

بھی تھے۔ اس موقع پر (مسٹر) بیچہ کھوس (و اگر معین المہام فیئانس نے آپ کی صلابت کا

(تکلف میں) جن موثر الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے، انھیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

جلہ عہدہ داران متذکرہ صدر نے اپنے آراء پیش کئے اور مشورہ دیا۔ اس کے لحاظ سے

مستد دار میں نے مسودہ قانون (سک) کے دفعات پر مکرر غور کیا، اور ترمیمات کئے۔

نہجہ ان سب عہدہ داران کے سب سے زیادہ مدد اور مفید مشورہ مجھے نواب نظامت جنگ

بہادر سے ملا۔

طبعیاتی رود موسیٰ کے بعد جو انتظامات، بازیافت و تقسیم مال سے متعلق، پیش پیش

کے ذریعہ عمل میں آئے، اُن کی نگرانی بیرون بلدہ کے مدد میں نواب نظامت جنگ بہادر کے

سپر دکی گئی تھی۔ اس موقع پر جو خدمات آپ نے انجام دئے تھے، اُن کا اعتراف منجانب

سرکار ایک سند کی شکل میں فرمایا گیا۔

بزمانہ مستعدی عدالت و امور عامہ سلف میں آپ نے بیت العذورین کے قیام کی

کا روائی نہایت وسیع پیمانہ پر فرمائی۔ یہ بیت المعذورین اُس وقت سے اب تک قائم ہے، اور اس کو سرکار سے دو ہزار روپیہ ماہانہ بطور امداد عطا فرمائے جا رہے ہیں۔

اس زمانہ میں بابتباع فرمان خسروی، مشیر قانونی کی شرکت میں، عدالتی صلاحات کی ایک زبردست اسکیم سرکاری پیش فرمائی تھی، جس میں بعض دیگر امور کے سوا ایک بات پر زور دیا گیا تھا کہ تحصیلداروں سے دیوانی اختیارات لے لئے جائیں، اور منصوبوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ یہ تجویز کسی قدر ترمیم کے بعد منظور ہوئی تھی اور ایک مناسب حد تک گویا اس انتظام کا پیش خیمہ تھی، جو سر علی امام کے ہمدرد عظمیٰ میں بروئے عمل آیا تھا۔

۱۹۲۳ء میں جب مجلس آرائش و تزیین بلدہ (سٹی اسپرومنٹ بورڈ) کا انعقاد عمل میں آیا، تو آپ اس کے اعزازی مہتمد بنائے گئے۔ اس مجلس سے آپ کا تعلق ہنوز قائم ہے، اور اس وقت سے اب تک شہر کی آرائش اور گنجان آبادی کی توسیع و اصلاح کی غرض سے متعدد تجاویز عمل میں لائی جا چکی ہیں۔ اس وقت بھی کئی اہم تجاویز زیر غور ہیں۔

تقسیم آب کرشنا و تنگبھدرا کی نسبت سرکار عالی اور مدراس گورنمنٹ کے درمیان ایک عرصہ سے نزاع چلی آتی تھی۔ اگرچہ ندیاں ہمارے علاقہ سے ہو کر گزرتی ہیں، لیکن مدراس گورنمنٹ ہم کو پانی کا نصف حصہ لینے سے روکنا چاہتی تھی۔ سالہا سال کی مراسلت اور گورنمنٹ مدراس کے مسلسل انکار کے بعد ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی کہ ہم کو کامیابی کی بہت کم امید تھی۔ اوائل ۱۹۱۵ء میں لارڈ پینٹلینڈ گورنر مدراس اس پر راضی ہوئے کہ اس نزاع کے تصفیہ کی غرض سے جانیئین کے چند عہدہ دار گفتگو کر کے رپورٹ پیش کریں۔ اس سلسلہ میں ایک مختصر سی کانفرنس قائم ہوئی اور اس میں ذاب نظامت جنگ بہادر کے سوا (جنہوں نے من حیث رکن عدالت شرکت کی تھی) سسر سکینری چیف انجینئر اور مولوی حبیب الدین صاحب مرحوم،

سرکار آصفیہ کی جانب سے شریک ہوئے۔ اسی طرح مدراس گورنمنٹ کی طرف سے وہاں کے چیف ایجنٹر، ایک عہدہ دار مال، اور ایک جج ہائیکورٹ نے شرکت کی۔ پانچ روز تک کانفرنس ہوتی رہی، اور دونوں حکومتوں کے ججان ہائیکورٹ نے اپنی اپنی شگفتہ بیانون کے جوہر دکھائے۔ بالآخر وہ امور جن پر ہماری سرکار کو اصرار تھا، مدراس گورنمنٹ کے نمایندوں نے تسلیم کر لئے، اور کانفرنس کی کارروائی دونوں حکومتوں نے منظور فرمایا۔ یہ وہی امور تھے جن سے مسلسل بارہ چوبیس سال تک مدراس گورنمنٹ انکار کرتی رہی تھی۔ اس کارگزاری سے متعلق بارگاہ خسروی سے اظہار خوشنودی فرمایا گیا۔ فرمان مبارک کی عبارت یہ ہے :

پہچیدہ اور دیرینہ مسائل کے تصفیہ میں ہمارے عہدہ داروں نے (جو مدراس گورنمنٹ کے عہدہ داروں کے ساتھ کانفرنس میں شریک تھے) جس کمال حسن لیاقت اور اعلیٰ تدبیر سے کام لیا، اس کے لحاظ سے ان کے خدمات بھی لائق اعتراف ہیں۔ ان سے میری خوشنودی کا اظہار کیا جائے۔

۶ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

نواب نظامت جنگ بہادر کو سرکار انگریزی سے ۱۹۱۹ء میں آرڈر آف دی ریشٹس امپائر (ادبی ای) خطاب ملا تھا، اور سی آئی ای کا خطاب آپ نے ۱۹۲۲ء میں پایا

نواب صاحب اگرچہ مناصب جلیلہ پر فائز رہے، اور اب صدر المہام سیاست اور رکن باب حکومت ہیں، لیکن علمی ذوق جو ابتدائے طالب علمی سے آپ کے دل میں جاگزین ہو گیا تھا، ہمیشہ اس میں فراوانی ہوتی رہی، اور فرائض کی کثرت کے باوجود آپ نے خصوصیت کے ساتھ یورپ کے علم ادب کے مطالعہ کو ہمیشہ جاری رکھا۔ آپ کی انگریزی نظموں کا ایک حصہ ۱۹۱۵ء میں لندن میں طبع ہوا تھا۔ اس کے سوا آپ نے حضور پر نور کی چند غزلوں کا ترجمہ انگریزی نظم میں کیا ہے۔ آپ کے

صدر الصدور



نواب صدر یار جنگ
بہادر

صدر یار جنگ بہادر (نواب مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی) خلف
محمد تقی خاں صاحب مرحوم۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۲۴۸ شربان المعظم ۱۸۳۲ء وقت
صبح بھیکن پور ضلع علیگڑہ میں واقع ہوئی؛ جو آپ کے بزرگوں کا مسکن ہے۔ آپ کی
فارسی تعلیم کی ابتدا قدیم کتب طریقہ سے گھر پر ہوئی، اور آپ نے فارسی نصاب
کی آخری کتاب تک ختم فرمالیا۔ فارسی نثر نگاری کی مشق بھی اسی زمانہ میں فرمائی۔
تھوڑے عرصہ میں آپ نے اس قدر قدرت حاصل فرمائی کہ جب منشی غلام غوث خاں
صاحب پینجو مرحوم کو الہ آباد کے پتہ پر آپ نے خط لکھا، تو آپ سے ملنے پر انہوں نے
دریافت فرمایا تھا کہ فارسی منشی کس سے کی؟ منشی صاحب نے خط کے جواب میں
سزنامہ پر جو شعر تحریر فرمایا تھا، وہ اب تک آپ کو یاد ہے۔

برائے دوستی ہا ہر کہ بے منت قدم تھا بہر گامے کہ بردار دازد پائے زما چشے

فارسی میں استعداد پیدا ہو جانے پر عربی کی ابتدا ہوئی، اور باقاعدہ طور پر درس
نظامی کی تکمیل کی گئی۔ حضرت سید احمد کبیر قدس اللہ سرہ، جو اپنی بزرگی کے باعث
سید کبیر کے نام سے شہرت عام رکھتے ہیں، ان کے فرزندوں میں سے ایک عالم نے آپ کی
عربی تعلیم کی ابتدا فرمائی، اور اس طرح ہمارے گھرانے سے آپ کا رشتہ تلمذ قائم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے اُس زمانہ کے مشہور اساتذہ سے درس حاصل کیا، لیکن یہ امر تو ہے کہ آپ کے ساتھ جو محنت جناب مولانا عبد العزیز صاحب نے فرمائی، قطعی طور پر اُس نے آپ کی علمی بنیاد کو مضبوط و مستحکم فرمادیا۔ اپنے اساتذہ میں سے زیادہ تر آپ مولانا مرحوم اسی کے رہن و سرپرست ہیں۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب قدس سرہ سے طریقہ نقشبندی میں شرف بیعت حاصل کیا، اور حضرت سے بھی ایک حدیث سنائی جس کو حضرت نے شاہ عبد العزیز صاحب سے سنا تھا۔

جس زمانہ میں مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب عربی صرف و نحو کو ختم کر کے ابتدائی منطق کا درس حاصل فرما رہے تھے، اس وقت اس امر کو محسوس کیا گیا کہ انگریزی تعلیم بھی آپ کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ ابتدائے کار میں معلم و تالیق سے کام لیا گیا۔ اس کے بعد اگر کالجیٹ اسکول میں داخل کئے گئے، جہاں انٹرنس تک انگریزی نصاب کو پورا کیا۔ آپ نے اگرچہ انٹرنس کا امتحان نہیں دیا، لیکن دوران تعلیم میں کیے بعد دیگرے چار انگریز استادوں سے انگریزی لٹریچر (ادب) میں دستگاہ بہم پہنچاتے، اور لکھنے کی مشق کرتے رہے۔ عربی تعلیم کا سلسلہ چونکہ بڑا بجا رہی تھا، اس سے انگریزی پر پورا وقت صرف نہ کر سکے۔ دوران تعلیم میں ڈیڑ گدرا، لکڑی بنوٹ، شہسواری اور تفنگ اندازی کا کافی مشق فرمائی۔ یہ آپ کے والد ماجد مرحوم کے شوق کا پرتو تھا۔ مولوی صاحب نے کرکٹ کھیل، مگر یہ کھیل آپ کو آیا نہیں۔

تعلیم ختم کرنے کے بعد آپ کے مشاغل کے تین سلسلے رہے: (۱) جابڈ ازمینڈا کا انتظام۔ (۲) شروانی اسکول (۳) مطالعہ و تحریر۔ زمینداری کا کام آپ نے اپنے عم مرحوم مولوی محمد عبدالشکور خان صاحب مرحوم کی نگرانی میں سیکھا اور کیا۔ اس باب میں ان مرحوم کی قابلیت مشہور اور مسلم تھی۔ اسی عرصہ میں جب مولوی صاحب کے والد ماجد نے فضا کی تو آپ اپنے چچا کے شریک رہے، اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کے ریاست کا سارا انتظام مولوی صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے انتظام درست فرمایا اور

ترقی دی، اور اُسے قرضہ سے پاک فرمایا۔ چند سال کے بعد خاندان کے ایک فرد کو بیخ سقر کر کے سلطانہ ف میں ریاست تقسیم کر لی۔ اس کے بعد آپ اپنی جائیداد زمینداری کا انتظام کرتے رہے، تا آنکہ حیدر آباد طالب فرمائے گئے۔

شروانی اسکول کا اہتمام و انتظام من حیث مستعد (سکرٹری) نو سال تک آپ کے ہاتھ میں رہا۔ یہ اسکول آٹھویں جماعت یعنی ڈل تک علیگڈہ کے نمونہ پر قائم کیا گیا تھا۔ اس میں بورڈنگ تھا، ڈیوٹی تھی، گیمس تھیں، نصاب تعلیم میں آزادی تھی، اس لئے مشرقی و دینی تعلیم کا اضافہ کیا گیا تھا۔ خاندانی چندہ سے اس کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ جس زمانہ میں آپ اس کام میں مشغول تھے، آپ نے دوسرے قومی فرانس کو فراموش نہیں فرمایا، اور ندوۃ العلماء، محمدن کالج، کانفرنس وغیرہ سے بھی تعلق رکھا۔ آپ کے مطالعہ و تحریر سے متعلق یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ اس کی ابتدا امر زافا کے اردو سے ملنے کے ایک نسخہ سے ہوئی، جسے آپ کے والد ماجد نے پڑھنے کی غرض سے آپ کو مرحمت فرمایا تھا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد گلزار داغ کے مطالعہ کا موقع ملا۔ اگرچہ آپ کے چچا نے اس ذوق پر زجر فرمایا، لیکن طبیعت کی اقتاد شوق انگیزی کرتی رہی۔ رفتہ رفتہ جب وہ زمانہ آیا کہ آپ اپنی مرضی سے انتخاب کتب کر سکیں تو آپ نے اپنے مطالعہ کے لئے عربی کی ان کتابوں کو زیادہ پسند فرمایا، جو متقدمین نے لکھی تھیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ آپ کو تلاوت کلام مجید سے فائدہ ہوا، جس کے پڑھنے سے تین محسوس طور پر انسان میں قوت حیات پیدا ہو جاتی ہے۔ فارسی کے لئے آپ متاخرین ایران کی سحر آفرینی سے زیادہ اثر پذیر ہوئے۔ اردو میں شوائے دہلی کا کلام آپ کو زیادہ پسند تھا۔ مضمون نویسی کا شوق جو گویا تالیف و تصنیف کا مقدمہ تھا، آپ کو اپنے انگریزی استاد حاجی عبدالرشید خاں صاحب مرحوم (علیگ) کی صحبت و تربیت سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن آپ کے لئے ان جامع الکملات و عصر کی کافرا دلیاں بھی کچھ کم اثر خیز ثابت نہیں ہوئی ہیں، جن کی تحریر و تقریر سے آپ بد و شباب میں لطف اندوز

ہوئے تھے۔

سلسلہ کے قریب آپ کے مضامین مولوی غلام محمد خان صاحب پیش کے اخبار مشیرِ کھنویں شایع ہوتے تھے۔ بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام (مستقبل اسلام) مترجمہ لسانِ عصر سید اکبر حسین صاحب مرحوم پاپ کا تبصرہ اُس زمانہ کی یادگار اور غالباً آپ کا سب سے پہلا مضمون ہے۔ اس کے بعد آپ نے مختلف اخبارات میں مضامین لکھے۔ ان میں اووہ اخبار لکھنؤ، آزاد لکھنؤ، البشیر ٹاڈہ، سرسورگڑٹ ناہن، مشیرِ شاہ اگرہ، اکمل الاخبار دہلی، انسٹی ٹیوٹ گروٹ علیگڑہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان کے رسائل میں سہ رسالہ حسن میں پہلے اپنے شاہ باہر پر مضمون لکھا، اور اس کے انعام میں ایک اشرفی پائی۔ یہ غالباً ۱۹۱۳ء کا ذکر ہے۔ اس کے سوا دلگداز لکھنؤ، مخزن لاہور، الندوہ لکھنؤ، معارف علی گڑہ، زمانہ کانپور، علیگڑہ ہیگزین علی گڑہ، خاتون علیگڑہ اردوئے معلیٰ علیگڑہ، نظام المشایخ دہلی، معارف اعظم گڑہ، اودو اورنگ آباد میں آپ کے مضامین ہماری نظر سے گزرے ہیں، اور ہمارا سالہ اولڈ بولے بھی آپ کی قلمی معاونت سے محدود نہیں رہا ہے۔ ان مضامین کی نوعیت مذہبی کم تر تھی، اور ادبی و تاریخی بیشتر۔ سیاسیات پر شاید کوئی مضمون لکھا ہو۔ سلسلہ کلیات خسرو کی ترتیب و تدوین علی میں آئی تو مثنوی مجنون ویسلی کو آپ نے ایڈٹ فرمایا۔ برلن نام یا مصلحتاً الندوہ لکھنؤ کی اڈیٹری میں آپ کا نام شریک رہا ہے، یا اب کاؤنرس گزٹ علیگڑہ کے اڈیٹر ہیں۔ حقیقی اڈیٹری کسی اخبار یا رسالہ کی کبھی نہیں کی۔

مولوی صاحب کی تصنیفات و تالیفات سے چند رسالے بقامت کہتر و بصنیت بہتر مصداق ہیں تذکرہ باہر پہلے بطور مضمون ذرا بعد بشکل رسالہ شائع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ذکرِ حبیب اور ذکرِ جمیل کے نام سے میلادِ مبارک کے لئے دو کتابیں تحریر کیں۔ علمائے سلف کی تالیف میں چوتھی مگر اردو زبان کی اول درجہ کی کتابوں کے ساتھ رکھنے کے قابل کتاب ہے۔ نابینا علماء میں ان علماء کا ذکر ہے جنہوں نے حالتِ نابینا

علم سیکھا اور ناموری حاصل کی۔ سیرۃ الصمدین کو آپ نے ابنہ اؤ محمد کلج علیگڑھ کے طلبہ کے سامنے بطور لکچر پڑھا تھا۔ بعد کی اشاعتوں میں مضامین کا اضافہ فرمایا۔ برق تجل ثنوی مجنون لیلے امیر خسرو کا مقدمہ تھا، جو بعد کو بشکل کتاب شائع ہوا۔ نقش و نوا (حصہ اول) ایک مختصر سار سالہ ہے، لیکن سب سے زیادہ اس کے اوراق پر زور غور و تحریر صرف ہوا ہے۔ تذکرہ میر حسن پر آپ کا مقدمہ قابل دید و لائقِ داد ہے۔ مولوی صاحب شاعر بھی ہیں، اور حسرت تخلص فرماتے ہیں۔ شاعری میں آپ کو حضرت امیر مینائی سے تلمذ حاصل ہے۔ کئی سال تک استاد سے مراسلت اور اصلاح کا سلسلہ جاری رہا، لیکن شرفِ ملاقات حاصل نہ ہو سکا۔

کہتے ہیں کہ انسان اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم مولوی حبیب الرحمن صاحب پر نظر کرتے ہیں، تو آپ کو پورا فائدہ حاصل کرتا ہوا پاتے ہیں۔ آپ کے علمی سلسلہ بیان میں یہ کہنا غالباً فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ لکھنے پڑھنے کے شوق کے ساتھ آپ کو مشاہیر صلحاء و علماء سے ملنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے۔ اس ضمن میں ہمیں عقیدہ نام معلوم ہو سکے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے بعض کو صرف ایک بار دیکھا، بعض کو متعدد بار، اور بعض سے بارہا ملاقات رہی۔

آپ کے کتب خانہ میں تقریباً تمام مروجہ فنون کی مطبوعہ و قلمی، عربی فارسی، اردو انگریزی کتابیں موجود ہیں۔ انگریزی کتابیں البتہ بہت کم ہیں۔ اس مجموعہ کتب میں بعض نایاب بھی ہیں۔ مولانا شبلی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ فارسی کلام کا جیسا اچھا مجموعہ آپ کے کتب خانہ درج حبیب گنج میں ہے، ریاست راجپور اور بانس پور کے کتب خانوں میں بھی نہیں ہے۔ حبیب گنج کے متعلق کوئی خاص بات قابلِ تحریر نہیں ہے۔ اس موضوع کو حجرِ تقی خاں صاحب نے اپنے فرزند کے نام سے آباد کیا تھا۔ اس میں ایک پائس باغ ہے، ایک خوبصورت سی مسجد ہے، مسبق الذکر کتب خانہ ہے، جنگل ہے اور جنگل کی ہوا، اور دیہاتی سادگی اور آزادی!۔

مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب نے ہوش سنبھالا تو علیگڑہ میں سرسید احمد خاں بہادر کی تحریک کا چرچا دیکھا، جس میں خود آپ کے خاندان کے کئی افراد شریک تھے۔ مولوی عبد الشکور خاں صاحب بھی اس اصول کے ساتھ تحریک مذکور کے شریک تھے کہ مذہبی پہلو سے اختلاف تھا، ذہنی اصول کی تائید۔ مولوی صاحب نے یہ سماں دیکھا، اور قدرتی طور پر ان معاملات سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ باوجود اختلاف خیالات سرسید نے اپنے اختیار سے جوڑٹی انتخاب فرمائے تھے، ان میں سے ایک نام مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب کا بھی تھا۔ آپ کو ان کی حیات میں صرف ایک بار ٹریسٹوں کے اجلاس میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ محسن الملک مرحوم کی امتدی (سکرٹری شپ) کے زمانہ میں آپ کی تعلیم دینیات اہل السنۃ والجماعت کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سچ پوچھئے تو آپ کی کوششوں کا یہی میدان رہا ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کے زمانہ میں آپ ایک کٹھنری کی کمیٹی کے سکرٹری بنائے گئے تھے۔ اس کام سے متعلق آپ متعدد وفود میں شرکت فرمائی، تائید میں تقریریں کیں، نقد چنہ دیا۔ اب آپ مسلم یونیورسٹی کورٹ اور دینیات مذکورہ کی شلخ انتظامی کے رکن ہیں۔ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبر تو آپ سلسلہ سے بھی پہلے ہو چکے تھے، لیکن اس کا پہلا سالانہ اجلاس الہ آباد میں دیکھا۔ ۱۹۱۷ء میں جب آرنیبل صاحبزادہ آفتاب شاہ صاحب انگلستان تشریف لے گئے تو آپ اس کانفرنس کے جوائنٹ سکرٹری مقرر ہوئے۔ جب مسلم یونیورسٹی کے قواعد نافذ ہوئے اور کالج کے آئیری سکرٹری کا عہدہ سنبھال دیا گیا (جو کانفرنس کا سکرٹری بھی ہوتا تھا) آپ سالانہ اجلاس ۱۹۲۰ء میں تقرر ہوئے۔ برابر میں کانفرنس کے سکرٹری قرار پائے۔ ان تحریکات کے سوا مولوی صاحب کو ذمہ العلماء، لکھنؤ، مسلم لیگ لکھنؤ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، وقف کرنال، الہ آباد، یونیورسٹی، یوپی ہسٹاریکل سوسائٹی، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، مسلم گرلز اسکول علیگڑہ، اسلامیہ ہائی اسکول اٹارہ، انجمن حمایت اسلام لاہور، طبعیہ کالج دہلی، دارالافتح

اعظم گروہ سے تعلق۔ اسے۔ انجمن ترقی اردو کے موجودہ سکریٹری سے پہلے آپ ہی اس کے سکریٹری تھے۔ یہ امر قابل اظہار ہے کہ مولانا اشہری صاحب مرحوم نے اپنی حیات میں مولانا شبلی مرحوم کی تحریک اور آپ کے اصرار سے اسی زمانہ میں مکمل و شایع فرمایا تھا۔ ایک زمانہ میں مولوی صاحب آرٹس سوسائٹی لندن کے فیلو بھی تھے۔ ان نواب فضیلت جنگ کی وفات کے بعد حضور پر نور کی نظر انتخاب مولوی صاحب پر پڑی، اور جب حضور کی یاد فرمائی پر آپ حیدر آباد تشریف لائے تو ۳۴ مراد ۱۳۲۵ء میں اس منصب پر پانچ سال کے لئے سرفراز فرما گئے۔ بعد ختم مدت کئی بار توسیع ہو چکی ہے، اور ہمارا خیال ہے کہ ابھی ایک عرصہ دراز کے لئے حیدر آباد کو آپ کی ضرورت ہے۔ اس عرصہ میں آپ نے جو اصلاحات صیفہ امور مذہبی میں فرمائی ہیں ان کے بیان کرنے کا ہمارے لئے یہ موقع نہیں ہے البتہ یہ کہہ دینا ہم ضروری خیال کرتے ہیں صدر الصدوری سے متعلق دو صیفے ہیں۔ (۱) صدارت العالیہ (۲) امور مذہبی۔ صدارت العالیہ خالص اسلامی صیفہ ہے، اور راست اعلیٰ حضرت کے ماتحت بلکہ امور مذہبی ایک عالمانہ صیفہ ہے، اور مالک محروسہ سرکار آصفیہ کا مذہبی نظم و نسق اس سے تعلق ہے۔ مولوی صاحب نے ان دونوں صیفوں کی اصلاح اور اجرائے کاریں اس توجہ سے کام لیا کہ بہ تقریب سالگرہ مبارک ہمارا جدی الحاج بزرگ و خسروی سے آپ کو صدر یار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔

نواب صدر یار جنگ بہادر جس وقت سے حیدر آباد تشریف لائے ہیں، یہاں کی علمی و ادبی جماعتوں پر آپ کی پاکیزہ سیرت کا عین نقش قائم ہو گیا ہے۔ جو تحریکات آپ کے حیدر آباد تشریف لانے سے پہلے موجود تھیں، یا جو آپ کے سامنے قائم ہیں، ان میں آپ نے علمی حصہ کے کمر ان کے نشو و نما میں قابل قدر بدو دی ہے۔ ایک زمانہ میں نواب عماد الملک مرحوم کے ذمہ جو ادبی فرائض سیرکاری طور پر تھے، وہ نواب صاحب موصوف کی پیرانہ سالی کے باعث کم و بیش آپ ہی کے سپرد ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں

جب ہماری دو کتابیں (اصول تعلیم و عظم اخلاق) آپ کی رائے کی عرض سے آئیں اور انھیں دیکھ کر اپنے موضوع میں آپ نے یہ عرض کیا کہ یہ دونوں کتابیں غور اور مطالعہ کے بعد لکھی گئی ہیں، تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ بجائے خود کسی کتاب کو غائر نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں، لیکن جب آپ نے اپنے ایک دوست کو تحریر فرمایا کہ کی علمی و ادبی نظر ضروری قابل قدر ہے، تو ہمیں اس کا یقین ہو گیا کہ ہم بھی آپ کے بزرگوار شاگرد کے سایہ میں ہیں۔

ابتداءً آپ جامع عثمانیہ کے معین (وائس چانسلر) تھے، اب اس کی مجلس اعلیٰ و مجلس رفقاؤ کے رکن ہیں۔ اسی طرح جامع مذکورہ کی مجلس دینیات کے امیر اپنی اس حیثیت سے کانو کنیشن سلسلہ ۱۳۳۵ء میں اس شعبہ کی صدارت فرما کر انعامات تقسیم فرما چکے ہیں۔ کیتھانہ اقصیہ کی مجلس ذیلی کے صدر اور مجلس انتظامی کے نائب صدر ہیں۔ اشاعت علوم کے صدر، اور دائرۃ المعارف کے رکن ہیں۔ ایک عرصہ تک مدرسہ نظامیہ کی مجلس کے صدر رہے، اور انجمن احترام اور اوقاف تبرک کے تو اب بھی صدر ہیں۔ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس انتظامی کو آپ کی صدارت اور انجمن اصلاح حالات مسلمانان کو آپ کی ریفرنس کا اثر و اقتدار حاصل ہے۔

۱۳۳۵ء میں اجلاس شانزدہم ندوۃ العلماء واقع مدراس کے آپ صدر بنے ہوئے تھے، اور خطبہ صدارت بھی طبع ہو گیا تھا، لیکن بوجہ علالت آپ کو اس میں شرکت کا موقع نہ مل سکا۔ البتہ اگلے سال جمادی الآخر ۱۳۳۶ء میں اجلاس واقع ناگپور کی صدارت فرمائی۔ اسی طرح ایک بار اور بمقام کھنوا اجلاس نوزدہم کی صدارت فرمائی۔ اگست ۱۹۱۸ء میں ممبئی راول نیشنل کانفرنس کی صدارت کے لئے پونہ میں اور نوجو ۱۳۳۷ء میں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کے لئے بلدہ میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان موقعوں پر

جو خطبات آپ نے ارشاد فرمائے، ان کی خوبی کا اعتراف تمام اہل نظر و ذائقہ
 حج بیت اللہ و رقعہ سلاطین کے موقعہ پر آپ کو حج خانہ کعبہ اور زیارت حرم مبارک
 نبوی کا شرف و افتخار حاصل ہوا۔

من حیث رئیس ضلع علیگڑہ نواب صدر یا ریگیگ بہادر کو دربار میں نشست
 ایکٹ اسلوس سے استثناء اپنٹل مجسٹریٹ کے امتیازات حاصل ہیں۔

نواب صاحب کو خداوند عالم نے دو فرزند عطا فرمائے ہیں۔ ان میں سے بڑے
 حبیب الرحمن خاں صاحب آپ کے غیاب میں جائیداد کا انتظام کر رہے ہیں، اور چھوٹے
 مسعود الرحمن خاں صاحب ابھی زیر تعلیم ہیں۔

چیف کمانڈر

آفسر الملک بہادر (لفٹنٹ کرنل نواب سر..... مرزا محمد علی بیگ) خلیفہ مرزا ولایت علی بیگ
مرحوم سائیدار بہادر۔ جس زمانہ میں آپ کے والد ماجد کنٹنٹ کے رسالہ سوم کے ہمراہ اورنگ آباد
میں قیام پزیر تھے، آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ آغوش وایہ سے نکل کر پہلے کرسی
نماں زین، زال بعد خوگیر پر سواری کی مشق شروع کی۔ ساتویں سال سے پے والد
کے ہمراہ شکار میں جانے لگے۔ آٹھویں سال برچھے کی جگہ بلیر ڈکیو کا، اور غالباً
اُسی زمانہ میں ہوائی بندوق کا استعمال شروع کیا۔ مگر اس کے غلط استعمال کے باعث
شفیق باپ نے اُسے واپس لے لیا، اور ایک ہفتہ کے لئے گھوڑے کی سواری بھی
موقوف کر دی۔ اسی زمانہ میں آپ نے تیندوے کا پہلا شکار پہاڑ کی چوٹی سے دیکھا تھا
مگر پچھ کے پہلے شکار میں سواری پہنچے۔

آپ کے والد ماجد نے ۱۲۳۳ھ میں قضا کی، اور حسب وصیت کرنل نور محمد علی بیگ
آپ کی تعلیم و تربیت کے نگران مال قرار پائے۔ انہوں نے حق دوستی پورے طور پر
ادا کیا، اور آپ کی جانب اس قدر متوجہ رہے کہ جب آپ ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں
میں سرکار کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے تو اپنے ذریعہ کے انجام دینے کیلئے
ہر طرح تیار تھے۔ ملازمت کے وقت اپنے والد ماجد کے رسالہ میں داخل ہوئے تھے، آغاز
۱۲۸۶ھ میں اُن مرحوم کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس کے بعد ہی اپنی رحلت کے پہلے
ترب کے کماندار مقرر ہو کر آبد میں متعین کئے گئے۔ ۱۲۸۷ھ میں دربار قیصر کے

کرنل سرزا الملک
بہادر

موقعہ پر حضرت غفرانکمان کے بدرقہ کی خدمت اپنے سواروں کے ساتھ انجام دی تھی۔
 (۱۲۹۶ھ) میں سرپرچرڈ میڈ اور سر سالار جنگ اعظم بہ تقریب دورہ اورنگ آباد
 تشریف لے گئے تو رسائی دار محمد علی بیگ تانخ فوجی میں پہلی مرتبہ اپنے رسالہ کی
 کمان پر، اس کے کمانڈنگ افسر کی علالت کے باعث، مقرر ہوئے۔ چونکہ آپ کا
 فوجی دستہ سالار جنگ کے ساتھ متعین تھا، اس لئے اس مردم شناس مدبر کو آپ کی
 فراست و جانفشانی کے اپنی ذات سے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ اسی موقعہ پر انہوں نے
 آپ کو حضرت غفرانکمان کے اثناف میں مقرر کرنے کا تصفیہ فرمایا تھا۔

لیکن اُس زمانہ میں آپ کے رسالہ کو جنگ افغانستان میں شریک ہونے کا حکم
 مل چکا تھا، اس لئے آپ نے احباب کے اصرار کے باوجود سپاہیانہ آن بان اور شرفیاء
 نشان سے کام لیا، اور دوسرے رفقاء کے ساتھ عازم میدان جنگ ہوئے۔ اس
 موقعہ پر اپنے رسالہ کے تیسرے دستہ پر کمانڈر مقرر ہوئے تھے، اور آپ کی فوج سے
 جیکب آباد ریلوے کی حفاظت، اور ان اطراف کے من چلوں کی سرکوبی کا کام
 لیا گیا تھا۔ واپسی کے بعد جب ایما سالار جنگ اول، حیدر آباد آئے کی تیاری کی۔ موقع کے
 مناسب حال انسران کینیٹھ کی جانب سے ایک نفرتی پیالہ تحفہ دیا گیا تھا۔

۲۸ محرم ۱۲۹۷ھ کو داخل حیدر آباد ہو کر اگلے روز سالار جنگ کی خدمت میں نال
 نواب شمس الامرا امیر کبیر کی جناب میں پیش ہوئے۔ حضرت غفرانکمان کے حضور میں ہجرت
 عشر شریف نذر پیش کرنے کی عزت حاصل کی، اور اس کے بعد صاحب عالی شان سے
 ملاقی ہوئے۔ اسی ہفتہ کے اندر آپ نے حسب ہدایت کپٹن کلارک حاضر ہونا شروع
 کیا۔ جب کبھی حضرت باہر تشریف لے جاتے، آپ بھی ہمراہ رکاب سعادت ہوتے۔
 اگلے سال نوب سالار جنگ اول نے حضرت کی سواری کا انداز درست کرنے کی
 غرض سے حویلی قدیم میں ایک تربیت گاہ قائم فرمائی۔ اس کا اہتمام آپ کے سپرد ہوا۔
 اُس تربیت گاہ میں نواب حفص جنگ مرحوم، نواب نیر اسلمک مرحوم، اور نواب عیاد خان

شریک کئے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ تنگ اندازی اور نیزہ بازی کی اجازت بھی ہوئی۔ اس فرض کو انیس سال بعد حضرت کے ولیمہ کے ساتھ آپ نے انجام دیا ہے۔ حضرت غفرانک ان کے مصاحب آپ سرفراز میں مقرر ہوئے۔ اور ایشیت سے اوائل سن ۱۳۱۵ء میں حضرت کے سفر کلکتہ میں رکاب سعادت کے ہمراہ رہے حضرت کے دربار تحت نشینی کی تقریب میں اسی سال خانی و بہادری کے خطاب اور دوسرے اعزاز کے ساتھ سرفراز ہوئے۔

حیدر آباد آنے کے بعد مرزا محمد علی خاں بہادر کے مشاغل فوجی میں غلغلہ واقع ہو گیا تھا۔ یہ جمادی الاول سال مذکور کی بات ہے کہ افسر جنگ کا خطاب اور گولکنڈہ لانسیرس کا جائزہ عطا ہوا۔ اس زمانہ کے جوانوں کی تعداد اُس زمانہ میں زیادہ نہ تھی، مگر تھوڑی سی مدت میں سواروں کی تعداد تین سو تک پہنچا کر انہیں باقاعدہ فوج کے موافق بنادیا۔ مدار المہام وقت نواب عمار السلطنہ مرحوم نے ایک پلیٹن اور ایک توپخانہ کا اضافہ فرما کر پورا بریگیڈ بنانے کی اجازت بارگاہ خسروی سے حاصل کی، اور سرسبز گوند پور سے اول و دوم پلیٹن کو گولکنڈہ لانسیرس کے ساتھ شریک فرما دیا۔ اس موقع پر نواب افسر جنگ بہادر نے سپاہیوں کی ہر قسم کی حالت درست کرنے کی جانب توجہ کی، اور تقریباً آٹھ ہینے کی محنت میں پورے بریگیڈ کو فوجی ساز و سامان سے آراستہ کر دیا۔ مزین ملک میں سے نواب فیرالکاک مرحوم نے کپٹن، اور نواب عمار السلطنہ مرحوم نے میجر کے اعزاز کی تہہ رنیک قبول فرمائے، اور حضرت غفرانک ان نے اس فوجی جمعیت کی کرنل قبول فرما کر اس کی تاریخ میں مفید اضافہ فرما دیا۔ رفتہ رفتہ جمعیت نظام محبوب، اور پرنس باڈی گارڈ آپ کے تفویض ہوئے۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد تمام فوج باقاعدہ کے کمانڈر مقرر ہو گئے۔ چیف کمانڈر کا اعزاز حضور پر نور کا عطا کر دیا ہے۔

محمود سن ۱۳۱۵ء میں نواب فیرالکاک بہادر نے اپنی فوج سے نواب سلطان نواز جنگ جھدار عرب کے سپاہیوں کو مغلوب فرمایا۔ اسی سال امیر عبد الرحمن خاں کی سیاست ہند

موقعہ پر دوسرے حامدین حیدر آباد کے ساتھ دربار اولہندی میں شرکت فرمائی، اور وہاں سے فوجی استحکامات ملاحظہ فرمانے کی غرض سے درہ خیبر تشریف لے گئے۔

سنہ ۱۳۰۵ھ (م ۱۸۸۵ء) میں افغانستان جانے کی غرض سے برطانوی مشن کے ارکان میں آپ بھی نامزد ہوئے تھے، لیکن بنگالیکہ سپاہ کی مہم روانہ کئے جانے کے پیش مشن کی روانگی ملتوی ہو گئی۔ آپ شملہ پہنچ چکے تھے، اس لئے ایڈیکانگ کی حیثیت سے جنرل مک وین کے اسٹاف کے ہمراہ روانہ ہوئے، اور بعد ختم کار تقریباً ایک مہینہ میں وطن واپس ہوئے۔

سنہ ۱۸۹۰ء میں سبوری کالمیشن آپ کو پیشکاہ ملکہ معظمہ وکٹوریہ سے عطا ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۹۱ء (م ۱۳۱۰ھ) میں سرحدی حفاظت کا مسئلہ گورنمنٹ ہند کے پیش نظر آیا اور حضرت غفراننگار نے بہ نظر پیش بینی اپنی جانب سے ساٹھ لاکھ کی رقم عطا فرمائے گا اعلان فرمایا تو گورنمنٹ کی جانب سے رقم مذکورہ کو فوجی جمعیت کی شکل میں تبدیل کر کے تحریک ہوئی۔ حضرت نے اپنی اُس وقت کی فوج میں سے دو سالے اسپرٹل سرورسٹوں کے نام سے موسوم فرما کر اُن کی استناد کا کام میجر نواب امیر خٹک بہادر کے تفویض فرمایا۔ فوج باقاعدہ نواب صاحب کی توجہ سے پہلے سے تیار ہو چکی تھی، لہذا اس موقع پر صرف نام کا تغیر عمل میں آیا۔ لیکن آپ اُس وقت سے اب تک اُس کی ترقی میں کوشاں ہیں۔ اس حفاظتی فوج نے مختلف رزمگاہوں میں جو کار نمایاں کئے ہیں، فوجی تاریخ میں امید کہ آپ کے نام کے ساتھ ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ (م ۳۰ ستمبر ۱۸۹۴ء) کو نواب امیر خٹک بہادر نے عساکر آصفیہ کے اندروں اور سپاہیوں کے بچوں کی تعلیم کی غرض سے بمقام ملک پٹھان مدرسہ آصفیہ قائم فرمایا، جو ہنوز میجر ممتاز باہر الدولہ بہادر کے زیر اہتمام قابل اطمینان طریقہ پر سالانہ سال مذکور میں آپ کو امیر الدولہ کا خطاب سرفراز ہوا تھا۔ سنہ ۱۸۹۵ء میں آپ نے کراچی یہاں کل حیثیت سے ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے جشن جوبلی میں بمقام لندن شرکت فرمائی تھی

جہاں آپ کو سی، آئی۔ اسی کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی تھی۔ آپ کے اس زمانہ کے واقعات میں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے ۱۷۹۶ء میں یقیناً ۱۷۹۶ء سے حضرت غفرانکماں کے جانشین کو حویل قدیم میں نشانہ اندازی کی، اور ۱۷۹۶ء سے گلبرہ شریف میں نیزہ بازی کی مشق کرانی شروع کی۔

جنگ چین میں شرکت کرنے کی غرض سے آپ اگست ۱۷۹۰ء میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپ کی ڈیوٹی جنرل کمین کے اسٹاف میں تھی۔ اس مہم سے اوائل ۱۷۹۱ء میں آپ بافتح دیرزی واپس ہوئے تو بغرض شرکت دربار تاجپوشی ملک معظم اڈورڈ ہفتم آپ کو لندن کا سفر اعلیٰ کرنا پڑا۔ وہاں سے واپس آنے پر بہ تقریب دربار عید اضحیٰ افسر الملک کا خطاب آپ کو پیشگاہ حضرت غفرانکماں سے عطا ہوا تھا۔ دربار تاجپوشی دہلی میں بھی آپ نے مہمان شاہی کی حیثیت سے شرکت فرمائی تھی۔ کے سی آئی اے کا خطاب اور ہفتم دکن ارس کی لفٹنٹ کرنل کا اعزاز آپ کو ۱۷۹۰ء میں عطا ہوا تھا۔ ایم وی او کے خطاب سے آپ اس سے قبل مفتخر ہو چکے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ کی اعزازی مصاحبت آپ کو ۱۷۹۱ء میں حاصل ہوئی تھی۔ جنگ عظیم میں مصر و فرانس جا کر آپ نے اپنی فوج کے ساتھ شرکت فرمائی تو سر جان فریچ کے اعزازی مصاحب ہونے کی عزت بھی حاصل ہو گئی۔

میدان جنگ سے واپس ہوئے تو ۱۷۹۱ء میں چیف کمانڈر کا منصب جلیلہ آپ کو باگاہ حضور پر نور سے مرحمت ہوا۔

کرنل نواب سرائر الملک بہادر کی دوسری سیاحتوں کے منجملہ حجاز و عراق کے سفر بھی ہیں۔ زیارت عتبات عالیات کی غرض سے آپ ۱۷۹۵ء میں عراق اور حج و زیارت کی غرض سے ۱۷۹۵ء میں حجاز تشریف لے گئے تھے۔ لیکن چونکہ مدینہ طیبہ میں زیادہ قیام کا موقع نہ ملا تھا، اس لئے ایک بار اور اس نیک کی زیارت کی غرض سے ۱۷۹۵ء میں تشریف لے گئے۔

میسر نواب عثمان یار الدولہ بہادر کمانڈر افواج باقاعدہ انواب حامد یار جنگ
 بہادر صدر ناظم جنگلات ، اور میسر خسر و جنگ بہادر آپ کے موجودہ فرزند ہیں۔

مستبدین

(۱)

احمد نواز جنگ
بہادر

”احمد نواز جنگ بہادر“ رنواب سید احمد اللہ آپ کی پیدائش ماہ
اردی بہشت سال میں واقع ہوئی۔ دستور قدیم کے موافق تعلیم گھر پر شروع ہوئی،
مگر اُس کا خاتمہ گھر پر نہیں ہوا۔ جب آپ نے اُس وقت کے کتبیں درسیات سے فراغت
پالی تو مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے، جہاں انگریزی تعلیم حاصل فرمائی۔ اس کے بعد ہی
سول سروس کلاس میں شریک ہو گئے، اور وہاں اپنی قابلیت اور معاملہ فہمی کے جوہر
خوب ظاہر کھائے۔ سول سروس کلاس کے تمام ہمدرس طلبہ، اور اساتذہ ہمیشہ
آپ سے خوش رہتے تھے۔ امتحان میں کامیاب ہو جانے پر آپ سولین کی حیثیت
سے سرکار عالی کی سلاک ملازمت میں ۱۶ فروری ۱۹۱۶ء کو داخل ہوئے، اور ضلع
محبوب نگر میں متعین فرمائے گئے۔ یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ ابتدائے کار میں
مولوی سید علی حسن صاحب موعوم جیسے پختہ کار و جفاکش صاحب ضلع کی ماتحتی کا موقعہ
مل گیا، اور اس اتفاق نے آپ کی باقی عالمانہ زندگی پر ایسا اچھا اثر ڈالا کہ آپ ہمیشہ
کے لئے سرکار عالی کے مستعد اور کامیاب افسر شمار کئے گئے۔

سوم و دوم تعلقہ دار کی حیثیت سے مسٹر احمد اللہ مختلف حصص ملک میں اپنے
فرائض انجام دیتے رہے۔ حضور پرنس کے عہد مہدلت میں آپ کو ضلع اوزنگ آباد کی

اول تعلقہ داری عطا فرمائیں گئی، اور چھ مہینہ کے اندر ہی مستقل اول تعلقہ داری حیثیت سے آپ کا تبادلہ ضلع عادل آباد کو ہو گیا۔ اس ضلع کے آباد کرنے میں آپ نے بھی اپنے پیش رو کی طرح سعی بلیغ سے کام لیا۔ اس کے بعد جب وقت آیا تو بارگاہ خسروی سے صوبہ داری کا عہدہ جلیلہ آپ کو عطا فرمایا گیا، اور اس حیثیت سے آپ ورنگل اورنگ آباد میں کار فرما رہے۔ آپ کے دیرینہ تجربہ سے فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے آپ کو مستعدی ترقیات عامہ پر ترقی ملی، اور سرسید علیہ السلام کے حکم سے آپ بلکہ طلب فرمائے گئے۔

مستقر حکومت میں بہت کم لوگ ایسے ہوں گے، جنہیں آپ کے ان فرماؤں کا علم ہو، جو آپ نے من حیث تعلقہ دار و صوبہ دار مفصلات میں انجام دئے، اور ان رحم دلی و خدا ترسی سے خلق اللہ کی راحت کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ مالک کی نگاہ اور ملک کی خیالیں ہمیشہ آپ کا شمار زندگی رہا، اور جہاں کہیں رہے، رعایا آپ ہر جگہ خوش رہی۔ بارگاہ خسروی سے آپ کے انہیں خدمات شایستہ کے باعث سالہ میں آپ کو احمد نواز جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

(۲)

دو اختر یار جنگ پہاؤر و نواب لطیف احمد مینائی) خلف حضرت امیر
شاہ مرہیں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں بمقام رام پور
تعلیم و تربیت پائی، اور انہیں کے فیض صحبت سے علمی و عملی استعداد حاصل ہوئی
شہر کوئی کا شوق اہل عمر سے آپ کو ہے! چنانچہ اپنے والد ماجد کی ہمت ازاد
سے عہد فعلی میں مشاعروں کے اندر غزلیں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن خود آپ کی تہذیب
فن لطیف کی جانب شوق میں مبتدل ہوئی، اور آخر تخلص سے آپ نے شکر
شروع کیا۔ رسالہ دامن گلچین بھی اسی زمانہ میں آپ نے اپنے اہتمام سے ازہر

فرمایا تھا۔ رفتہ رفتہ آپ کے کلام کی شوخی و جہنگلی اور معاملہ بندی نے ارباب ذوق کے
 دلوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اور فقور سے ہی عرصہ میں آپ اپنے معاصرین کی مہذب
 اول میں داخل ہو گئے۔ ترتیب کلام کے لحاظ سے ہمارے نزدیک آپ کا درجہ پڑا ہے۔ آپ
 حضرت اختر کی نازل اٹھا کر دیکھیں گے تو یکے بعد دیگرے ہر شعر میں زور کلام نظر آئے گا۔
 منشی امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ^{۱۹۱۹ء} میں حیدر آباد تشریف لائے تو اختر
 و جلیل کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آئے۔ یہاں کے صاحبان ذوق نے آپ کو آنکھوں پر
 جگہ دی، اور اس سرزمین کے کہن سال شہوانے آپ کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔
 یہ وہ زمانہ تھا کہ اہل کمال کی تدرائیں کے لحاظ سے امر کی ڈیوڑھیاں سولی ہو چکیں
 تھیں۔ تا مگر ایک ایوان پیشکاری باقی تھا، حضرت اختر کو بھی وہیں جگہ مل گئی۔
 سرکار اصفیہ کی سلک ملازمت میں مددگار متمدن عدالت و کو تو الی کی حیثیت سے
 آپ ^{۱۹۱۹ء} دس سال تک داخل ہوئے، اور درجہ کی ترقیاں پا کر اول مددکاری کی
 خدمت تک پہنچے۔ وہاں سے سر مشیہ امور مذہبی کی نظامت پر منتقل ہوئے۔ یہ امر
 یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب صدر الصدور کی خدمت میں آپ من حیثیت مستشار و
 پیش فرماتے ہیں۔
 اختیار جنگ کا خطاب ^{۱۹۲۲ء} میں بارگاہِ خسروی سے عطا ہوا تھا۔

(۳۵)

اکبر یار جنگ
 بہادر

اکبر یار جنگ بہادر (نواب محمد غلام اکبر خاں) خلف احمد شیر خاں صاحب
 آپ کا تعلق آفریدیوں کے مشہور قبیلہ ملاخیل کی شاخ زرغون خیل سے ہے۔ آپ کے بزرگ
 فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں درہ خیبر سے اگر نواب محمد خاں غضنفر جنگ فرخ آبادی کے
 خلف اکبر قاسم جنگ کے آباد کئے ہوئے قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد میں آباد ہوئے تھے۔
 یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اسی عہد میں ہمارے مورث اعلیٰ حضرت سید احمد کبیر المروفت

برسید کبیر ترند سے وارد ہند ہو کر ضلع فرخ آباد میں سکونت پذیر ہوئے تھے، اور کبیر آباد
ضلع فرخ آباد حضرت جس کے نام نامی پر آباد کیا گیا تھا۔ ضلع مذکور کے دوسرے نصیبان
میں حضرت کے اخلاف اور متبعہ اصلاخ میں آثار خیر پائے جاتے ہیں۔ اب ہم نصیب
پہلو ند ضلع اٹاواہ کے متوطن چند پشت سے ہیں۔

خود آپ کی پیدائش ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ میں قصبہ گوجر خاں ضلع راولپنڈی میں
ہوئی، جہاں آپ کے پدر بزرگوار انسپکٹر پولیس تھے۔ آپ کی تعلیم کا وقت آیتا تو اس وقت
آپ کے والد ماجد اور دوسرے معلمین نے وطن ہی میں انجام دیا۔ لیکن عربی و فارسی
درس کی تحصیل مسئلہ ف میں اورنگ آباد تشریف لاکر فرمائی، اور وہیں بقدر ضرورت
انگریزی ادبیات کی تحصیل کی۔ یہ امر قابل اظہار ہے کہ توفیق الہی شامل حال ہوئی اور
آپ نے استاد سے زیادہ اپنے مطالعہ پر اعتناء فرمایا۔ اسی عرصہ میں قانون کی کتابیں
بھی مطالعہ فرماتے رہے اور مسئلہ ف میں درجہ سوم کا امتحان پاس کر کے اورنگ آباد
میں وکالت شروع کر دی۔ شہر پور مسئلہ ف میں اسی غرض سے بلکہ تشریف لائے، اور وکالت
وکالت درجہ دوم میں کامیابی حاصل فرمائی۔ وکالت درجہ اول کی سند آپ کو آذر ۱۳۰۵ھ
میں ملی، اور بلا جواز تاخیر آپ نے اپنے کام کو مجلس عالیہ عدالت تک وسعت دی اور
موقعہ پر آپ نے اس محنت اور نیک نفسی سے کام کیا کہ حقوڑے ہی عرصہ میں آپ کا
ہائیکورٹ کے سربراہ وہ وکلاء میں ہونے لگا۔

حمید آباد میں یہ کامیابی اس قدر بڑی کہی جاسکتی ہے کہ اس سے زیادہ کی دنیا
کسی وکیل کو مشکل ہو سکتی ہے۔ لیکن ابھی غزو و قار کی کئی منزلیں آپ کے لئے باقی
وہ بھی خدا نے آسان کر دیں۔

اپنے پیشہ کی ضرورتوں کو نظر انداز کئے بغیر اس دوران میں آپ نے
چیشہ علمی و ادبی مطالعہ کی غرض سے ضرور نکالتے رہتے تھے، اور کبھی آپ کو اپنی
کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کی خاطر بھی وقت دینا پڑتا تھا۔ آپ نے اپنے

دکلا، کے دلوں کو مسخر فرمایا تھا، اور آپ کی ذات سے اُن کی مجلس کی رونق ہمیشہ دو بالا ہوتی رہتی تھی۔ اسی وجہ سے دکلا کی موقر جماعت نے تین بار آپ کو اپنا قائم مقام بنا کر مجلس وضع قوانین میں بھیجا تھا۔ مسئلہ فہم آپ نے دکن لارپورسٹ کے نام سے ایک قانونی ماہواری رسالہ جاری فرمایا تھا، جو آپ کے زمانہ ادارت میں نہایت کامیاب رہا۔ چند سال تک آپ نے بلدیہ حیدرآباد میں صدر نشین کی نیابت کے فرائض بھی انجام دئے ہیں۔

مولوی غلام اکبر خاں صاحب کی وکالت کی ترقی اور اس پیشہ میں آپ کی کامیابی کا حال سچ ہمایونی تک پہنچا تو بارگاہ خسروی سے آپ کو خور واد و سلاطین میں حیدرآباد ہائیکورٹ کی رکنیت پر سرفراز فرمایا گیا، اور دوران رکنیت میں مستعد و شیعہ کیشنوں میں شرکت کی عزت بھی بخشی گئی۔ مستمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے عہدہ جلیلہ پر آپ کا تبادلہ بہمن مسئلہ فہم میں ہوا، جبکہ رکنیت عدالت کے فرائض کو پانچ سال آپ نہایت نیک نامی و تن و ہی سے انجام دے چکے تھے اس عرصہ میں جو موقعہ آپ کو مل سکا ہے، آپ نے ہر طرح اپنے آپ کو اس منصب کا اہل و مستحق ثابت کر دکھایا ہے۔

ہم کسی جگہ بیان کر آئے ہیں کہ مولوی صاحب کو علی وادلی دچھپیاں ہمیشہ رہی ہیں، اور اب یہ بیان کر دینا ہمارے لئے ضروری ہے کہ آپ نے ملک کے مختلف ہفتہ وار و ماہوار اخباروں اور رسالوں کو اپنے رشحات قلم سے عرصہ تک سیراب فرمایا ہے، اور انسر، وگداز، و فادار، اور انتخاب لاجواب میں آپ کے مضامین ایک مدت تک سلیح ہوتے رہے ہیں۔ قانون و مذہب سے آپ کو ہمیشہ وابستگی رہی ہے اور سچ یہ ہے کہ اسی مذہبی چہان بین کی بدولت آپ کے قلب کے اندر ایک بڑا ہی انقلاب پیدا ہو گیا، اور آپ نے اپنے لئے ایک راستہ ڈھونڈ نکالا ہے۔

بہ تقریب عقد خوالی حضور پرنور مولوی غلام اکبر خاں صاحب کو اکبر بار جنگ کا خطاب

غرض سوال ۱۳۴۱ کو عطا ہوا تھا۔
نواب صاحب کے فرزند اکبر کا نام غلام احمد خاں ہے۔

(۴)

”پنچنا تھ صاحب“ (رانے.....) خلف یا پوچھد امی لعل صاحب۔ آپ کی ولادت ۲۱ دسمبر ۱۸۷۱ء کو بمقام بھنور واقع صوبہ سندھ ہوئی، جو آپ کا وطن ہے۔ پانچویں سال بمقام بنگا دہری ضلع انبالہ، ایک پنڈت جی کے پاٹ سالہ میں شریک ہوئے، اور دو سال میں ابتدائی حساب اور ہندی کی تعلیم ختم کر لی۔ ساتویں برس بھنور کے تحصیل مدرسہ میں داخل ہوئے، اور حساب و اردو زبان میں نمایاں ترقی کی۔ نویں سال بھنور کے انگریزی مدرسہ میں شریک ہو کر پانچ جماعتوں کی تعلیم ختم کی۔ گیارہ سال کے سن میں بریلی انیسکول میں شرکت کر کے مارچ ۱۸۸۵ء میں امتحان ٹرک میں، اور مارچ ۱۸۸۵ء میں امتحان انٹرنس میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کی، اور سرکاری وظیفہ پایا۔ الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان انٹرمیڈیٹ سے ۱۸۹۱ء میں اور امتحان بی اے سے ۱۸۹۳ء میں فراغت حاصل کر کے بریلی کالج میں تعلیم ختم کی۔ پرنسپل سڈن ونٹ اور پروفیسر اقبال کرشن شنارگی آپ کی جانب خاص توجہ فرماتے تھے، اور انہیں کی توجہ سے انگریزی ادبیات اور فلسفہ کثیر خاص پچھپی پیدا ہو گئی تھی۔ جولائی ۱۸۹۳ء میں میجر سنٹرل کالج الہ آباد میں شرکت کی اور ستمبر ۱۸۹۳ء میں ایل ایل بی، اور اپریل ۱۸۹۵ء میں ایم اے (ادبیات انگریزی) کے امتحانات میں کامیابی حاصل فرمائی۔

الہ آباد یونیورسٹی میں من حیث وکیل ۲۴ جولائی ۱۸۹۵ء کو داخل ہوئے، اور اسی سال اکتوبر میں مراد آباد کی عدالتہ میں ضلع میں وکالت کا کام شروع کیا۔ ابھی تصور دلوہ بھی نہ گزرا تھا کہ جنوری ۱۸۹۶ء میں آپ کو دفتر مجلس وضع آئین و قوانین و مشیر قانونی ملازمت مل گئی، اور سرکار اصفیہ کی سلک ملازمت میں داخل ہو کر آپ اُس وقت سے

سائے بھنا تھ صاحب

ایک تک اسی ایک سرشتہ میں اپنے فرائض انجام دیتے اور ترقیاں پاتے رہے اس زمانہ ملازمت میں ایک بار اول مدوگار مستند عدالت و کو توالی، اور دوبارہ دوم مدوگار مستند فیڈانس کے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ دیوان بہادر کرشنا چاری و طیفہ حسن خدیوہ اپنے منصب سے سبکدوش ہوئے، تو یکم اپریل ۱۹۲۲ء کو بارگاہ خسروی سے مستند مجلس وضع آئین و قوانین کے عہدہ جلیلہ پر اسے صاحب سرفراز فرمائے گئے۔

مستند بیچنا تھ کے دوران ملازمت میں حیدر آباد کے مشہور مقنن، مثل علی چٹم آنجہانی، نواب ہرمز جنگ آنجہانی، نواب حماد جنگ اول مرحوم، مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم، نواب سر بلند جنگ بہادر، نواب نظامت جنگ بہادر، اور دیوان بہادر کرشنا چاری صاحب نے آپ کی اعلیٰ قانونی قابلیت، انکسار، اور ذہانت کی ہمیشہ تشریف فرما رہی ہے۔

۵ امر آذر ۱۳۵۱ء کو نواب حماد جنگ بہادر اول مرحوم نے سرشتہ مجلس وضع آئین و قوانین کی خدمت کے علاوہ آپ کے سپرد لاکلاس کل لکچراری کا کام بھی کر دیا جس کو آپ ایک مدت تک انجام دیتے رہے۔ اس لحاظ سے آپ کے قانونی شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ ان میں اکثر اعلیٰ خدمات پر ممتاز ہیں، یا ملک کے سربراہ اور وہ دکھلا دیں ان کا شمار ہوتا ہے۔

رائے بیچنا تھ صاحب نے ذوق قانونی کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مذاق ابتدا ہی سے پایا تھا۔ اس لحاظ سے شرح مجموعہ کنابلہ فوجداری ارقام فرماؤں، جو عہدہ داران فوجداری و کو توالی کے لئے سرکار عالی میں خرید کی گئی۔ اس کے بعد اپنی قانونی تالیفات میں دھرم شاستر اور شرح مجموعہ تفریات کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور ان میں سے ہر ایک تصنیف پر آپ نے باب حکومت سے ہزار ہزار روپیہ صلہ حاصل فرمایا۔ آپ کی دوسری قانونی تالیفات سے (۱) اصول قانون (۲) قانون شاستر (۳) قانون دادرسی خاص (۴) قانون شہادت (۵) قانون معاہدہ (۶) مجموعہ تفریات

(۷) میعاد سماعت اور (۸) اصول دہم شاستر خاص، اور طلبہ کے لئے مخصوص ہیں۔
مسٹر جینا تھہ کو وید اور ویدانت سے قدرتی طور پر دلچسپی ہے اور اس باب میں
گیتا کی شرح پر اپنا زور قلم صرف فرمایا ہے۔ سرابندر ناتھ ٹیگر کی کتاب گیتا منجلی کا ترجمہ
آپ نے ششہ اردو میں کیا ہے، اور آپ کی یہی ایک کتاب ایسی ہے جس کے مطالعہ سے
باقی الحروف بھی لطف اندوز ہوا ہے۔

(۵)

”ذوالقدر جنگ بہاور“ (نواب..... مرزا ذوالقدر بیگ) خلیف نواب مرزا ملک
بہادر، سابق پیشی سکریٹری حضرت غفراننگانہ۔ ۳۰ ابرہج الاول ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں
روز چہار شنبہ کو بلدہ حیدرآباد میں ولادت واقع ہوئی۔ تعلیم کی ابتدا تودرسہ اعزہ میں
ہوئی تھی، لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی سینٹ جارجز گرامر اسکول میں داخل کئے گئے
جہاں سے ۱۸۹۳ء میں مدراس یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں کامیابی حاصل فرمائی
اس کے بعد حضرت غفراننگانہ نے مرزا ذوالقدر بیگ کی انگلستانی تعلیم کی بنا
بطور خاص توجہات شاہانہ کو کام فرمایا، اور پیش قرار تعلیمی ذلیفہ فرما کر ۱۸۹۴ء
میں اس وعدہ کے ساتھ انگلستان روانہ فرمایا، کہ بعد واپسی مساوی الموابہ خدمت ہو
آپ کا تقرر کیا جائیگا۔ یہ بات خاص طور پر قابل یادگار ہے کہ معاہدہ مذکور پر منجانب شاہ
وقت، نواب سردار الامرار حرم مدار المہام نے بہ نفس نفیس دستخط ثبت فرمائے تھے۔
انگلستان پہنچ کر مرزا ذوالقدر کرائسٹ کا کالج کیمبرج میں داخل ہوئے، اور ۱۸۹۶ء میں
بی۔ اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے قانونی تعلیم کو فراموش نہیں
فرمایا، اور ٹرینٹل ٹیمپل لندن میں شرکت فرما کر ۱۸۹۷ء میں بیرسٹری کے امتحان سے
ڈاغت حاصل فرمائی۔

اسی عرصہ میں آپ بہ تقریب سالگرہ مبارک پیشگاہ حضرت غفراننگانہ سے، جہاں کہ

ذوالقدر جنگ
بہاور

خطاب خانی و بہادری اور ذوالقدر جنگ سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۰۸ء میں نواب ذوالقدر جنگ بہادر حیدر آباد واپس تشریف لائے تو حسب معاہدہ آپ نے اردی بہشت سٹیشن میں نظامت سوم عدالت فوجداری بلکہ جائزہ حاصل فرمایا۔ اس خدمت سے سلسلہ بسلسلہ ترقی پا کر ۱۹۱۵ء میں ناظم اول فوجداری بلکہ مقرر ہوئے۔ رکیت عدالت عالیہ کے عہدہ جلیلہ پر آپ نے ۱۹۱۵ء میں ترقی پائی، اور اس منصب کے فرائض آخر ۱۹۱۵ء تک انجام دیتے رہے۔ سال ہڈوئیں وظیفہ پرسکدوش ہو کر لکھنؤ میں اقامت اختیار فرمائی۔

لکھنؤ کی اعلیٰ سوسائٹی میں ذوالقدر جنگ بہادر نے بہت جلد ہر لغزیزی حاصل فرمائی؛ یہاں تک کہ ۱۹۱۶ء میں جب اردو کانفرنس کا اجلاس زیر صدارت نواب سید نصیر حسین خاں خیال، لکھنؤ میں منعقد ہوا، تو آپ کو اس کی استقبال کمیٹی نے اپنا صدر مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ کی تحریک خلافت کو آپ کی سرپرستی کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے نہ صرف اس میں ضروری حصہ لیا، بلکہ ۱۹۱۹ء میں سنیاگرہ پریسی دل نیپر تقریر فرمائی کہ یہ بات لوگوں کے دل میں اثر کر گئی۔ اگرچہ آپ قومی و مسلمکی تحریکات میں علی حصہ لیتے رہتے تھے، لیکن ان مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ نے ادبی و تحقیقیوں کو فراموش نہیں فرمایا، اور اسپن کی ایک مبسوط تاریخ لکھ کر ان دن کی خدمت میں پیش فرمادی۔ سلسلہ خلافت پر آپ کے سنجیدہ مضامین محفل زمانہ میں نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، اور یہی حال آپ کے اس سلسلہ مضامین کا تھا، جنہیں آپ نے سر سالار جنگ اعظم پر رسالہ صبح امید لکھنؤ کے لئے قلمبند فرمایا تھا۔

جون ۱۹۲۱ء میں حضور پرنور کو اپنے قدیم توسل کی یاد آئی، اور توجہات شایانہ و مکارم ملوکانہ حیدر آباد علی ماہ اور مستندی عدالت و کو توالی دامو عارہ کی کرسی عطا فرما کر نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی عزت افزائی فرمائی۔ اس خدمت کے

فرائض آپ نے ایسی محنت اور اس نصفت شجاری و عالی وقاری کے ساتھ انجام دیے
کہ تھوڑے ہی عرصہ میں عاکم و محکوم دونوں کے درمیان اسی طرح ہر دل عزیز ہو گیا
جیسے چند سال قبل تھے۔ اس کے بعد چند سال حکم خاص مجلس عدالت میں رکنیت کے لئے
منصب پر ایک بار اور کار فرما رہے اور اب متحدی فوج کے عہدہ جلیلہ پر حسب ارشاد و ضروری
ممتاز نہیں۔

عشرہ محرم ۱۳۲۲ھ میں بمقام گلبرگہ شریف اہل اسلام و اہل اصنام میں ان ہی
ہو گئی تو حضور پور نے بطور خاص نواب ذوالقدر جنگ بہادر کو کمیشن تصفیہ کی صدارت
کی عزت عطا فرمائی تھی، اور حقیقت حال یہ ہے کہ نواب صاحب نے بھی اس موقع پر
تدبیر سے کام لیا تھا۔

نواب ذوالقدر جنگ بہادر کی شادی نواب جہاندار نواز جنگ مرحوم کی
سے ہوئی، جن کے بطن سے سات اولادیں ہیں۔ آپ کے واحد فرزند فرزند
عرف صادق مرزا نے کراٹھ کالج کیمبرج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے
سوا ایرسٹری میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے، اور اب برسر کار اور صاحب اولاد ہیں

(۶)

”صمد یار جنگ بہادر“ (نواب عبدالصمد) ہمیں آپ کی ابتدائی زندگی
کوئی اطلاع نہیں ہے، البتہ آپ کی زندگی کے وہ روایات ہم تک آئے ہیں، جو علیحدہ
کالج میں گزری تھی۔ کالج مذکور میں اساتذہ و طلبہ کے درمیان اپنی زندگی کا بظاہر
شان سے گزار کر آپ نے بی اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی سے کامیابی
فرمائی۔ کم و بیش اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ علیہ حضرت سرکار عالیہ جھو پال کو اپنی بہن
سے لئے چند انگریزی داں جواؤں کی ضرورت پیش آئی، اور امیدواران ملازمت
میں سے جن فاضل تحصیل لوگوں کا انتخاب عمل میں آیا، ان میں سے سر عبدالصمد

صمد یار جنگ
بہادر

اور مسٹر طفر عمر بھی تھے۔

سرکار بھوپال کی سلک ملازمت میں داخل ہو کر مسٹر عبدالصمد نے غیر معمولی پچاسی کے ساتھ کام کیا، اور بھوپال کی سوسائٹی کو اپنی پاکیزہ سیرت سے عقوڑے عرصہ میں سحر فرمایا۔ اور آخر ۱۹۰۸ء میں جب ہم علیگڑھ کے فرائض پر بھوپال پہنچے تو سب سے زیادہ ہمیں اپنے میزبان مولوی سید نصیر الدین مرحوم معین الہام وقت کے سوا، جن دو صاحبوں سے مدد ملی تھی، وہ مولوی سید فضل رب خاں بہادر، اور مسٹر عبدالصمد تھے۔ آپ اس زمانہ میں محمد فوج، اور مالک و مملوک دونوں کے نزدیک مدد دہ تھے۔

سرکار عالیہ اپنے اس محنت کش و فاشعار ملازم کو سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے ہنر رکھتے، اور سرکار کی ان سیاحتوں میں ہند و بیرون ہند کی خصوصیت نہ تھی مسٹر عبدالصمد خاں نے دوران ملازمت بھوپال میں ایک سے زیادہ مرتبہ حیدر آباد کا سفر اختیار کیا تھا، اور سرزمین دکن اپنی جانب کشش کر رہی تھی۔ بالآخر آپ کا تقریر بارگاہ خسروی سے مستندی صیغہ صفت و تجارت کے لئے خرد و اعلا ۳۳ لاف میں منظور ہوا۔

صمد یار جنگ کا خطاب بارگاہ خسروی سے آپ کی وفائیکش کے صلہ میں عطا ہوا تھا۔

(۷)

علی نواز جنگ
بہادر

”علی نواز جنگ بہادر“ (نواب میر احمد علی) خلف میر و اعظم علی صاحب مرحوم۔ بتاریخ ۱۲۸۶ھ آپ کی ولادت بلوچ میں واقع ہوئی، اور یہیں آپ نے تعلیم کی ابتدا سینٹ جارجز گرامر اسکول میں فرمائی، جہاں امتحان ریاضی میں اول آنے پر شدت سے حاصل فرمائی۔ نواب عماد الملک مرحوم کا تنہا تمام مالک مدرسہ میں اول آنے پر پایا اور نواب اکبر جنگ مرحوم کا تنہا خود اپنے مدرسہ میں اول رہنے پر۔ زراں بعد آپ نے مدرسہ عالیہ پہنچ کر نظام کالج تک ترقی کی۔ آخر الذکر درس گاہ میں انٹرمیڈیٹ کامیاب ہو کر

بی۔ اے کی جماعت میں پہنچ چکے تھے، مگر شوق مطالعہ کے باعث آپ کو انگلستان جانا کی غرض سے سرکاری وظیفہ حاصل ہو گیا، اور آپ عازم سفر ہوئے۔ انگلستان پہنچ کر آپ نے وہاں کی فن تعمیر کی مشہور درس گاہ کو پرسنل کالج میں شرکت فرما کر تشریف طالب العلم خاص ناموری حاصل کی۔ جب امتحان کی نوبت آئی تو ہمارے اس طالب علم کا نام اس کالج کے تمام امیدواران امتحان کے اوپر تھا۔ اس موقع پر آپ کو کئی اعزاز حاصل ہوئے، اور ایف سی ایچ کی ڈگری مل چکی تو آپ حیدرآباد واپس تشریف لائے۔ یہاں آپ کو حسب قرار داد سابقہ سرکار عالی کی سلک ملازمت میں داخل کر لیا گیا۔

پرویشیزی اسٹنٹ انجینئر آپاشی کی حیثیت سے آپ کا ابتدائی تقرر محبوب نگر پر ہوا تھا، لیکن ستائیس روز کے بعد آپ مستقل اسٹنٹ انجینئر بنا کر گلبرگہ شریف روانہ کئے گئے۔ میدک اور ورنگل میں بھی آپ تقریباً تین سال تک اسی حیثیت سے قیام فرمے۔ ۸۰ برس پہلے سلسلہ کثرت کو کار خاص پر آپ کو حیدرآباد طلب فرمایا گیا، اور اس کے بعد سے آپ کو بلکہ ہی میں قیام کے موقع حاصل ہوتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے سپرنٹنڈنٹ صفائی اور مددگار صدر محاسب شاخ تفتیح تعمیرات کے فرائض بھی چند ماہ انجام دیے۔ آخر الذکر خدمت آپ نے سر جارج کیسن واکر کی تحریک سے پالی طاقی جو آپ کے کام کے بڑے قدردان تھے۔ اسٹنٹ سپرنٹنڈنگ انجینئر شاخ عام کی حیثیت پر آپ نے یکم اڈرست اسٹریٹ کو ترقی پائی، اور تقریباً ایک سال بعد آپ کا تبادلہ اسی خدمت پر شاخ آپاشی میں ہو گیا۔

اس زمانہ میں میر احمد علی صاحب نے سر دیو لیو آیر کے معا دن کی حیثیت سے عثمان ساگر اور آبرسانی حیدرآباد کی اسکیموں کا کام پڑی عرق ریزی کے ساتھ انجام دیا۔ یہاں تک کہ خود صاحب موصوف کو آپ کی کاروائی کا اقرار اپنی رپورٹ میں کرنا پڑا۔ ۱۹۲۲ء میں سپرنٹنڈنگ انجینئر کے عہدہ پر مرفوز رہے، اور ۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو

استقلال کی عزت نصیب ہوئی۔ اسی سال ۸۲۸ھ آبان کو مستمدی تعمیرات کے عہد پلیدہ بارگاہ خسروی سے ترقی پائی۔ چیف انجینئر کے فرائض کا اضافہ ۵۱۲ھ آبان ۲۲ھ کو ہوا۔ اپنے دوران ملازمت میں جو کام میر احمد علی صاحب نے کئے ہیں، ان میں سے عثمان شاہ و حمایت شاہ کے سوا، ویراوپلیرو ضلع و رنگل میں، نظام شاہ کے ضلع نظام آباد میں، مانیر ضلع کے عیم نگر میں، اور پورنا ضلع پر بھنی میں ہمیشہ آپ کے مساعی کو یاد لاتے ہیں۔ آپ پاشی کے جسدہ کام ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں، ان میں سب سے بڑا نظام شاہ ہے، جس پر تین کروڑ سے زیادہ مصارف عائد ہوں گے، اور تقریباً پونے تین لاکھ ایکڑ قبضہ کو سیراب کر سکے گا۔ ان کاموں کے علاوہ وہلی کا قصر شاہی بھی آپ ہی کی نگرانی میں تیار ہوا ہے۔ میر صاحب کے ان فرائض پر مستمدی تعمیرات شائع عام کا اضافہ آخر ۱۲۳۳ھ سے ہوا۔ اس کے سوا صرفاں مبارک میں چیف انجینئر کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔ اسی طرح ترقیات عامہ اور لوکل فنڈ آپ کے زیر اہتمام ہیں۔

میر احمد علی صاحب نے سرشتہ آبپاشی کے کام اور اس کی نگرانی میں جس عرق ریزی کے ساتھ حصہ لیا، اور اس صیغہ میں جس قدر ترقی آپ کی وجہ سے رونما ہوئی، اس پر مختلف ذرائع سے بارگاہ خسروی سے اظہار خوشنودی فرمایا جاتا رہا ہے۔ ان عطیات کے سوا جو مختلف اوقات میں آپ کو مرحمت ہوئے، علی نواز جنگ کا خطاب اس کی شہادت ہے کہ حضور پر نور کی نظر مبارک میں آپ کے کام کی بڑی قدر ہے۔

نواب علی نواز جنگ بہادر کا عقد ۱۲۹۵ھ میں نواب احمد نواز جنگ بہادر کی صاحبزادی سے ہوا تھا، جو حضرت غفران مکان کی ماموں زاد ہمشیر ہیں۔ آپ کی چار ذکور و اثنا اولاد میں سے میر فرخندہ علی اور میر محمد علی آپ کے فرزند ہیں۔

(۸)

”فخریہ جنگ بہادر“ (نواب نواز الدین احمد خاں) خلف خان بہادر غلام احمد صاحب
فخریہ جنگ بہادر

سابق رکن مال ریاست کشمیر بتایں ۲۲ مہینے ۱۲۹۲ھ اپنے وطن و جوگڑی ضلع جلدھر میں پیدا ہوئے۔ ہوشیار پور، جلدھر اور سیالکوٹ کے ہائی اسکولوں میں مدرسہ کی تعلیم پائی، اور علیگڑہ کالج سے بی۔ اے میں کامیابی حاصل کی۔ علیگڑہ میں سر تھیوڈور مارکین اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد خاص طور سے آپ پر استادانہ شفقت فرماتے تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے نلاحی کی جانب توجہ فرمائی، اور پانچ سال اس شغل میں گزارے، کچھ عرصہ تک سرکار عظمت ہمارے محکمہ سیاسیات میں کابل ایجنسی کے انڈر کلاڈ گزار رہے۔ انہیں ایام میں مرحوم امیر حبیب اللہ خاں بنرض سیاحت ہندوستان تشریف لائے، تو آپ کو خصوصیت کے ساتھ سرسہری میک موہن کی معاونت کی غرض سے مقرر کیا گیا، اور بعد ختم کار، گورنمنٹ ہند نے آپ کے قابل قدر مساعی کو تعریف کے ساتھ یاد فرمایا۔ اس کے بعد ریاست پٹیالہ میں بندوبست کا کام سیکھا، اور پھر مجسٹریٹ مقرر ہو گئے۔ بالآخر گورنمنٹ ہند کے سرشتہ فینانس میں آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خرابی صحت کے باعث آپ نے اپنے سابقہ شغل نلاحی کی جانب عود فرمایا۔

یکم فروری ۱۲۹۲ھ کو آپ کے خدمات سرکار انگریزی سے سرکار عالی کو منتقل ہوئے، جہاں من حیث مددگار صدر محاسب شاخ تنقیح تعمیرات عامہ آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اپنے فرائض کو آپ نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، اور سرشتہ مذکور کی ایسی اصلاح فرمائی کہ ۱۰۰۰ روپے سالانہ کو نائب صدر محاسب کی خدمت پر آپ کو ترقی دی گئی۔ ۱۶۰۰ روپے اور ۱۲۵۰ روپے کو منصرم صدر محاسب کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۲۰ مہر سال مذکور کو مستقل فرمائے گئے۔ معتمد سرکار عالی صیغہ فینانس کے عہدہ جلد پور آپ نے بتایں ۱۰۰۰ روپے اور ۱۲۵۰ روپے کو ترقی پائی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ کے خدمات شایستہ کے اعتراف کے طور پر بارگاہ خسروی سے آپ کی سہ سالہ مدت ملازمت سرکار عالی کو

ذلیفہ میں محسوب کئے جانے کی غرض سے منظوری صرف صدور لائی، اور اب آپ مستقل طور پر دولت آصفی کی سلاک ملازمت میں داخل ہیں۔

صدر محاسب مقرر ہونے کی تاریخ سے اس وقت تک مالیات سے متعلق حسبہ اصلاحات قلم و آصفیہ میں عمل پیر ہوئے ہیں، ان سب میں آپ کا مفید مشورہ شریک رہا ہے۔ اسی طرح سرکار عالی کی توفیر آمدنی کے باب میں بھی آپ کی رائے کو بڑا قابل ہے۔ سرکار عالی کے پرائیمری نوٹ آپ کے عہد صدر محاسبی میں اور کرنسی نوٹ عہد معتمدی میں جاری ہوئے، اور ان کے اجرا میں آپ کے ساعی لازمی طور پر شریک ہیں۔ آپ کو مالیات کے مستند کمیشنوں اور کمیٹیوں میں بہت سیل فرمان خسروی شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی، اور یہ عزت بھی آپ کے نصیب میں آئی کہ بعد ختم کار بارگاہ شاہی سے اظہار خوشنودی فرمایا گیا۔ ان تمام کمیشنوں میں آپ کی شرکت سے زیادہ دیر پا و مفید اثر سیلری کمیشن و کمیشن ٹائیم اکیمل کو ہوا، جس کے تجاویز بڑے محل آنے پر محاکم محروسہ کے درمادہ عمال اور افسران ماتحت کی تنخواہوں میں مستندہ اضافہ کے ساتھ امیدواران ملازمت کا معیار قابلیت بھی بلند ہو گیا۔

فخریار جنگ کا خطاب آپ کو ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ میں عطا ہوا تھا۔

نواب فخریار جنگ بہادر جامع عثمانیہ کے فیلو، اور جامع اسلامیہ کے رکن، اور کئی

علمی و ادبی تحریکات کے دلسوز معاون ہیں۔ خود اپنے گھر میں رواجی تعلیم کے ساتھ آپ کو اسلامی تربیت کا خصوصیت کے ساتھ خیال ہے، اور آپ کے فرزندوں میں سے ہر ایک اسلامی تربیت سے آراستہ ہے۔ ان کے نام علی الترتیب یہ ہیں: (۱) اشتیاق احمد (۲) اشتیاق احمد خاں (۳) رفیق احمد خاں (۴) توفیق احمد خاں (۵) عشاق احمد خاں

(۹)

”فصیح جنگ بہادر (نواب..... فصیح الدین احمد خاں) خلف عنایت حسین خان صاحب مرحوم
فصیح جنگ بہادر

سابق کو تو ال بدہ ۲۴ اسفند ۱۲۷۵ء کو حیدرآباد میں تولد ہوئے، اور یہیں تعلیمی
 مراحل طے فرما کر اُس منزل تک پہنچے جو حیدرآباد سول سروس کے نام سے شہرت عام کھتی
 ہے جب اس کو بھی قطع فرمایا تو یکم مہر ۱۲۹۷ء کو دفتر پولیسکل فینانس میں متین
 فرمائے گئے، اور ایک سال کی اُس مدت کے سوا جب کہ آپ احاطہ مدراس
 کے ضلع ارکاٹ میں کام سیکھنے کی غرض سے روانہ کئے گئے تھے، آخر آبان ۱۳۰۱ء تک
 دفتر مذکور میں متین رہے۔ تیرہویں صدی فصلی کے ختم ہونے میں ابھی دو دن باقی
 تھے کہ آپ اُس دفتر سے دفتر مستمدی مالگزار کی کو منتقل فرمائے گئے، جہاں آپ کلکٹر
 کے لئے زیادہ انتظار کرنا نہ پڑا، اور زائد سوم تعلقہ دار کی حیثیت سے ۱۱ مہر ۱۳۰۱ء
 نظام آباد پر تقرر ہو گیا۔ زائد سوم تعلقہ دار کی اور سوم تعلقہ دار کی خدمت پر حیدر
 میدک، اور پربھنی میں قیام فرما رہے۔ بید میں اُس وقت صوبہ داری قائم تھی،
 اس لئے صوبہ داری کے دفتر ہی میں سرکاری فرائض انجام دیتے تھے۔
 دوم تعلقہ دار کی منصرفانہ خدمت آپ کو ۱۱ مہر ۱۳۰۵ء کو ملی، جو آخر امداد
 قائم رہی۔ اس عرصہ میں آپ تقریباً دو ماہ تک مجلس مالگزار کی میں بھی متین رہے۔
 اس کے بعد ہم آپ کو ایک بار اور بیولین کی حیثیت سے ایک سال کے لئے حیدرآباد
 میں پاتے ہیں۔ زان بعد آپ بہ محاط ضرورت یکم شہر یور ۱۳۰۷ء کو بانسواڑہ کے منتقل
 دوم تعلقہ دار بنا کر روانہ کئے گئے، اور اسی حیثیت سے نزل میں بھی اقامت پذیر
 رہے۔ مدوگا مستمد مالگزار کی کے عہدہ پر آپ اس کے بعد حیدرآباد شریف لائے
 جہاں سے یکم مہر ۱۳۰۸ء کو محبوب نگر کی اول تعلقہ دار پر آپ نے ترقی پائی۔
 یہ سلسلہ اوزنگ آباد میں بھی قائم رہا، اور بالآخر وہ مبارک وقت بھی آ گیا کہ ضلع یور
 کی توجہ شاہانہ کے باعث ۲۱ مہر ۱۳۰۹ء کو آپ گلبرگہ شریف کی صوبہ داری
 کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ۵ مہر آبان ۱۳۱۴ء کو جب مسٹر کیفیلڈ نے رخصت حال
 کی تو تقریباً پانچ ماہ کے لئے آپ اُن کی جگہ صدر نظامت مال کے اہم فرائض کو منظر

انجام دیتے رہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ اس خدمت کی انجام دہی کے لئے اس موقع پر پہلی بار ایک دیرینہ کارملکی کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اپنے ان فرائض سے رغبت حاصل فرمائی تو زائد مستمال مقرر ہوئے، اور ۱۳۳۱ھ میں مستقل معتمد مال کا عہدہ جلیلہ آپ کو عطا ہوا۔ ایک تجربہ کار حاکم مالگزار کی حیثیت سے مولوی نصیح الدین انصاری صاحب کی قابلیت مسلم ہے۔

تقریب ساگرہ مبارک ۲۱ رجب ۱۳۴۰ھ کو بارگاہ خسروی سے آپ کو نصیح جنگ کا خطاب عنایت فرمایا گیا تھا۔

(۱۰)

کاظم علی صاحب (مولوی میسر.....) خلف سید پیر صاحب قادری۔ ۲۶ محرم ۱۲۶۹ھ بمقام ساگر (صوبہ متوسط) پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر، اور مدرسہ کی تعلیم سکندر آباد و مدرس میں پائی؛ جہاں مدرسہ اعظم سے ۱۸۶۹ء میں اول نمبر پر میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے لارڈ میئر کے ہاتھ سے شہزادہ ارکاٹ نواب عظیم جاہ کا عطا کردہ تمنا حاصل فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی وظیفہ مسابقت ملنے پر پریسڈنسی کالج میں داخل ہوئے مگر وجہ خرابی صحت حیدرآباد آنا پڑا، اور یہاں انجینئرنگ کالج میں شرکت کی۔ دوران تعلیم میں وظیفہ پاتے رہے، اور آخری امتحان میں دوسرے نمبر پر کامیاب ہو کر انعام حاصل کیا۔

مہتمم تعمیرات و صفائی راجپور کی خدمت پر ۱۴ ستمبر ۱۸۷۲ء (۱۷ رجب ۱۲۸۹ھ) کو ابتدائی تقرر ہوا، اور اسی حیثیت سے اورنگ آباد میں رہنے کا اتفاق پیش آیا۔ کارہائے تعمیر راجپور میں سے سرک مالوی و عید گاہ کو اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح شاہ آباد اور اسٹیشن راجپور کے بازار بھی آپ ہی کے تعمیر کردہ ہیں۔ اورنگ آباد میں رابعہ دورانی کے مقبرہ کی مرمت اور غار ہائے ایلور کی صفائی آپ کے زمانہ کو یاد دلائی ہے۔ اسی

بیر کاظم علی صاحب

موقعہ پر غار مذکور کی منزل زیرین برآمد ہوئی، اور صحن میں سنگین لاتی صبیح و سالم نکل آیا۔
ایلو راکہ جدید سڑک بھی میر صاحب ہی نے تیار کرائی تھی۔

میر کا نظم علی صاحب کا تبادلہ حیدر آباد کو ہوا تو آپ نے یہاں کی سڑکوں کو کشادہ
اور پختہ کیا، اور چار عیار کی مرمت اور محبوب چوک کی تعمیر کی تکمیل فرمائی۔ محلہ دارالشفاء
میں جینے کی کثرت ہوئی تو آپ نے اُس کے اسباب پر ایک مبسوٹ رپورٹ قبلہ بندوبست
یہ رپورٹ نواب حماد الملک مرحوم کے ملاحظہ میں پیش ہوئی تو اس کے مصنف کو نواب
سرسا لار جنگ اعظم کی خدمت میں باریاب ہونے کا موقعہ پیدا کر دیا۔ (اسی طرح مستند
کیٹی سر رشتہ صفائی کی حیثیت سے ایک دستور العمل تیار فرمایا، جو ہنوز نافذ ہے، عارضی
مجلس انتظام صرخاص مبارک کے مددگار مستند کی حیثیت سے اس رپورٹ کی تحریر
ترجمہ، اور طباعت کے کاموں میں بڑا حصہ لیا، جو لارڈ فرن کے لئے تیار کی گئی
تھی۔ اہم مواقع پر شہر میں تختہ بندی و روشنی کے انتہام کی ابتدا میر صاحب کے
زیر نگرانی حضرت غفران مکان کی تخت نشینی اور لارڈ ایجن کی تشریف فرمائی پر ہوئی
تھی۔ معزز مہمان نے اپنی مسرت کا اظہار یہ کہہ کر فرمایا تھا کہ اس سے قبل ایسی روشنی
کہیں نہیں دیکھی۔

مقوڑے عرصہ تک محکمہ مالگزار سی میں رہنے کے بعد واپس ہوئے تو دیکھا
کہ اندر حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر سماع خانہ کی تعمیر کا کام میر صاحب نے
ختم کر کے صدر مہتمم صفائی بلدہ کی خدمت پر ترقی پائی۔ اب آپ نے نالوں اور
نالیوں کی تعمیر کی ابتدا کی، نل اندازی کے کام میں سر رشتہ تعمیرات کو مدد دی
اور اشیاء خورد و نوش پر نگرانی میں سختی سے کام لیا۔ شہر میں سنڈاسوں کے بجائے
قد چمچے بھی آپ ہی کی ہدایت سے بنے، اور سرکاری پائخانے اور پیشاب خانے
تعمیر ہوئے۔ جائداد پر محمول بھی آپ ہی کے زمانہ میں قائم ہوا۔ شاہ وقت کا جشن
سالگرہ منانے اور اڈرس پیش کئے جانے کی رسم اسی زمانہ میں جاری ہوئی ایک

موقعہ پر تالاب میر جملہ کو طغیانی سے نقصان پہنچے اور بیرون یا قوت پورہ و دبیر پورہ کی آبادیوں کو متضرر ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، لیکن شبانہ روز محنت کر کے اپنے مخلوق کو نقصان سے بچا لیا۔

مولوی سید علی بلگرامی مرحوم کے کنارہ کش ہونے پر میر صاحب نے معتمدی تعمیرات پر ترقی پائی۔ اپنی معتمدی کے زمانہ میں آپ نے گتہ داروں کی طاقت کم کرنے اور نا اہل لوگوں کو تعمیرات سے باہر کرنے پر بہت زور دیا تھا۔ اسی طرح عمارات شاہی ملک پیٹھ کے نام سے جو رقم اٹھائی جاتی تھی اس کو بھی مسدود فرمایا۔ دریائے تنگبھدر اپر گورنمنٹ مدراس ایک بند قائم کرنا چاہتی تھی، مگر آپ کی بنیادی رائے پر حضرت غفرانک ان نے اس کو قبول نہ فرمایا۔ طغیانی رو دوسری (۱۹۰۷ء) کے وقت میر صاحب نے حسین ساگر اور اس کے اطراف کی آبادی کو نقصان سے بچا لیا، اور جو نقصان پل افضل گنج کو ہوا تھا، اُس کی درستگی اپنی نگرانی میں کرا دی۔ کوہ مولیٰ کی سڑک اور اس کے عمیق غاروں کو پُر کر کے صرف ایک شب میں اسکو قابل عبور و مرور فرما دیا تھا۔ عہد معتمدی میں میر صاحب مجلس وضع آئین و قوانین اور جوڈیشل کمیٹی کے رکن بھی رہے، اور چھ سال خدمت انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے تو مسٹر واکر نے صاف الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کر دیا کہ سرکار نے ایک لائق و کارگر اہل شخص کو ضایع کر دیا ہے۔

جمیدار آباد میں انجمنوں اور کلبوں کی بنا میر کا نظم علی اور آپ کے چند احباب کی سعی، اور آپ کے تیار کردہ دستور العمل کے موافق قائم ہوئی۔ انجمن فیض عام اور انجمن اخوان الصفا، جن کے آپ مستمد بھی تھے۔ تقریباً نصف صدی قبل کی قومی تحریکوں کو یاد دلاتی ہیں۔ ایک دارالتفریح بھی اُس زمانہ میں قائم ہوا تھا۔ موجودہ نظام کلب شاید اسی کے دستوری اصول پر قائم ہے۔ انجمن اخوان الصفا کی جانب سے رسالہ ادیب شایع کیا جاتا تھا۔ مولوی غفران علی صاحب مرحوم کے قائم کردہ ہستان لاطن

دکنڈر گارٹن) کے آپ بڑے معاون تھے۔ یہ درس گاہ مدت ہوئی مدرسہ عالیہ میں شریک کی جا چکی ہے۔ اسی طرح زنانہ تعلیم کے آپ ابتدائی معاون ہیں۔ نادیب تہذیب اور قرب قیامت میر صاحب کی دو کتابیں ہیں۔

شعبان ۱۲۹۲ھ میں میر کاظم علی کی شادی محمد زوی الدین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔ کئی بچے پیدا ہوئے۔ موجودہ فرزندوں میں سے مولوی احمد اللہ اور مولوی خدیوا الحق برسرکار اور صاحب اولاد ہیں۔

(۱۱)

”مکر امت جنگ بہادر“ (نواب محمد کرامت اللہ خاں) خلف حافظ حاجی محمد انعام اللہ خاں صاحب مرحوم۔ ۱۱ ستمبر ۱۸۷۷ء کو اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ چاروٹھا ہائی اسکول اور نظام کالج میں بی اے تک تعلیم پائی، اور آخر الذکر امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ مڈل میں انعام عماد الدولہ اور بیڈک میں تمغائے عماد الدولہ حاصل فرمایا۔ بی اے کے امتحان میں سائنس میں اول آئے، اور اس صلیہ میں اترل گولڈ میڈل اور نارٹن پر اتر پرایا۔ سٹرڈسن پرنسپل نظام کالج اور نواب عماد الملک مرحوم کی توجہ خاص طور پر اس زمانہ میں آپ کی جانب مبذول رہی۔ اور انہیں حضرات کی سعی سے آپ کو سرکاری ذیلیفہ حاصل ہو گیا۔ انگلستان میں آپ نے کوپرس ہل میں تعلیم پائی، اور تھان متقابلہ میں دوسرے نمبر پر آکر ایف سی ایچ کی اعزازی ڈگری حاصل فرمائی۔ آپ کے ہم درس طلبہ کا بیان ہے کہ مسٹر کرامت اللہ نے عجیب و غریب قوت حافظہ پائی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کا دستور تھا کہ کسی کتاب کو ایک بار دیکھ کر دوبارہ ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے۔

انگلستان سے واپس آکر سرکار عالی کی سلک ملازمت میں آپ تباہ ۱۹۳۳ء میں داخل ہوئے، اور اسسٹنٹ انجینئر شاخ آبپاشی کی خدمت پر محبوب نگر میں متین کئے گئے۔

نواب کریم بخش
بہادر

ایک سال بعد نلگنڈہ کا تبادلہ ہوا؛ جہاں سے تقریباً چار ماہ کی رخصت حاصل کر کے ہند
برطانیہ کے کارہائے آبپاشی کے سائنس و مطالعہ میں مشغول رہے۔ اس سے آپ کو
بڑا فائدہ ہوا۔ رخصت سے واپس آنے پر ۲۱ فروری ۱۹۳۱ء کو آپ نے کلکتہ
کی انگریجوں انجینیری کی خدمت پر ترقی پائی۔ اگلے سال ناظم تعمیرات شاخ آبپاشی کے
پرنسپل مددگار بنا کر حیدرآباد طلب کئے گئے۔ یہاں حسن کامگاری کی بدولت
درجہ میں ترقی ہوتی رہی؛ یہاں تک کہ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو مستقل مددگار شاخ عام
مقرر ہو گئے۔ منترم ناظم تعمیرات شاخ عام کا عہدہ آذر ۱۳۵۴ء میں ملا، اور ۲۲
اسفند ۱۳۵۴ء کو بارگاہ خسروی سے استقلال عمل میں آیا۔ اس خدمت پر چھٹی
و شریک معتمدی کا اضافہ تقریباً ساڑھے پانچ سال میں ہوا۔ اسی سلسلہ میں شاخ عام
شاخ آبپاشی سے جدا ہوئی تو ایک مدت تک اپنی عمر صرف آب و گل کرنے کے بعد
آپ معتمدی شاخ عام کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ معتمدی کارہائے ڈسے بیج بلن
وغیرہ پر آپ کا تقرر اواخر ۱۳۵۴ء میں ہوا۔

ان ایام میں مسٹر کرامت اللہ نے بنیر کسی منو و نمائش کے جو فرائض انجام
ہیں، ان کا علم آپ کے محکمہ سے باہر کے لوگوں کو بہت کم ہے۔ لیکن یہ امر مسلم ہے کہ
فن تعمیر سے متعلق آپ کے معلومات اور آپ کے تجربہ، نیز آپ کی جان فشانی کی بدولت
کار تعمیر میں عام طور پر ترقی رونما ہوئی ہے۔ مالک محروسہ سرکار نظام میں اب تک جس قدر
بڑے بڑے تعمیری کام ہوئے ہیں، ان میں سے ضلع نلگنڈہ میں آصف نگر آپ کی
ذاتی تعمیری یادگار ہے۔ مستقر حکومت میں عدالت العالیہ عثمانیہ اور حمایت انٹرنیٹ
کالج کی شاندار عمارتیں رود موسیٰ کے ایک جانب، اور عثمانیہ جنرل ہسپتال کی وسیع
ورفیع تعمیر دوسری طرف ہر آئندہ دروند کی توجہ کو اپنی جانب مائل کرتی ہیں۔ انکی
تجاویز میں آپ کے مفید مشورہ کو جو مرتبہ حاصل ہے، اس کا اظہار ہمارے لئے
غیر ضروری ہے۔ آپ کے عہد نظامت و معتمدی میں حیدرآباد کے اطراف سرکوں کا

جال بچایا جا چکا ہے، اور آپ ہی کے زمانہ سے اب مصلحت ملک کو کشادہ رکھ کر
ذریعہ پائے تخت سے ملائے کی کوشش بروئے عمل ہے۔ حضور شہزادہ ولیس کی تشریف فرما
بلدہ کے موقع پر آپ کو مجلس استقبالی کی رکینت کا اور اس کے بعد حسن کارگزاری کی بہت
حضور پر نور کی خوشنودی مزاج کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔

کرامت جنگ کا خطاب بہ تقریب شادی، بارگاہ خسروی سے ذیقعدہ ۱۳۱۱
میں عطا ہوا تھا۔

(۱۲)

کرتشما چاری صاحب (دیوان بہادر.....) ۳۰ رکتو پرستہ ۸۶ء کو پیدا ہوئے۔
سینٹ جاسفس کالج ترچنا پٹی سے قانون میں فیصلت حاصل فرمائی، اور اس کے بعد پریس
مہاج مدرس کی قانونی جماعت میں شریک ہو گئے۔ بی ایل کی ڈگری حاصل کر کے
اور ۱۸۹۱ء میں وکیل بن کر مدرس انٹیکورٹ میں داخل ہوئے، اور سٹرارڈلی نارٹن
مشہور بیرسٹر کے تحت ایک خاص مدت تک اس پیشہ کا کام سیکھتے رہے بیرسٹرن
ہی کی فرمائش پر حیدرآباد میں قیام پذیر ہو کر یہاں وکالت شروع کر دی تھوڑے
ہی عرصہ میں عدالتہائے سرکارین کے اندر آپ کا کام اسقدر مقبول ہوا کہ آپ نے
طبقہ وکلاء میں خایاں جگہ حاصل فرمائی۔ اب آپ کی شہرت اس قدر ہو چکی تھی کہ
کم و بیش تمام اہم مقدمات میں فریقین میں سے کسی ایک کی جانب سے آپ کے لئے
پیر دی کرنا ضروری تھا۔

۱۹۰۱ء میں سر ڈیوڈ بار نے آپ کو علاقہ ریڈینسی کا سرکاری وکیل اور پبلک ڈری
کیورٹر مقرر فرمایا۔ ۱۹۰۶ء میں پیشگاہ حضرت غفرانگان سے وکالت کی اجازت کے ساتھ
قلم و آصفیہ کے ایڈووکیٹ جنرل ولیم ریمبرس کے خدمات عطا ہوئے، اور ان صوبہ
کے حاصل ہوتے ہی آپ مجلس وضع آئین و قوانین کے غیر معمولی مستعد بھی قرار پائے۔

دیوان بہادر
کرتشما چاری صاحب

سے ۱۹۱۳ء میں مجلس مذکور کے مستقل متعدد مشیر قاضی کے خدمات پر ترقی پانے کے ساتھ ہی جوڈیشل کمیٹی کے فرائض انجام دینے کی عزت بھی حاصل فرمائی۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب کمیٹی مذکور کو انگلستان کی اسی قسم کی کمیٹی کے مائل تسلیم کئے جانے کا شرف و افتخار بارگاہ خسروی سے عطا ہوا تھا، اور ساتھ ہی کمیٹی کے کام کو انگلستان کی جوڈیشل کمیٹی کے مرتبہ پر پہنچا دیا گیا تھا۔ خود مسٹر کرشنا چاری کے کام کی مقدار اور اس کی خوبی کی شہادت ان قوانین سے بخوبی کی جاسکتی ہے، جو مجلس وضع آئین و قوانین نے منظور کئے، یا جو کام آپ نے جوڈیشل کمیٹی میں انجام دئے۔ اسی وجہ سے بطور انعام قدر افزائی بارگاہ خسروی سے آپ کو ایک سے زیادہ مرتبہ توسیع عطا ہوئی، اور اپریل ۱۹۱۴ء سے آپ کو وظیفہ حسن خدمت عنایت فرمایا گیا۔ چند ماہ کی آخری توسیع کے دوران میں آپ سے مسئلہ برار کا کام خصوصیت کے ساتھ لیا گیا تھا۔

دلی دربار ۱۹۱۱ء میں مسٹر کرشنا چاری سرکاری جہان کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے، جہاں آپ کو راجہ بھادر کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ دیوان بھادر کا خطاب سلسلہٴ مرحمت ہوا تھا۔

(۱۳)

نواب بہمدی جنگ
بھادر

”بہمدی یار جنگ بھادر“ نواب سید بہمدی حسین بگراہی (خلعت اصغر نواب
عماد الملک مرحوم ۱۲۹۰ھ شہر دیر میں آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ اس ملک کی روایتی
تعلیم اور اپنے والد ماجد کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کے بعد آپ عازم انگلستان
ہوئے؛ جہاں آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ حاصل فرمائی
بعد فراغ تعلیم وطن واپس ہوئے تو ابتدائی ایام میں علیگڑھ کے طلبہ داساتذہ، نیر
دیگر محبان تعلیم کو اپنے تعلیمی و ادبی معلومات سے آگاہ فرما کر مخطوطہ و ممنون فرمایا۔
مسٹر سید بہمدی حسین کی سرکاری ملازمت کی ابتدا صوبہ متحدہ میں ہوئی، اور آپ کا

ابتدائی تقرر وہاں کی صدر ہتھی تعلیمات پر عمل میں آیا۔ یہ واقعہ ۱۴ مئی ۱۹۳۶ء کو واقع ہوا۔ جہاں تک ہم اپنی یاد پر پھر وسہ کر سکتے ہیں، اُن اطراف میں آپ پہلے مسلمان (بلکہ غالباً پہلے ہندوستانی) تھے، جن کا انتخاب انڈین ایجوکیشنل سروس کے نئے عمل میں آیا تھا۔ تقریباً ساڑھے پانچ سال اُن اطراف میں کار گزار رہے ہوں گے کہ حضور پر نورؐ کے اپنے ایک رکن سلطنت کے فرزند کی یاد آئی، اور حیدر آباد طلب فرما کر بہ بھلائی بھلائی مددگار پولیٹیکل سکریٹری کی خدمت پر آپ کا تقرر فرما دیا۔ نائب مستمدی فینانس اور مستمدی تعمیرات عامہ کے مناصب پر آپ شہر دیر سٹاف میں فائز ہوئے۔ مسٹر سید اس مسودہ کار خاص پرائنگٹن تشریف کے گئے تو تقریباً سات ماہ تک آپ اُن کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ انہیں ایام میں صدارت کلبہ جامع عثمانیہ کنگن بھی زمانی، بلکہ چند روز منصرفانہ کار گزار بھی رہے۔ مستمدی سیاسیات پر آپ نے نائب مستمدی فینانس سے ہر اس قدر اختلاف کو ترقی پائی، اور مجر دو ماہ پس ہم کی مختصر مدت کے جب کہ آپ مستقل مستمدات و کو توالی و امور عامہ کے عہدہ جلیلہ پر منتقل فرمائے گئے تھے، مستمدی سیاسیات ہی پر کار فرما ہیں۔

مسٹر سید ہمدی حسین نے جو کام من حیث مددگار مستمدی سیاسیات انجام دیا، اس کا علم بیرونی دنیا کو نہیں ہے۔ لیکن اپنی دوسری حیثیتوں سے جن وقیع کاموں کو کرتے رہتے ہیں، ان کی خوبی کا اعتراف تمام اہل نظر کرتے ہیں۔ مستمد سرکاری کمیشنوں کے منجملہ کمیشن اضافہ ماہوارات میں آپ کی شرکت سے جو فائدہ افراد متعلقہ کو پہنچا ہے، اور آپ کے مفید مشورہ کا جو اثر ہوا ہے، اُس کا اقرار خود ماہرین فینانس کو ہے۔ تقریباً اسی زمانہ میں آپ کو بارگاہِ خسروی سے ہمدی یا رجنک کا خطاب عطا ہوا تھا۔

حضور شہزادہ ولیس کے ورود بلدہ کے موقع پر حضور پر نورؐ نے مراسم پزیرائی بجالانے کے لئے جو کمیٹی مقرر فرمائی تھی، اُس کی مستمدی کے فرائض نواب ہمدی یا رجنک بجا

سپر فرمائے تھے۔ نواب صاحب نے اپنے کام کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ ایک شاہ
بارگاہ خسروی سے اظہار خوشنودی فرمایا گیا، اور دوسری طرف آپ کے خدمات
شایستہ کا اعتراف خود شہزادہ ولیس نے ایک تحفہ عطا فرما کر فرمایا۔

سرکاری فرائض کی کثرت کے باوجود مہدی یار جنگ بہادر نے ملکی و قومی
خدمات کو فراموش نہیں فرمایا، اور جب کبھی موقع ملا، نہایت دلچسپی کے ساتھ مفید
عام کاموں میں عملی حصہ لے کر ان کو تقویت پہنچاتے رہے۔ حیدر آباد ایجوکیشنل کانسٹبل کا
مشہور حقیقہ صدارت آپ کے اسی قسم کے کاموں میں دلچسپی لینے کا اظہار کر رہا ہے۔
نواب صاحب کی شادی مرزا محمد علی خان صاحب وظیفہ یاب صوبہ دار ونگل کی
صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے سید ہادی حسین بلگرامی اولاد اکبر ہیں۔

(۱۴)

نواب نذیر جنگ
بہادر

”نذیر جنگ بہادر“ (نواب مرزا نذیر جنگ) خلیف اکبر مرزا قادیان صاحب
مرحوم، سابق اول تعلقہ دار سرکار عالی غرہ رمضان ۱۲۸۳ھ کو بمقام میرٹھ پیدا ہوئے۔ سات
سال کے سن میں اپنے والد مرحوم کے پاس اوزنگ آباد آئے، جو اس زمانہ میں وہاں کا
مندوبت انجام دیتے رہے تھے۔ اس کے بعد اپنے پھوپھا جان نواب محسن الملک مرحوم
کے پاس حیدر آباد آئے۔ نواب صاحب نے آپ کی تعلیم و تربیت خاص اپنی نگرانی میں
شروع کی، اور ذی علم معلم اور لائق اتالیق مقرر فرما دیے۔ اس زمانہ کے شہزادہ علی النور
مردانہ فنون، خصوصاً بانگ بنوٹ، شہسوار، تفنگ اندازی، نیزہ بازی وغیرہ کو
پسند کیا کرتے تھے، کتابی تعلیم کے ساتھ مرزا نذیر جنگ نے ان فنون میں بھی کمال حاصل
کیا۔ حیدر آباد سے فیض تعلیم علیگڑہ کو اس کے بعد روانہ کئے گئے، اور وہاں سرسید صاحب
مولوی سمیع اللہ خاں، مولوی شبلی، مولوی حالی، اور کئی بزرگوں کی صحبت کا شرف
آپ کو حاصل رہا۔ مرزا صاحب جیسے کسی زندہ دل طالب علم کا علیگڑہ کالج میں ہر نذیر جنگ

وہاں کے قدیم روایات سے ہے۔ چنانچہ آپ بھی تھوڑے عرصہ میں طلبہ کی روح دروں بن گئے۔ کالج کرکٹ ٹیم، جس کے آپ نائب کپتان بھی رہ چکے ہیں، آپ کے زمانہ میں شباب پر تھی۔ آپ کی ذات سے اس کو بڑی تقویت پہنچی۔ سب سے پہلے درجہ ۱۸۸۸ء (میں) علیگڑھ میں آپ کو سنسکریٹ کا طالبی تمنا حاصل ہوا تھا۔

اپنے والد ماجد کے انتقال پر آپ کو بلدہ واپس ہونا پڑا، اور ۱۸۸۷ء میں نظام گنج میں داخل ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ کی شادی نہایت شان و شکوہ کے ساتھ نواب میر محمد علی خاں مرحوم کی صاحبزادی کے ساتھ کی گئی، اور نواب محسن الملک نے اس موقع پر اپنے دل کے حوصلے خوب خوب نکالے۔

سرکار عالی کی سلک ملازمت میں مرزا صاحب ۲۴ مارچ ۱۸۹۹ء کو داخل ہو کر دیگر مستند مال (شیخ کوکلفند) کی خدمت پر مامور ہوئے۔ اس عہدہ پر ۲۲ مارچ ۱۹۰۱ء تک فائز رہے، لیکن اس عرصہ میں کئی بار عملداری سرپرٹانڈور اور اول تعلقداری بیدار اندیز، گلبرگہ و اورنگ آباد کے طویل المدت فرائض منصرمانہ انجام دیتے رہے، امر خور و اسٹاف کو آپ ضلع عثمان آباد کے دوم تعلقدار مقرر ہوئے، اور اسی حیثیت سے پربھنی میں بھی قیام فرمایا۔ حضور پر نور کے عہد مبارک میں آپ کے خدمات ۱۲ مارچ ۱۹۰۱ء کو علامہ صرف خاص مبارک کو منتقل ہوئے، جہاں صدر محاسبی و نظامت خارج کے مناصبت آپ ۲۷ مارچ ۱۹۰۱ء تک مامور رہے حضور پر نور نے صوبہ واری درنگل پر آپ کا تقرر فرمایا تھا، مگر چند روز بعد ۲۷ مارچ ۱۹۰۱ء کو بلدہ طلب زمانہ کر معتمدی قریح کے عہدہ جلیلیہ پر سرفراز فرمادیا۔

آخر الذکر خدمت کے اہم فرائض کے ساتھ ہی حسب قاعدہ معتمدی مجلس وزراء (کابینہ کونسل) کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ باب حکومت کی تنظیم جدید برائے عمل آئی تو ۶ مارچ ۱۹۰۱ء کو کابینہ کونسل کی ذمہ داریوں سے آپ کو سبکدوشی حاصل ہوئی، مگر ان کے بجائے محکمہ جات طبابت و علاج حیوانات آپ کے سپرد کئے گئے۔ اول

۳۵ء میں ذلیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔

نذیر جنگ کا خطاب آپ کو ۲۹ جمادی الاخر ۳۵۰ھ کو عطا ہوا تھا۔ نواب صاحب کو رکن رکین اسٹاف شاہی کا شرف و افتخار ایک مدت سے حاصل ہے، اور اس موقع خدمت کے فرائض اہم مواقع پر انجام دیتے رہتے ہیں۔ اپنی وفاتشاری اور اپنے مالک کی رضا جوئی کے باعث آپ ہمیشہ عطایاے شہیاری سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ راقم کو ایک عرصہ تک نواب صاحب کے ساتھ جہان کی حیثیت سے قیام پریرہ کر آپ کے صفات انسانی کے مشاہدہ کا ذاتی طور پر موقع ملا ہے، اور اس نے باوجود رفعت قدر کے آپ کو بڑا منکسر المزاج، فقیر دوست، اور اہل ملک کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ سامعی پایا ہے۔ نواب صاحب کی فقیر دوستی کی جو مثالیں راقم کی نظر سے گزری ہیں، ان میں گنبد فقیر ایک طرف، یدلہ کا کوئی صاحب دل ایسا نہ تھا، جس کی جانب آپ التفات فرماتے ہوں۔ منشی اسماعیل صاحب (المتوفی ۱۲۸۵ھ) کا ایک واقعہ اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔ آپ کی فرمائش پر راقم حضرت کے لئے آم کی فائشیں کر رہا تھا، اس خدمت کے دوران میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے پشت پر پہاڑ رکھ دیا ہے۔ مگر جیسے ہی چھری ہاتھ سے رکھی کہ وہ حالت غائب تھی۔ اسی موقع پر راقم اپنے دل میں میاں صاحب سے تبرک کا خواہاں ہوا، ان مرحوم نے ہاتھوں کو پاک کر کے تازہ فائشیں بطور تبرک عطا فرماتے وقت ارشاد کیا کہ یہ منہ اس قابل نہیں۔ سید کے شایان شان پاک اور صاف شے ہوا کرتی ہے۔

نواب نذیر جنگ بہادر جامع عثمانیہ حیدر آباد کے رفیق، جامع اسلامیہ علیگڑھ کے کورس کے رکن، اور کئی علمی و ادبی مجالس کے سرگرم معاون ہیں۔ زندہ ولی کے حقوق کی بدولت، آپ کے گھوڑے سا لہا سال سے بیٹھی، مدراس، پونا، بنگلور، اولی، اور حیدر آباد و سکندر آباد کی گھوڑوڑوں میں شریک ہوتے رہتے ہیں، اور کئی بار انعامی پیالے حاصل کر چکے ہیں۔ آپ تیر دست شکادی ہیں، اور کرکٹ ٹینس میں چمپئن رہے ہیں۔

ٹینس میں آپ کی سروس نہایت سخت ہو کر رہی ہے۔ اپنے اس شوق کے باعث آپ کو حضرت عفراننگان کے ساتھ ٹینس اور نیزہ بازی میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ بلکہ میں کریکٹ کے شوق کو میجر مرزا قادر بیگ کی معیت میں آپ نے از سر نو زندہ فرمایا ہے۔

نواب صاحب کی دوسری شادی نواب نادر جنگ مرزا طفیل علی بیگ مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، جو نہایت روشن خیال خاتون ہیں۔ آپ کے فرزندوں کے نام یہ ہیں: (۱) مرزا بشیر بیگ (۲) مرزا آہدی بیگ (۳) مرزا حسن بیگ (۴) مرزا قادر اور (۵) مرزا تقیہ بیگ۔ آپ کی پانچ صاحبزادیوں میں سے بڑی کی شادی نواب سید لشکر خاں صاحب کے ساتھ ہوئی، اور ایک صاحبزادی حضور پُر نور کے حوالہ نکاح میں دی گئی ہیں۔

(۱۵)

”نصیر حسین خاں خیال“ (نواب سید.....) خلیفہ نور و رحیمین خاں صاحب مرحوم آپ کے خاندان کے تاریخی حالات تو ہم جو بدولت ترک کرتے ہیں، البتہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تذکرۃ الاسلاف، تاریخ امرائے ہند و پنجاب، اور سیر المتاخرین میں آپ کے بزرگوں کا ذکر شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے، عظیم آباد میں آپ کا خاندان شاہانِ مغل کی عطا کردہ جاگیر آل تمغا کے انتظام کے لئے دہلی و پانی پت سے آیا، اور وہاں گھر بنا کر رہ گیا۔

نواب خیال

حضرت خیال کی ولادت ۱۲۵۷ء میں بمقام ٹپنہ واقع ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کے عالمِ سنہ سن میں داعیِ اجل کو لبیک کہا، اس لحاظ سے آپ کی دای صاحبہ نے اپنے اس فرزند کی تعلیم و تربیت کی ابتدا امیرانہ شان سے کی، اور شرفیاء و حضرات کے ساتھ اُن مغفلہ نے اس فرض کو تادم رکھا۔ نو عمر طالبِ علم نے طالبِ علمانہ زندگی میں

خود بھی فرق نہ آنے دیا۔ دستور قدیم کے موافق عربی و فارسی کی تعلیم تو لازمی تھی ہی، مگر انگریزی کی تحصیل بھی عالمانہ طور پر تکیہ لگئی۔ کہتے ہیں کہ فرانسیسی آپک نے خود سیکھی۔ اس کے علاوہ بیچاشا و ترکی سے بھی نا آشنا، اور لاطینی سے بیگانہ نہ رہے۔ بالآخر وہ وقت آگیا کہ اس زمانے کے علوم و ادب میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل ہو گئی، اور دس بارہ سال میں مختلف علوم و السنہ کے مطالعہ سے دماغ میں وسعت اور باریزوں میں قلیل رشک قوت آگئی۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں، عظیم آباد اُس وقت فضلا، کا مخزن تھا، اور قدردانانِ سخن کی بھی وہاں کمی نہ تھی۔ خود آپ کا خاندان ہنسوری و ہنر پروری میں ایک عظیم الشان تعلیم گاہ تھا۔ اس وجہ سے باہر کے فضلا و شعراء کا مجمع بھی اُس زمانہ میں کافی طور پر ہو جایا کرتا تھا۔ ان صحبتوں سے آپ نے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا، اور اب اپنی زبان کی ادبیات کی خدمت کرنے کی غرض سے آپ نے پورے طور پر تیار ہو کر مختلف حصصِ ہند کے سو قدر سال میں تباہ و تابہ مضامین لکھنے کی ابتدا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ اپنے آخری زمانہ میں سرسید احمد خاں کو جب آپ کے خیالات کا علم ہوا تو اُن مرحوم نے بھی حیرت کے ساتھ اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ حیدر آباد کا مشہور ماہواری رسالہ حسن اُس زمانہ میں سامنے ملک میں وقت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، اُس میں بھی آپ کے مضامین شایع ہوئے، اور داد و تحن کے طور پر آپ نے انعامی اشرفی حاصل کی۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ خود اپنے وطن کے اندر حضرت خیال کی پہلی بار آور کوشش ایک ادبی مجلس اور ایک ادبی رسالہ (ادیب) کی صورت میں (سنہ ۱۸۹۶ء میں جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی) ظاہر ہوئی۔ ادیب نام کے اور بھی چار رسالے، جو حیدر آباد و فیروز آباد، الہ آباد، اور لاہور سے جاری ہو کر مدت ہوئی ختم ہو چکے ہیں، ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ ان سب میں ادیب عظیم آباد کا انداز خاص تھا۔ اس کے ایک حصہ کے بعد ادیب

الہ آباد میں ”خالاؤں کا مارا آغا“ کے عنوان سے کئی مسلسل مضامین لکھ کر آپ نے نہ صرف اپنے لئے ایک خاص ادبی جگہ پیدا کر لی، بلکہ اُس رسالہ کے مرتبہ کو بہت بلند کر دیا۔

نوجوان عظیم آباد کی جو ادبی صحبت قائم ہوئی تھی، وہ زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہ سکی، کیونکہ تقریباً انیس سال کے بن میں، نواب انتظام الدولہ مرزا احمد بیگ مرحوم دختر کنیز ام سلبہ بیگم صاحبہ (متوفیہ ۱۹۲۲ء) سے آپ کی تبادلی بمقام کلکتہ ہو گئی یہ مقام کچھ ایسا پسند آیا کہ ٹھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے وہاں مستقل سکونت اختیار کرنے کا قصد فرمایا۔ حکومت ہند کے مرکز ہونے کے سبب سے کلکتہ میں وسیع مملکت کی ذہنی و علمی دولت سال میں ایک دو بار ضرور جمع ہو جایا کرتی تھی۔ ان جمعوں میں شرکت کرنے کے لازمی نتیجہ کے طور پر ملک کی متعدد تعلیمی و اخلاقی انجمنوں میں شریک ہونے کے لئے آپ کو مجبور کیا گیا۔ غالباً یہ اُسی زمانہ کا ذکر ہے کہ نواب محسن الملک مرحوم اپنے قومی دوروں کے سلسلہ میں بنگالہ پر بھی تاخت کر کے وہاں کے عمائدین کو اپنی جا دو بیانی سے مسحور کرنا شروع کیا تھا۔ اُن مرحوم سے آپ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو نہ صرف علیگڑھ کالج کا ٹرسٹی بنایا، بلکہ بنگال میں کام کرنے کی غرض سے اپنا قائد اعظم مقرر فرما دیا۔ حق یہ ہے کہ اپنے دوسرے شرکا کا..... خصوصاً مرحوم نواب بہادر ڈھاکہ اور نواب بہادر نواب سید نواب علی چودھری..... کی سمیت میں آپ نے تعلیمی تحریک کو آگے بڑھایا، اور یہ امر مسلمانان بنگال کے ذہن نشین کر دیا کہ نئی ضرورتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے جدید اسلحہ کی ضرورت ہے۔

اُس زمانہ میں بھی کہ نواب خیال مسلمانان بنگالہ کی تعلیمی و سیاسی خدمات میں مشغول تھے، آپ نے مطالعہ و ادبیات کو فراموش نہیں فرمایا۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۱۱ء تک مسلسل کتب بینی کر کے السنہ معلومہ کے ادب و تاریخ سے واقفیت

حاصل کرتے رہے۔ خود اردو زبان کی رفتار ترقی اور اس کی تدریجی تاریخ پر جو عبور حاصل ہوا، قدرتی طور پر اس کا تقاضا یہ ہونا چاہئے تھا کہ اپنی معلومات کو ضبط تحریر میں لے آئیں۔ چنانچہ اپنے وسیع حلقہ احباب کے بجد اصرار پر آپ اس کام کے لئے تیار ہو گئے، اور اردو کانفرنس ۱۹۱۶ء منعقدہ لکھنؤ کے بے نظیر خطبہ صدارت کی شکل میں نواب خیال کی اس معلومات کا ذخیرہ ہمارے سامنے آیا۔ سچ یہ ہے کہ اسی خطبہ کے ذریعہ عالم ادب کو اس کا علم ہوا کہ ہمارے ادیب الکاک کالب و لہجہ خاص ہے، اور آپ کے قلم کی زبان خاص ہے۔ یہ بیان کرنا خلاف موقع نہ ہو گا کہ داستان اردو کے اُس حصہ کو جس کا تعلق سرزمین دکن سے ہے، نواب صاحب کی مہربانی سے ہم اپنے رسالہ لسان الکاک میں شائع کر چکے ہیں۔ ہمارے بعد یہ سلسلہ علیگڑھ تک بھی پہنچا ہے۔

۱۹۱۷ء میں مسلمان طلبہ نے اپنی پہلی کانفرنس کلکتہ میں برپا کی تھی۔ اس موقع پر حضرت خیال کا خطبہ صدارت مسائل تعلیم پر آپ کے پاکیزہ خیالات آئینہ ہے۔

حیدرآباد سے نواب خیال کو بہت زیادہ تعلق رہا۔ سر علی امام اس قلم کے صدر اعظم مقرر ہو کر یہاں تشریف لائے تو اپنی مستعدی (سکرٹری شپ) کے لئے آپ کو منتخب کیا، اور آپ نے بھی اسے قبول کئے بغیر گزیر نہ دیکھی۔ لیکن اگلے سال استغفار دے کر عازم انگلستان ہوئے، جہاں چند خوشگوار مہینے سیڑ سفر میں گزارے۔ دوران سیاحت میں یورپ کے دوسرے ملکوں کو بھی دیکھا، اور واپسی پر مصر میں خصوصیت کے ساتھ قیام فرمایا۔ ولایت سے گھر آئے تو اپنے قدیم اشنال میں منہمک ہو گئے۔

آپ کی ظاہری اولاد میں تو سید امیر نواب علی ہے، لیکن فرزند ان معنوی میں داستان اردو اور اپنے اور دوسروں کے نام سے لکھے ہوئے متعدد مضامین

اور عطیات کے سوا ترک خیال بھی ایک نامور تھنہ ہے ، جس میں حضرت خیال کے
نمانہ کے اور آپ کے دیکھے ہوئے کئی سویشا ہیر ملک کے حالات درج ہیں ۔

(۱۶)

آغا محمد علی خان

آغا محمد علی خان صاحب (مولوی آغا...) خلف آغا جعفر سلطان صاحب۔ آپ کی ولادت بمبئی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد وطن سے اس زمانہ میں برہما تشریف لے گئے جب وہاں کے تخت پر بڑی خاندان حکمران تھا۔ ایک مدت بعد ہی تاجدار کی مصاحبت میں گزاری، مگر جب کتاب حکومت کا ورق آٹا تو انہوں نے بھی بعد وزارت نواب سالار جنگ عظیم حیدر آباد کا عزم فرمایا، اور یہاں مناصب شایستہ پر سے سرفراز کئے گئے۔ خود آغا صاحب کی تعلیم مدرسہ عالیہ میں ہوئی، اور آپ کی طالب علمانہ زندگی تقریباً تمام تر حصہ نواب عماد السلطنہ میر لائق خاں مرحوم اور نواب نیر ملک مرحوم کی محبت میں گزری۔

تعلیم سے فراغت حاصل کر کے ملازمت کی جانب مائل ہوئے تو امر اسفند پورہ کو توالی اضلاع میں اٹاپچی کی حیثیت سے سرکار عالی کی ملازمت میں فیل کئے گئے۔ ہستم کوتوالی کی حیثیت سے ملک کے تقریباً تمام حصص میں خدمت انجام دیئے کا موقع ملتا رہا، اور نظام آباد، محبوب نگر، پر بھنی، رانچور، تلکندہ، اطراف بلدہ، عثمان آباد، گلبرگ، مدھڑ وغیرہ میں خالص طور پر ہستم کوتوالی کے فرائض بجالاتے رہے۔ ۵۰ روئے سلف کو مددگار ناظم کوتوالی اضلاع کے عہدہ پر ترقی پائی، لیکن کوتوالی کا میدان آپ کے لئے زیادہ وسیع نہ تھا، اس لئے محکمہ مالگزار کی کو آپ کے فرائض منتقل کئے گئے، جہاں پکو ضلع پیر کی اول تعلقہ داری کے فرائض پہلے پہل انجام دیئے پڑے۔ اس کے بعد پیر سلسلہ میں آپ محکمہ مالگزار کی اول مددگار قرار پائے، اور درجہ کی ترقیاں پاتے ہوئے اوائل سلسلہ میں نیابت بھی ایک پہنچے۔ نواب نصیح جنگ مستمد مالگزار کی نے ۲۴ مرحوم کے رحلت زمانی تو بالطف شہر یاری اس منصب پر آغا صاحب کو ترقی حاصل ہوئی۔

آغا صاحب کی شادی میر ولایت حسین صاحب اول مددگار ناظم کوتوالی اضلاع کی ہمشیر سے ہوئی تھی ان کی بی بی جو اولاد ہوئی، انہیں آپ کے دو فرزند کپٹن امیر سلطان و مسٹر احمد سلطان کے لایز عہدہ دار ہیں۔

ارکان عدالتِ عالیہ

(۱)

نواب جبار یار جنگ
بہادر

”جبار یار جنگ بہادر“ (نواب مولوی سید غلام جبار) خلف مولوی سید علی حسن شمس۔ مولوی غلام جبار صاحب کا نام تو امیر حسن ہے۔ لیکن عرف نے خاص شہرت پائی۔ آپ کا وطنی تعلق سادات علی پور (بہیرہ) ضلع فقیر (ہسدرہ) ہے۔ ولادت ۱۲۷۲ھ میں واقع ہوئی۔ مولانا کمال الدین صاحب مولائی، بحر العلوم تاج العلماء مولانا سید علی محمد صاحب، اور ابراہیم حسنات مولوی عبدالحی صاحب سے علوم عربیہ عقولیات و منقولات کی تحصیل فرمائی۔ میٹرک تک انگریزی پڑھی، اور کلکتہ یونیورسٹی کا بیچلر پاس کیا۔ الہ آباد ہائیکورٹ کی وکالت کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی، اور بعد فراغ، مجلس عالیہ عدالت میں داخل ہو کر وکالت شروع کر دی۔ زمانہ وکالت میں آپ حیدر آباد کے کامیاب و ممتاز وکلاء میں شمار ہوتے تھے۔ اسی لحاظ سے آپ کا ذکر جمیل سمع اقدس تک پہنچا تو آپ کی درخواست کے بغیر، بارگاہِ خسروی سے سمت اور تنگ آباد کے میر عدل کا عہدہ عطا ہوا۔ یہ واقعہ ہر ۱۳۲۲ھ کا ہے۔ رکنیت عدالتِ عالیہ پر اس کے بعد ترقی ملی۔ زماں بعد میر مجلس مقرر ہوئے۔ دے ۱۳۲۲ھ میں وظیفہ حسن خدمت عطا ہوا۔ وظیفہ حاصل ہونے پر آپ آرام و سکون کی زندگی گزار رہے تھے کہ بہ لحاظ ضرورت چند ہفتہ کے لئے اوائل ۱۳۲۳ھ میں

ہائیکورٹ کی رکنیت پر فائز ہوئے۔ زان بعد غرہ جب سال مذکور کو جہار یار جنگ کے خطاب کے ساتھ رکنیت مجلس پایگا، وفار الامر اے پر سرفراز فرمائے گئے۔

نواب صاحب باوجود اپنی سرکاری و غیر سرکاری مشغول زندگی کے، ملک کی علمی و ادبی تحریکات سے ہمیشہ پمپی کا اظہار فرماتے رہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے جوبلی پیپر جاری کر کے عرصہ تک اُس کے ایڈیٹر رہے۔ رد نصاریٰ وغیرہ میں چند کتابیں لکھیں، اور مکتی فوج (سالوشن آرمی) کے واعظین سے مناظرہ کر کے اُن کے خلاف کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی طرح چند قانونی کتابوں کی شرحیں ضبطی تحریروں کی عتبات عالیات کا سفر اپنی وکالت کے زمانہ میں فرما چکے ہیں۔

نواب جہار یار جنگ بہادر کی دو شادیاں اور تین اولادیں ہیں آپ کے فرزند سید عسکری حسن صاحب بلدہ کے کامیاب بیرسٹر ہیں۔

(۲)

”جیون یار جنگ بہادر“ (نواب مرزا حیدر جیون بیگ) خلعت نواب مراد بہادر آپ کی ولادت بتایخ امر استغدیار سٹلف حیدر آباد میں وقوع پزیر ہوئی۔ سینٹ جارجز گرامر اسکول بلدہ اور اسکالرش ہائے اسکول ممبئی میں تعلیم پائی۔ پٹنہ میں انگلستان روانہ کئے گئے؛ جہاں تقریباً پانچ سال تک کرائسٹ کالج کیمبرج میں درس حاصل کر کے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری پائی۔ اسی پنج سالہ مدت میں لاٹرائی پاس اور ٹنکسن !ن میں بیرسٹری کے لئے سنی فرمائی، اور کامیاب ہو کر وطن واپس آنے پر مرزا جیون بیگ کا قصد تھا کہ بیرسٹری کریں، لیکن سرکار عالی کی ملازمت مل جانے پر اس خیال کو ترک فرما دیا۔ یکم ہمس سال سٹلف کونٹام دیوانی ضلع نانڈیڑ پر مامور ہوئے۔ اور اسی حیثیت سے اورنگ آباد میں بھی تمام فرمایا۔ درگھل کو آپ کا تبادلہ مددگار عدالت کی حیثیت سے ہوا۔ وہاں بھرجان چند دت

جیون یار جنگ
بہادر

جو آپ نے ناظم اول فوجداری بلدہ و ناظم دار القضاء بلدہ کے عہدہ پر حیدر آباد میں گزارے ایک مدت تک باہر قیام پذیر رہے۔ نظامت اول فوجداری بلدہ پر آپ کو دس سالہ فرائض میں ترقی ملی، اور اگلے چھینے میں نظامت صدر عدالت مدوہ میدک پر ترقی پائی۔ اس عرصہ میں مولوی سید محی الدین صاحب مرحوم سابق میر جلس اور راجہ فتح گار بہادر سے شاندار الفاظ میں خراج تحسین حاصل فرماتے رہے۔ رکینت عدالت الالیکہ عہدہ جلیلہ ۳۱ اردے ۱۲۲۵ کو بارگاہ خسروی سے عطا ہوا افتاء۔ ان ایام میں مختلف دستہ و کمیشنوں میں خصوصیت کے ساتھ شرکت فرمائی ہے۔

سرکاری خدمات کے ساتھ ساتھ مرزا حیدر بیون بیگ صاحب نے انسانی ہمدردی کے کاموں کو بھی یاد رکھا، اور مفصلیات میں جب کبھی موقع ملا، آپ نے وہاں کی انجمنوں کے قیام و بقا کی خاطر اپنے خدمات سے دریغ نہیں فرمایا۔ مہوارہ اسلامیہ اسکول (دورنگل) آپ کی اُسی زمانہ کی خدمتوں کا نتیجہ ہے؛ جس کے نشوونما میں نمایاں طور پر شرکت فرما کر مدرسہ کو سرکاری امداد و سرپرستی حاصل کرنے کا موقع ملا تھا۔ سالہ ۱۲۳۰ میں آپ مدرسہ مذکور کے اعزازی محمد مقرر ہوئے، اور ہنوز اس عہدہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ طبعیاتی روح موسیقی کے وقت آپ ذاتی و سرکاری حیثیت سے خدمت خلق میں مشغول رہے، اور طوفان زدہ رقبہ میں پہنچ کر کے فرائض کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ اعتراف خدمات کے طور پر پیشگاہ حضرت غفر انہماک سے سند عطا کی گئی۔ انفلوئنزا کے زمانہ میں آپ بلدہ کے وارڈ کمنسٹر۔ خان بہادر کا خطاب عالم سفر سنی میں پیشگاہ حضرت غفر انہماک عطا ہوا تھا۔ جیون یار جنگ کے خطاب کا اضافہ بہ تقریب شادی بارگاہ خسروی سے ۱۲۳۱ء میں ہوا۔

پہلی شادی اپنے ماموں نواب مرزا محمد سعید خاں دہلوی کی صاحبزادی سے کی، جن کے بطن سے پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے خدا نے دیئے۔ مرزا بی بی بیگ امرزاقیہ

اور مرزا بابریگ انہیں بی بی کی یادگار ہیں۔ مرزا خرم بیگ دوسری بی بی کے شہر آزد ہیں۔

(۳)

”سراج یار جنگ بہادر“ (نواب ڈاکٹر سید سراج الحسن) خلف سید ریاض الحسن مرحوم سابق اول تعلقہ ادرہ کار عالی۔ ولادت بتایاں ۱۳۸۱ گشت ۱۲ صوبہ سندھ کے مشہور شہر اٹاودہ میں واقع ہوئی۔ ماں کی جانب سے آپ نواب محسن الہاک مرحوم اور مولوی سید امیر حسن صاحب کے حقیقی بھانجے اور باپ کی طرف سے بہ ایک واسطہ ان دونوں کے اور مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم کے بیٹے ہوتے ہیں۔ فارسی تعلیم کا اُس زمانہ میں فضلاء و قصبہ پھونڈ کے اثر سے اطراف اٹاودہ میں خاص رواج تھا، آپ نے اپنے وطن ہی کے معلمین سے حاصل کی، اور گورنمنٹ ہائی اسکول اٹاودہ سے انگریزی مڈل بدرجہ اول کامیاب کر کے اُسی سال مدراس یونیورسٹی سے مسٹر کیولیشن بھی پاس کر لیا۔ جلیگڈہ میں عرصہ تک سرسید احمد خاں مرحوم کی ذاتی نگرانی میں تعلیم و تربیت پاتے رہے۔ ابھی آپ نے اپنی عمر کے چند ہی منازل طے کئے ہوں گے کہ رشتہ بہا بزرگوں کو آپ کی بہترین تعلیم و تربیت کی فکر ہوئی، اور آپ یورپ روانہ کرنے گئے؛ جہاں نو سال تک مغربی تعلیم میں مشغول رہ کر آکسفورڈ یونیورسٹی کے مرن کالج میں تعلیم پائی، اور ۱۸۹۵ء میں بورس پروڈنس میں اعزاز کے ساتھ کامیاب ہو کر اسی سال مڈل ٹیمپل لندن سے بیرٹری کی سند لی۔ بعد فرارغ تعلیم جب وطن واپس تشریف لائے تو مزید تعلیم کی غرض سے منجانب دولت اصفیہ آپ کو مکہ یو روانہ کیا گیا۔ دورثانی میں آپ نے بی سی ایل کا امتحان آکسفورڈ یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ پاس کیا، اور ایل ایل ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں امام میں آئرلینڈ، جرمنی، اور فرانس کے علما سے بھی درس حاصل کرتے رہے۔ لاڈ بورن ہیڈ اور سٹریٹک آپ کے ہمدرس تھے۔

سراج یار جنگ
بہادر

۱۸۹۹ء عیسوی میں دوبارہ حیدرآباد واپس ہوئے تو ڈاکٹر سراج الحسن کی اعلیٰ ادبی و قانونی قابلیت کے مد نظر آپ کو بطور خاص سررشتہ تعلیمات میں صدر مہتمم صدر یونیورسٹی مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ پر آپ چند سال تک مامور رہے، اور اسی عرصہ میں جارج کسین واکر اور مسٹر ڈنلاپ کی فرمائش پر ضلع اوزنگ آباد کے اقتصادی، صنعتی، اور زراعتی اعداد و شمار کے جمع کرنے کے خاص کام کو اپنے ہاتھ میں لیا، اور قابل اطمینان طریقہ انجام دیا۔ سلاسل میں علوی طور پر آپ کے خدمات میں حیثیت معتد، پانچ گناہ نواب مرتضیٰ مرحوم کے تفویض کئے گئے؛ جہاں سے سلاسل میں انڈسٹری کی خدمت پر مجلس وضع آئین و قوانین میں مشغول ہوئے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ نواب عماد الملک مرحوم کے وظیفہ باب ہوئے، آپ ناظم تعلیمات سرکار عالی مقرر کئے گئے۔ ناظم سررشتہ کی حیثیت سے ڈاکٹر سراج الحسن نے بہت سے مدرسوں کی عمارتیں تعمیر کرائیں، اور قلمرو آصفیہ میں صنعتی تعلیم کو خصوصیت کے ساتھ فروغ دیا۔ لیکن ابھی آپ نے اپنے نظام درجہ کمال تک نہ پہنچایا تھا کہ مستقل رکن عدالت عالیہ کے عہدہ جلیلہ پر ترقی پائی، اب آپ مجلس مذکور میں رکن اولیٰ کی حیثیت سے کار فرما ہیں۔

بہ تقریب شادی خانہ آبادی حضور پر نور، ڈاکٹر صاحب کو بارگاہ خسروی سے سلسلہ میرس سراج یار جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا۔

نواب سراج یار جنگ بہادر نے اپنی علمی و ادبی نظر مسائل حیدرآباد میں اپنی گہری دلچسپی اور اس قیلم و کلام اقتصادی و تاریخی معلومات کے لحاظ سے ایک زمانہ میں ادبی و معاشرتی جماعتوں کے اندر قبول عام حاصل فرمایا تھا؛ جہاں ایک مدت سے آپ کی جگہ خالی نظر آتی ہے۔ اب آپ اپنا وقت و تہذیب و تہذیب کے نشو و نما پر صرف فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب خوش بیان متکلم، خوش گو متقدیر، اور ایک بڑے لائق و فائق مصنف ہیں۔ انگریزی اور اردو میں آپ کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان میں سے قلمرو آصفیہ کی اقوام و ملل پر آپ نے انگریزی میں ایک مبسوط کتاب

لکھ کر اپنا زور قلم خوب خوب دکھایا ہے۔
 جو اکثر صاحب کی دو شاہدیاں ہوئیں، اور دونوں سے بفضلہ اولاد ہوئی۔ سید غلام
 بی، اے، ایل ایل بی، سید فخر الحسن، وکیل، سید سرور حسن بی، اے، سید عباس حسن،
 سید حمید علی، سید آصف حسن، اور سید ذوالفقار علی آپ کے عزیزوں کے نام ہیں

(۴)

ضیاء جنگ بہادر (نواب مولوی سید نور الغیا، الدین) خلف مولوی
 سید نور الاتقیاء صاحب۔ بتاریخ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ لکھنے کے وطن اورنگ آباد میں
 پیدا ہوئے؛ جہاں آپ کے بزرگ عرصہ دراز سے اُن اطراف کے باشندوں کو علی
 وروحانی فیض پہنچاتے رہے ہیں۔ آپ حضرت سید قمر الدین قدس سرہ کی اولاد
 سے ہیں؛ جن کی جگہ اورنگ آباد کی علمی وروحانی تاریخ میں خاص ہے۔ آپ کے
 خاندان کے صد ہا مرید و شاگرد صوبہ اورنگ آباد و صوبہ برار میں جا بجا پائے جاتے
 ہیں، اور آپ کے گھرانے کا روحانی فیض اب بھی جاری ہے۔ خود آپ کی توجہ ابتدا
 سے اکتساب علم کی جانب رہی ہے، اور آپ نے اورنگ آباد و حیدر آباد میں لمبدا
 علماء سے قدیم طرز کی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی۔ علوم عقلی و نقلی کی تحصیل میں آپ نے
 جس عرق ریزی سے کام لیا ہے، اس کو آپ کا مخصوص حصہ سمجھنا چاہئے۔ سرزمینِ دکن
 آپ کا کوئی ہم عصر آپ کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ضیاء جنگ
 بہادر

بعد فراغِ فاتحہ تعلیم آپ کی توجہ ملازمت سرکار عالی کی جانب ہوئی، تو اس علمی
 منزلت کے لحاظ سے جو آپ کے خاندان کو حاصل ہے، نیز آپ کی ذاتی افضلیت
 و اہلیت کے اعتبار سے، سب سے پہلے آپ مددگارِ ناظم امور مذہبی کی خدمت پر
 مامور ہوئے۔ یہ ذکر خور وادستار کا ہے مجلس عالیہ عدالت میں مفتی شریعت کے
 عہدہ پر آپ نے حکم آبان استعارف کو منصورانہ ترقی پائی، مگر قصور سے ہی عرصہ کے بعد

مستقل فرمادئے گئے۔ مجلس مذکور کی رکنیت پر بارگاہ خسروی سے ہمراہ ہونے والے
ترقی عطا ہوئی۔ ضیاء یار جنگ کا خطاب بہ تقریب شادی حضور پرنور علیہ السلام
میں عطا ہوا تھا۔

دولت آصفیہ کے بہت سے علمی و ادبی کاموں میں ہم نواب ضیاء یار جنگ کا
شریک اور سرگرم معاون پاتے ہیں۔ آپ یہاں کی تقریباً تمام ممتاز مجالس کے
رکن رکن ہیں۔ خود ہائیکورٹ میں آپ کے ہم عصر جج ہمیشہ آپ کے مدلل فیصلوں
کی تعریف کرتے رہتے ہیں۔

یہاں رفعت قدر نواب صاحب نہایت سادہ مزاج اور نمود و نمائش سے
بہت دور ہیں۔ تواضع اور ہمان نوازی کے موقع پر مبالغہ سے کام لیتے
ہیں۔ آپ کا فارسی کلام ہر جگہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور تمام اہل نظر اس کی
توصیف میں طب اللسان پائے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے فارسی کلیات کی تدوین
فرمائی ہے، خدا کرے جلد اس کے نور پیر فرمانے کا حضرت ضیاء کو موقوف مل جائے۔
اگرچہ ایک قطعہ کے سوا، جس قدر اشعار ہم نے آپ کی زبان سے سنے ہیں وہ غزل سے
باہر کے نہیں، لیکن ان میں سے ایک ایک کو ایسا پایا ہے کہ کسی بلبل شیراز کی زبان
جاری ہو۔ قطعہ مذکور یہ ہے۔

کو تو ان شرح مقام مصطفیٰ و یوتراہ
آں نبی میں ملی، آں آفتاب میں مہتاب
شہر علم مصطفیٰ راجز علی بابے بنود
یارب این قصر خلافت را چرا شد چاربا!

آپ کے قصائد اور ان کے اس حصہ کو بڑا درجہ حاصل ہے، جو حضرت امام حسین
علیہ السلام کی ذات اقدس سے مخصوص ہے۔ کیت کے ہاشمیت کی طرح نواب صاحب کے
ان قصائد کا نام حشیت رکھا جائے تو بجا ہے۔ ہمیں آپ کے ایک قصیدہ کا جو مطلع یاد
ہے اسے ہم جذبات عقیدت سے مملو پاتے ہیں۔

ما یقین داریم کہ ازمانیت بے پردہ است
ہر کجا باشیم نپا دریم خود را با حسین

(۵)

”فاروق یار جنگ بہادر“ (نواب..... محمد ابراہیم فاروقی) خلف مولوی محمد حسین صاحب
آپ کا تعلق الہ آباد کے خاندان علماء سے ہے۔ یہ خاندان عہدِ منلیہ کی ابتدا میں وارد
ہند ہو کر اس وقت سرزمینِ پرآباد ہوا تھا جب الہ آباد کا نام بھی نہ تھا۔ خود آپ
کی ولادت تبارخ ۵۱۵ ہجری میں شریف الہ آباد میں واقع ہوئی۔ گھر کی ابتدائی تعلیم کے
سواء آپ کا تعلیمی زمانہ تمام ترکھنوں میں گزرا، جہاں علماء فرنگی محل سے آپ نے درس
نظامیہ کی تحصیل فرمائی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن کے لڑکوں کو تقریباً تین سال تک
تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد حیدر آباد تشریف لا کر وکالت کا امتحان دیا، اور
درجہ اول کی سند حاصل فرمائی۔ آپ کی وکالت شباب پر تھی کہ بارگاہِ خسروئی سے
مجلس عالیہ عدالت کی رکنیت کا شرف و افتخار ۱۶ برس سے ۲۹ سال تک کو عطا ہوا۔ اس
منصب پر آپ چھ سال سے زیادہ فائز رہے، اور ہمیں ۳۵ سال تک اس میں فطیقہ حسنِ خدمت
حاصل فرمایا۔ دورانِ ملازمت میں آپ کو فاروق یار جنگ کا خطاب بہت قریب
عقد ۳۲ میں عطا ہوا تھا۔

فاروق یار جنگ
بہادر

(۶)

”کیشور اوصاحب“ (سرمیان پنڈت.....) خلف سن سنگ راء صاحب
اپنے وطن پر جو لا تعلقہ بہمت ضلع پر بھٹی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کلیرک شریف میں
ہوئی، جہاں مولوی عبدالقادر صدیقی مترجم صدر عدالت نے توجہ کے ساتھ نظر
پڑھائی۔ دفتری کام بھی انہیں نیک دل بزرگ نے سکھایا تھا۔
۱۲۹۴ء میں تحصیل کی ملازمت اختیار کی، اور ۱۲۹۶ء میں صدر عدالت
اپنی پچیس روپیہ کے ملازم ہو گئے۔ لیکن ہمت بلند نے خاموش بیٹھنے نہ دیا، اور اپنے

پنڈت کیشور اوصاحب

اُن کسانوں سے فائدہ حاصل کرنے کی سعی فرمائی، جو اس زمانہ میں قانونی امتحانات سے متعلق رعایائے آصفیہ کو حاصل تعین شدہ ف میں درجہ دوم اور ستلاف میں درجہ اول کی وکالت اور جوڈیشل کے امتحانات میں کامیابیاں حاصل فرمائیں، اور گلبرگہ نیرف میں وکالت شروع کر دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ خصوصاً قومی روایات سے آپ کو ہمیشہ دل نگیں رہی ہے اور چونکہ کانگریس اور دوسری قومی و ملی مجالس میں شریک ہونے کی غرض سے، بلا ناغہ ہر سال مختلف حصص ہند کی سیاحت فرماتے رہتے تھے، نیز اُس زمانہ میں سر ملک آنجنائی کے خیالات کو علی التعمیم خطہ بھی میں قبول عام حاصل تھا، لازمی طور پر پونا کے قریب کے خطہ سے آپ کا اور آپ کے شرکار کار کا انڈیز پر ہونا ضروری تھا۔ یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ رائے بالکنندہ آنجنائی اُس زمانہ میں ناظم صدر عدالت صوبہ گلبرگہ شریف تھے غرض پنڈت صاحب نے ان رہنمایان ملک کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لئے باعث ستاد اور اپنی قوم کے لئے موجب نجات خیال فرمایا، جو مختلف صوبہ جات میں کام کر رہے تھے۔ آپ نے گلبرگہ شریف کو میدانِ عمل بنایا، اور وہاں کے باشندوں میں قومی روح پیدا کرنی شروع کر دی۔

گلبرگہ کا میدان آپ کے لئے زیادہ وسیع نہ تھا، اس کے سوا آپ کو اُس صوبہ جانب سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔ اس لئے سرفراز میں پائے تخت آنصفی میں وکالت کرنے کا تصفیہ فرمایا، اور عدالتِ عالیہ میں داخل ہو کر تھوڑے ہی عرصہ میں غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ اس کثرتِ مشاغل کے باوجود آپ نے اپنے قومی مقصد کو فراموش نہیں فرمایا۔ ابتدائے کار میں اگرچہ آپ کے خیالات کی اشاعت قدرے دیر کے ساتھ ہوئی، لیکن آپ میں کافی استقلال موجود تھا، اس لئے آپ کے کام کو رفتہ رفتہ وسعت حاصل ہوتی گئی۔ اب آپ استقدر کامیاب ہو چکے ہیں کہ عام طور پر ہندو باشندگان حیدرآباد میں قومی بیداری کے آثار نظر آتے ہیں۔ مگر ہندو

ہندو متیم خانہ، انجمن ترک ایذا رسانی جانوران، اور دوسری ہشتیار قومی و تعلیمی مجالس میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ آپ کی عملی ہمدردی شریک نہ ہو اپنی ہمت افزا تقریروں کے ذریعہ اچھوت خاتونوں میں بھی آپ نے جان پیدا کر دی ہے۔ آپ کی سادہ زندگی میں ہمیں جو بات پسند ہے وہ یہ ہے کہ آپ کسی نمود و نمائش کے بغیر ان کاموں میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ صرف پنڈت صاحب ہی ایسے ہیں جن کی بدولت قومی زندگی نشوونما پا رہی ہے۔

ہم غافلوں میں تو اس ولولہ اور ایسے سکون و وقار کے ساتھ کام کرنے والا ایک بھی نہیں ہے۔

شرمان پنڈت کشنورائو صاحب کے ایشیا اور قومی درد کو ملاحظہ فرما کر حضورؐ کے امر و اسلاف میں آپ کو حیدر آیا و ہائیکورٹ کا ہندو جج مقرر فرما دیا۔ ۱۹۳۱ء میں بیڑ اور سلاسلہ میں گلبرگہ کے فسادات محرم کے کیشنوں میں تبدیل فرمانِ خیر آپ نے شرکت فرمائی۔

پنڈت صاحب کی شادی ۱۹۱۶ء میں کلم ضلع عثمان آباد کے دیکھتہ پڑاؤ سرگباشی کی صاحبزادی سے ہوئی، اور ان دونوں سے پانچ اولادیں پیدا ہوئیں آپ کے تین فرزندوں میں سے سٹر دنا یک راؤ بیرسٹر بڑے ہیں۔ باقی دو دھل راؤ اور رام راؤ ابھی زیر تعلیم ہیں۔

(۷)

”مرزا یار جنگ بہادر“ (نواب مرزا اسماعیل اللہ بیگ) خلف مرزا منصب بیگ صاحب ولادت ۱۸۷۰ء میں ایٹھی ضلع لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر پائی۔ دس گیارہ سال کے ہوئے تو اپنے چچا زاد بھائی ڈاکٹر اصف بیگ مرحوم کے ہمراہ بریلی گئے۔ اور وہاں چند سال رہ کر سن ۱۸۸۵ء میں انڈینس پاس کیا۔ اس کے بعد کریمین کالج لکھنؤ

مرزا یار جنگ
بہادر

ایف۔ لے میں اور کنگنک کالج سے جولائی سنہ ۱۹۱۵ء میں بی۔ اے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اسی سال باپوشیو سہائے آنجنانی کی تحریک اور دوسے ایل ایل بی کا امتحان دیا۔ اور دوسرے یا تیسرے نمبر پر پاس ہو گئے۔

اُس زمانہ میں میرٹھ ترقی نصیر آبادی مرحوم کور لے بریلی میں بوجہ کبر سنی ایک فتنہ کار کی سرورث تھی۔ مرزا صاحب نے اُن کی فرمائش کو قبول کر کے تقریباً ڈیڑھ سال تک اُن کا ساتھ دیا، اور پیشہ وکالت کے رموز و نکتات سے بخوبی آگاہی حاصل کر لی۔ اُن کے انتقال کے فطوٹے عرصہ بعد لکھنؤ آ گئے، اور وہاں کی عدالتوں میں کام شروع کر دیا۔ چند روز میں جوڈیشل کے مجموعہ پر قناعت کی۔ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء میں ایڈوکیٹ مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں سرکاری نامزدگی سے کونسل صوبہ جات متحدہ میں داخل ہوئے، اور یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو مولوی عبداللہ یوسف علی صاحب کی تحریک و اصرار پر حیدر آباد و طلب کے گئے، جہاں میر مجلس عدالت العالیہ کا جائزہ حاصل فرمایا۔ مرزا یار جنگ کا خطاب سنہ ۱۹۱۸ء میں عطا ہوا تھا۔ آپ کے عہد میر مجلس میں عدالت العالیہ اپنی جدید عمارت میں آئی، اور بارگاہ خسروی سے سنہ ۱۳۳۵ھ میں عدالت العالیہ کے علوقیت کا منشور صادر ہوا۔

مرزا صاحب کو ملک کی تعلیم، سیاست، اور عدالت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت سے پچھپی سے سنہ ۱۹۱۷ء میں رکن استقبالی کمیٹی اور سنہ ۱۹۱۶ء میں سکریٹری استقبالی کمیٹی کی حیثیت سے کانگرس میں شرکت کی، اور آخر الذکر موقع پر ہندو مسلم اتحاد کی خاطر لکھنؤ کی مشہور قرارداد کے منظور کرنے میں کامیاب ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے نئے سکریٹری کمیٹی صوبہ اودھ کی حیثیت سے ایک رقم کشیز جمع کر کے داخل فنانس کرائی۔ تقریباً سنہ ۱۹۱۵ء میں اسلامیہ ہائی اسکول لکھنؤ کے سکریٹری مقرر ہوئے، اور حیدر آباد آنے تک اس کے لئے کام کرتے رہے۔ اسی طرح مولوی کرامت حسین مرحوم کے وقف کردہ زنانہ مدرسہ کی کمیٹی میں بھی اُس زمانہ میں شرکت فرمایا۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں

منجانب گریجوٹس الہ آباد یونیورسٹی کے نیلو مقرر ہوئے۔
 حیدرآباد میں تفریق افغانیارات حاملانہ وعدہ الہی کی اسکیم، سر سید علی امام کے عہد
 صدارت عظمیٰ کا ایک بڑا کام نامہ ہے۔ مرزا یار جنگ نے اپنے عہدہ کے مناسب حال
 موزوں طریق پر اس میں حصہ لیا تھا، اور اس کے کامیاب بنانے کے لئے ہنوز
 سعی ہیں۔ جامع عثمانیہ کے شعبہ قانون کے اولین مدیر ہونے کی حیثیت سے اپنے
 کانونیشن ۱۸۳۳ء میں پہلی مرتبہ شرکت فرمائی۔ لیکن من حیث صدر حیدرآباد کونسل
 کانفرنس منعقدہ ۱۸۵۲ء جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا، اپنی نوعیت کے لحاظ سے
 تمام ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ انہیں ملک کی غالب آبادی، یعنی غلامان
 اصلاح حال کی ترجمانی آپ نے فرمائی تھی۔ اسی طرح ہندو مسلم اتحاد کے حصول کی
 خاطر آپ نے ”ہندو عہد اورنگ زیب“ کے نام سے ایک مبسوط کتاب شائع کی۔
 نواب مرزا یار جنگ بہادر تین مرتبہ یورپ کا سفر اختیار کر چکے ہیں۔ پہلی مرتبہ
 ۱۹۱۲ء میں گئے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء میں دو مرتبہ اور تشریف لے گئے۔

(۸)

”ناظر یار جنگ بہادر“ (نواب..... ناظر الدین حسن) خلف مولوی نظام الدین حسن
 مرحوم سابق رکن عدالت العالیہ سرکار آصفیہ و ڈپٹی کسٹرن صوبہ برار۔ آپ کے جد نامہ ایوب
 محمد حسن صاحب مرحوم و علیہ قیام رکن عدالت العالیہ حیدرآباد تھے۔ بتاریخ ۱۲ مارچ ۱۲۹۱
 دم ۲۰ مارچ ۱۸۷۵ء آپ کی ولادت قصبہ نیوتنی ضلع انارکس واقع ہولی اہلی
 مکتبی تعلیم کے بعد مدرسۃ العلوم علیگڑھ میں داخل ہوئے، جہاں گیارہ سال زیر
 تعلیم کر ۲۴ نومبر ۱۸۹۴ء کو بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے
 کہ مقررہ انصاب میں عربی کو خصوصیت کے ساتھ جگہ دیکھائی رہی، بلکہ عربی کی خاطر گھر پر ہی
 سنی کی گئی۔ ۱۹۰۴ء کے آخر آخر یورپ میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا، جہاں کیمبرج اور

ناظر یار جنگ
 بہادر

اور وطن میں تعلیم پاکر ایم اے۔ ایل ایل بی، اور ایل ایل ڈی کی ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ دوران تعلیم میں اپنے اساتذہ سے ہمیشہ لیاقت نامے حاصل فرماتے رہے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۰۹ء کو آپ بیرسٹر بنے، اوپر پچیس روز بعد انگلستان میں پریکٹس شروع کر دی۔ زمانہ قیام انگلستان میں آپ نے اسکالینڈ، فرانس، جرمنی، اور سوئٹزرلینڈ کی سیاحت فرمائی، اور واپسی کے وقت مراکش، ہسپانیہ، قسطنطنیہ اور قاہرہ کی سیر کی۔ یورپ کے قیام اور وہاں کے طرزِ ماندوبود سے اس قدر اثر پذیر ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے خالص مشرقی بن گئے۔ لیکن اس باب میں بڑا دخل آپ کے والد مرحوم کی اعلیٰ تربیت کو حاصل ہے، جو اپنے نرزدکی جانب سے ایک آن غافل نہ ہوتے تھے۔ آپ گھر پر رہے یا باہر علیگڑھ میں قیام کیا یا دلائی میں، بہر حال ایک ضعیف العمر اتالیق ہمیشہ سایہ کی طرح آپ کے ساتھ رہے۔ ران بزرگوار کی نورانی صورت علیگڑھ میں ہمیں بھی نظر آئی تھی۔ علیگڑھ میں ناظر الدین صاحب کھانڈر کے لقب سے شہرت عام رکھتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ جس زمانہ کو موجودہ نسل کے نوجوان، اوقات تعلیم کے علاوہ کرکٹ وغیرہ پر صرف کرتے ہیں، ڈاکٹر ناظر اُسے فوجی قواعد، شہسواری، اور پولو پر صبر کیا کرتے تھے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جو روح اُس زمانہ میں آپ کے اندر پیدا ہوئی تھی اب تک تو آپ کا ساتھ دے رہی ہے۔ گھوڑے کی سواری کا شوق ایام طالب علمی میں آپ کو بدرجہ غایت تھا۔ نواب سرائی ملک بہادر کی بزرگانہ توجہ نے اس شوق سے متعلق گویا سونے پر سہاگہ کا کام کیا، اور آپ کو امپیرل سروس لائسنس میں سواری کی مشق کا کافی موقع مل گیا۔ جنگ عظیم کے دوران میں جب ہندوستان کی مدافعتی فوج کی ضرورت ہوئی تو آپ نے بھی الہ آباد یونیورسٹی کو میں شرکت کر کے ۱۹۱۵-۱۶ء میں لکھنؤ اور دہلی میں فوجی تربیت حاصل کی۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کا پہلا دہا ختم ہوتے ہوئے آپ ڈاکٹر ویرسٹر بن کر ولایت سے وطن تشریف لے آئے، اور ۶ اگست ۱۹۱۶ء سے اپنے

والد ماجد کے حکم سے لکھنؤ میں وکالت شروع کر دی۔ لکھنؤ جیسے مقام پر غیر معمولی ذہن و ذکا کا آدمی کامیابی حاصل کیا کرتا ہے۔ ڈاکٹر ناظر بھی اسی قسم کے نوجوان تھے کہ تھوڑے عرصہ میں اپنے ہم پیشہ لوگوں کی صفِ اول میں آگئے۔ اُس زمانہ میں آپ کی وکالت کی شہرت اس قدر ہو گئی تھی کہ آپ دور دور جانے لگے تھے۔

حضور پر نور کے حکمِ محکم پر آپ ۱۲۲۸ھ سے ۱۲۲۹ھ کو ملازمت سرکاری میں داخل ہوئے، اور نظامتِ صدر عدالت اورنگ آباد پر مامور فرمائے گئے۔ وہاں سے میڈک، اور میڈک سے گلبرگہ کو آپ کا تہاولہ حسبِ فرمانِ خسروی ہوا۔ اس عرصہ میں جمادی الثانی ۱۲۳۱ھ میں تقریب سالگرہ مبارک، ناظر یار جنگ کے خطاب سے سرفرازی پائی۔ بہمن ۱۲۳۵ھ میں رکنیتِ عدالتِ عالیہ کے منصب پر ترقی یاب ہوئے۔

نواب ناظر یار جنگ بہادر من حیثِ مصلح و مستقر، ایک خاص سیرت رکھتے ہیں جس کا اثر علی العموم آپ کے حلقہٴ احباب اور سوسائٹی پر پڑتا ہے۔ خدا کرے یہ بات آپ کے نزدیک مصلح کمال الدین حسن اور دوسرے لوگوں کو بھی حاصل ہو۔

(۹)

ماہِ شتم یار جنگ بہادر (نواب...) ہاشم موزالدین) خلفِ سیٹھ موزالدین صاحب آپ کی ولادت بتاریخ ۸۰۰ مہر ۱۲۸۸ھ (م ۲۰ اگست ۱۸۷۸ء) بمبئی میں واقع ہوئی۔ ابتدائی و مذہبی تعلیم کے بعد بمبئی کی مختلف درسگاہوں میں تعلیم حاصل فرمائی، اور اس دور کو سہی خوبی کے ساتھ تمام کیا کہ بمبئی یونیورسٹی سے ایم اے، بی ایل، کے سندرات حاصل کر لئے۔ بمبئی میں آپ کے حامدان کے متعدد افراد بیرسٹر اور وکیل تھے، اس لحاظ سے یہ ایک قدرتی بات تھی کہ آپ بھی اس جانب توجہ فرمائیں، چنانچہ بعدِ فراغِ تعلیم حیدر آباد آکر آپ نے وکالت شروع کی، اور تقریباً چار سال تک رزیدنسی اور سرکاری کی عدالتوں کی کامیابی کے ساتھ پریکٹس کرتے رہے۔

ماہِ شتم یار جنگ بہادر

سرکار آصفیہ کی سلک ملازمت میں آپ مدوکار عدالت صوبہ ورنگل کی حیثیت سے ۲۴ فروری ۱۳۱۷ء کو داخل ہوئے۔ دو سال بعد ناظم چہارم عدالت دیوانی بلدہ کے عہدہ پر حیدرآباد طلب کئے گئے، لیکن چالیس روز سے زیادہ آپ کو بلدہ میں نہ رہنے دیا گیا، اور فوری ضرورت کے لحاظ سے نظامت عدالت دیوانی پر آپ کو بیدار روانہ کیا گیا۔ متحدہ عدالت عالیہ کے فرائض انجام دیئے گئے، آپ ان کے میں مکرر بلدہ طلب ہوئے۔ لیکن اس وقت تک عدالت دیوانی بلدہ میں متین ہے کہ عدالت مذکورہ کے مستقل ناظم دوم مقرر ہو گئے۔ نظامت اول پر استقلال اور استقلال میں حاصل ہوا۔ اگلے سال نظامت صدر عدالت صوبہ گلبرگہ شریف پر ترقی ملی۔ اپنے دوران ملازمت میں آپ نے اس قدر جفاکشی، مسالہ فہمی، اور دیانت سے کام کیا تھا کہ آپ کے ان صفات کو سن کر حضور پرنور نے جہادی الاخر ۱۳۲۳ء میں آپ کو ہاشم یار جنگ کے خطاب سے معزز و ممتاز فرمایا۔ جس درآباد ہائیکورٹ کی کنیت آپ کو غرہ رجب سال مذکور سے ترقی ملی ہے۔



نظم بہادر

(۱)

راجہ اندر کرن
بہادر

”اندر کرن بہادر“ (راجہ) خلف راجہ راجان مرلی منوہر آنجھانی تراجہ
راجان حیدر آباد کے روشن خیال امرا میں سے، راجہ شیوراج سرگباشی کے برادر صغیر
تھے۔ ان کی علمی و پیمپیاں یہاں مشہور عام ہیں۔ خود تصنیف و تالیف کے شائق
اور اہل فن کے قدردان تھے۔ راجہ اندر کرن بہادر و راجہ دھرم کرن بہادر دونوں
یادگار چھوڑے۔ فرزند اکبر راجہ اندر کرن بہادر بتایئے ۳۰۱۱ء آذر ۱۵ شوال پیدا ہوئے۔
اپنے خاندان کے مکتب میں فارسی درس کی تحصیل فرما کر انگریزی کی جانب متوجہ
ہوئے۔ حیدر آباد کے امیرزادوں میں سے آپ نے ب سے پہلے بی اے کا امتحان
پاس کیا۔

تعلیم سے فراغت حاصل ہوئی تو کار آموز کی حیثیت سے سہ ماہیہ بورس آف کول
سرکار آصفیہ کی سلاک ملازمت میں داخل ہوئے، اور تقریباً آٹھ سال تک اس عہدے پر
برقرار رہے۔ ۱۰۱۱ء تیس سالہ کو سپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈز کی منصفانہ خدمت پر آپ کا
تقرر عمل میں آیا، اور دو سال بعد اول تعلقہ دار ضلع بیڑ کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس عہدے پر
آپ کلرک شریف میں بھی قیام فرما رہے، جہاں باؤفات مختلفہ چار مرتبہ صوبہ داری کے
عارضی فرامین انجام دینے کے بعد ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء کو کنسٹرکٹر کی گری کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

لیکن تیسرے روز آپ کو صوبہ داری گلبرگہ کا منصب عطا فرمایا گیا۔ صوبہ د
 آپ کا تبادلہ ۲۰ مہر ۱۳۲۸ء کو ہوا۔ صوبہ داریاں شریف میں آئیں تو نفا
 کر ڈگری پر آپ کا تقرر ۳۰ مہر ۱۳۲۸ء کو ہوا۔ اس عرصہ میں ایک
 مال کے زائض بھی بے چدے انجام دئے۔ حیدر آباد، بیڑ، اور میر
 آپ کی سرکاری زندگی کا بڑا حصہ گلبرگہ شریف میں گزرا ہے۔ اس صوبہ کے عا
 کی فلاح، اور ان کے قلبی و دماغی نشوونما کی خاطر آپ ہمیشہ سعی رہے ہ
 راجہ بہادر کا خطاب آپ کو ۲ مہر ۱۳۳۱ء کو بے تقریب
 حضرت غفرانکماں کی پیشکش سے عطا ہوا تھا۔ بارگاہ حضور پر نور سے آپ
 عطا ہوئی کہ راجہ راجان راجہ شیوراج دھرم دت کی زندگی ہی میں ا
 قرار پائے۔

(۳)

”انور حسن صاحب“ (مولوی خواجہ.....) خلف حکیم خواجہ حمید حسن صا
 ضلع کرنال کا قبیلہ انصاریاں اپنے وطن کی تاریخ میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے؛
 بعض افراد نے تو تاریخ ہند کے مختلف شعبہ جات میں علمی و عملی حیثیت سے ا
 نمایاں جگہ پیدا کر لی ہے۔ مولانا حالی مرحوم قصبہ کے مخصوص پزیرگوں ہ
 فرد فرید تھے۔ مرحوم کے دو فرزند خواجہ سجاد حسین مرحوم، اور حافظ اخا
 راقم نے قدیم تہذیب سے متصف پایا ہے۔ حافظ صاحب مدتوں راقم کے و
 پھونڈ میں بحالت ملازمت قیام پزیر رہے، اور وہیں اپنی ملازمت کو باج
 ختم فرمایا۔ پانی پت کے دوسرے شخص میں مولوی خواجہ غلام المحسن ہ
 ان کے دو چھوٹے بھائی خواجہ غلام الثقلین مرحوم اور خواجہ غلام السبطین
 شمار کئے جاتے ہیں۔ خواجہ غلام الثقلین مرحوم مصلح و متقن کی حیثیت سے ش

خواجہ انور حسن صاحب

رکھتے تھے، اور اُن کے بڑے بھائی مقرر و مصنف کی حیثیت سے روشناس اب ہیں۔
 قبیلۃ انصاریان کی جس شلخ کے ایک فرہ کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں، اُس میں سے
 خواجہ انور حسن صاحب اور خواجہ منور حسن صاحب نے قدیم و جدید تعلیم و تہذیب سے آراستہ
 ہو کر اپنے آپ کو سرکار آصفیہ کی خدمت نگہاری کے لئے وقف فر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے
 پیش نظر صرف اول الذکر کا بیان ہے۔ خواجہ انور حسن کی ولادت وطن ہی میں بتاریخ
 ۱۳۴۸ شہر یویشہ ۱۲۸۵ (م ۱۹۶۷ء) واقع ہوئی۔ وطن کی کبھی تعلیم کے بعد انگریز
 عریک ہائی اسکول سینٹ اسٹینس کالج دہلی میں بی اے تک انگریزی کی تحصیل فرمائی۔
 دوران تعلیم میں ہمیشہ اپنی جماعت کے اندر اول آتے اور پہلا انعام پاتے رہے۔
 ۱۹۹۰ء میں بی اے پاس کر لینے کے بعد فن تعمیر کی جانب راغب ہوئے، اور دہلی
 کالج میں دو سال سول انجینیری کی تعلیم پا کر ڈگری حاصل فرمائی۔

تعلیم سے فراغت پا کر سرکار انگریزی کی ملازمت میں داخل ہوئے، اور سٹراٹو
 اور سر آر تھ جونس جیسے مشہور انجینروں کے تحت نو حیوانہ جاکل ریلوے کی تعمیر کے
 کام پر متعین کئے گئے۔ وہاں دو سال کی مدت میں سے چند ماہ تو پرنسپل اسٹنٹ کے
 فرائض پر صرف فرمائے، اور باقی زمانہ میں تعمیری کام کر کے اپنے بالادستوں کی تحین
 و آفرین حاصل فرمائی۔ بیورو میٹ گوسٹ (مغربی گھاٹ) ریلوے کی پیمائش پر اسکے
 بعد مقرر ہے۔ مگر ایک سال بعد صیغہ آبپاشی صوبہ برہما میں منتقل ہو گئے، اور شمالی برہما
 میں مانڈیے کینال اور مون کینال کے تعمیری کام پر متعین رہے۔ آخر الذکر نہر کے
 ہیڈ ورکس کی تعمیر ونگرانی بطور خاص آپ کے سپرد تھی۔

اسی زمانہ میں سرکار آصفیہ کو چند تجربہ کار انجینروں کی ضرورت پیش آئی تو
 آپ نے برہما کی ملازمت ترک کر کے دکن کا قصد فرمایا، اور اس تھاں نواز سربراہ
 آپ کا تقرر ایکڑیکٹو انجینر ضلع راجپور کی خدمت پر بتاریخ ۲۱ مارچ دی بہشت ۱۳۱۷
 عمل میں آیا۔ وہاں اپنے چار سال بسر کرنے کے بعد آپ کا تبادلہ حیدرآباد کو ہوا، جہاں

درجہ کی ترقی پاتے ہوئے آپ نے مذکور سوپر انٹنڈنٹ کی انجمن کا عہدہ حاصل
 تعمیرات شاخ شرقی پاپ کو توجہات شاہانہ ترقی عطا ہوئی۔ اس عہد میں اس
 تعمیر سے متعلق چند مختصر رسائل تحریر فرمائے، جن سے حسب ضرورت فائدہ حاصل
 زیارت عتبات عالیات کا شرف و افتخار تو مدت ہوئی خواجہ صاحب
 ہیں، مگر زیارت مشہد مقدس کی غرض سے ایران کا سفر آپ نے ۱۳۳۱ء
 فرمایا تھا۔

خواجہ انور حسن صاحب کی شادی وطن میں بہت عرصہ سے ہوئی تھی، جن
 دو لڑکیاں اور ایک فرزند خواجہ سرور حسن ہیں۔ مسٹر سرور علی گڑھ کالج سے ا
 کر کے ولایت گئے، اور وہاں بی اے، ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل
 بیرسٹری کے امتحان سے بھی فراغت حاصل کر چکے ہیں، اور اب دنیا
 سامنے ہے۔

(۳)

حاجہ علی صاحب (ڈاکٹر سید.....) خلف میر محمود علی صاحب وکیل
 کے والد ماجد بلکہ کے نامور وکیل، اور برادر اکبر ملا محمد علی صاحب مرحوم
 کے مشہور جہتم بند و بہت تھے۔

ڈاکٹر صاحب

اپنے وطن بریلی واقع خطہ روہیلکھنڈ میں ۱۸۸۵ء میں سید حامد علی
 سات سال کے سن کو پہنچے تو ۱۸۹۲ء میں حیدر آباد طلبہ کے گئے۔ یہاں
 مکتبہ تعلیم کے بعد گورنمنٹ اسکول اور سینٹ جارجز گرامر اسکول میں انگریزی پڑھا
 پائی۔ اس کے بعد علی گڑھ روانہ کئے گئے، جہاں مدرسہ العلوم میں انٹر میڈیٹ
 بعد انٹر میڈیٹ کے دو سال گزارے۔ امتحان کی بھی نوبت نہ آئی تھی کہ
 لاہور میں شرکت کا موقع مل گیا، اور وہاں چار سال رہ کر فزکس ایل ایم

امتحان میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کر لی۔ اس نمایاں کامیابی کے صلہ میں سرکاری وظیفہ حاصل ہوا۔ ڈیڑھ سال تک اس سے فائدہ حاصل کیا ہو گا کہ آپ کے بزرگوں نے انگلستان روانہ کرنے کا تفسیہ فرمایا، اور جو ان سال طالب علم کو غرور سفر کرنا پڑا۔

علم طب کے تعلیمی مدارج باضابطہ طور پر ہندوستان ہی میں طے کر لئے تھے، اس لئے دو سال کے اندر سب سے حاصل کرنے سے تمام امتحانات سے فراغت حاصل فرمائی۔ ابتدائے کار میں نواڈنبرگ کے ایل آر سی پی کے لئے کامیاب سی کی، مگر بعد کو ایل آر سی پی ایس کی ڈگری گلاسگو سے حاصل ہوئی۔ کیمبرج سے ڈی پی بی بیچ کی ڈگری حاصل کرنے کا واقعہ اس کے ایک سال بعد کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر حامد علی نے

اس امر کو ضروری خیال کیا کہ فنِ قابلہ سے متعلق علمی تجربہ حاصل کیا جائے، چنانچہ اپنے اس مقصد کی تکمیل ایم ایل آر سی پی کی ڈگری حاصل کر کے فرمائی۔ ان فنون کی تحصیل فریچے امراض چشم کا تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے اعزازی طور پر چار ماہ تک رائل آپ تھلیک ہسپتال میں کام کرتے رہے۔ اسی عرصہ میں اپنے اعلیٰ اسنادات اور قابلیت کی بدولت انگلستان جیسے مردم خیز ملک میں اپنے پیشہ سے متعلق ملازمت حاصل فرمائی، اور چار سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس ملک میں ڈاکٹر صاحب کی آخری ملازمت سیکرٹری ڈپٹی کل افسر رول ہل اسکاٹلینڈ میں تھی۔

لیکن وطن کی کشش نے زیادہ عرصہ تک وہاں قیام کی اجازت نہ دی۔ حیدر آباد آئے۔ زمانہ میں پہنچے کہ مرض طاعون کی ابتدا مالک عروسہ سرکار عالی میں بھی ہو گئی تھی۔ اس سلسلہ میں سینئر افسیری کی خدمت پر مامور ہو کر لاسرٹشریف لے گئے، جہاں لگاتار چودہ مہینے تک قیام کرنا پڑا۔ اس کے بعد افسر حفظان صحت حلقہ چار گھاٹ ملاجیت سے سرشتہ صفائی میں داخل ہوئے۔ رفتہ رفتہ ڈپٹی کمنڈر ز اں بعد پلگ کمنڈر صفائی کے عہد پر ترقی پائی۔ اب طاعون اور صفائی دونوں کے کمنڈر ہیں۔

اس عرصہ میں کہ ڈاکٹر حامد علی سرشتہ صفائی میں داخل ہوئے، مالک و مملوک دونوں

اپنا کام دکھانے اور صلہ پانے کے متعدد مواقع حاصل کرتے رہے ہیں۔ سب۔
غذا مکان کے عہد میں ڈاکٹر صاحب کو طبعی روموسی اور شدت طاعون میر
موقع ملا، اور دونوں مرتبہ حضرت کی خوشنودی مزاج بوساطت جہاں چہ رسید
بہادرہ دارالہمام وقت حاصل فرمائی۔ آخر الذکر موقع پر گھڑی بھی عطا ہوئی تھی
انفلونزا کی سند خوشنودی نواب سر محمد الملک بہادر کے ذریعہ سے پائی تھی۔
ولیس کے تشریف فرمائے بلدہ ہونے کے زمانہ میں آپ نے بڑی عرق ریز
کام لیا تھا۔ اس زمانہ سے منجانب سرکار عالی عطا کی گھڑی عطا کی گئی تھی۔ اسی
حیدر آباد کی صفائی سے خوش ہو کر پغنیس نہیں آپ کو طبعی انگلیس عنایت فرمائے
ڈاکٹر صاحب کی شادی کپتان محمد بن عبداللہ کی دختر سے ۱۹۲۹ء میں
ان کی چار صاحبزادیوں میں سے دو اب بقید حیات ہیں۔

(۴)

خورشید علی صاحب (مولوی.....) آپ کی ولادت تیارخ ہیر محرم
(مہر اکو برہمنہ) واقع ہوئی۔ تیارخی نام سید خورشید علی ہے۔ تعلیم زیادہ
حیثیت سے خانگی طور پر پائی۔ مدرسہ خزیہ میں بھی درس حاصل کرنے کا فخر
انگریزی تعلیم اس وقت کی تقریباً تمام مقامی اعلیٰ درسگاہوں میں حاصل کی
ہائی اسکول، سٹی ہائی اسکول، اور نظام کالج میں سے کوئی ایک مدرسہ بھی
جس میں ہمارے جواں بہت جواں سال طالب علم نے شرکت کر کے اپنی
خوش گوار ایم نگزارے ہوں۔

یکم آذر ۱۳۳۵ء کو دفتر معتمدی فیئانس میں ملازم ہوئے۔ ابتدائی
انداز تدبیر بھی ترتیاں پاتے رہے، لیکن مسٹر گلانی پر جب آپ کی اندرونی
اظہار ہوا تو سب سے پہلے موقع پر مددگار معتمد کی ایک جائیداد وضع کر کے اس

مولوی خورشید علی
صاحب

خوشید علی کے پائے نام کر دیا۔ نظامت پر اس کے بعد آپ نے ترقی پائی، اور اب ناظم فہستہ دیوانی و مال ہیں۔ یہ امر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ مولوی خوشید علی صاحب نے نہ صرف ایک سرشتہ بلکہ ایک دفتر میں کار گزار رہ کر اپنی فرض شناسی کی بدولت اس قدر ترقی حاصل کی ہے۔ جو تجربہ آپ کو اپنے سرشتہ کا حاصل ہوا ہے، وہ بہت قابل قدر ہے۔ محکمہ فہستہ کے مینبر، فرمان سے آپ کا تعلق چونکہ ابتدا سے رہا ہے، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ گویا عصر حاضر کے متحرک تاج ہیں۔

ایک اہل قلم کی حیثیت سے مولوی خوشید علی صاحب اپنے معلومات کو ملک کے موقر اہل رسائل پر منتقل فرماتے رہے ہیں، اور یہ تو حال کی بات ہے کہ رسالہ ترقی حیدر آباد کے دوران اشاعت میں آپ نہ صرف اس کی قلمی سادنت فرماتے رہے، بلکہ مالی امداد سے بھی دریغ نہ فرمایا۔ اسی طرح سوسائٹی کی خدمات کا دلولہ بھی ایک مدت سے آپ کے قلب میں موج زن ہے۔ متعدد ملکی و قومی انجمنوں کے مفید رکن ہونے کے سوا آپ کی توجہ عملی طور پر نظام ملک، والنیر ملک، دارالحدوین، اور حیدر آباد ایجوکیشن کانسفرنس کی ترقی کی جانب مال ہے، اور ان سب کے آپ سرگرم مستعد ہیں۔

(۵)

سر کی رحمت اللہ

رحمت اللہ صاحب (مولوی محمد.....) خلف حاجی محمد قدرت اللہ صاحب مرحوم۔ آپ دکن کے ایک قدیم فائدہ ان کے فرید ہیں۔ آپ کے ایک بزرگ حضرت عفران ماسب میر نظام علی خاں کے ہمرکاب سفر کھڑا و پانگل میں شریک، چار صدی منصب پر خطا خانی سے سرفراز تھے۔ آپ نے بھی اس منصب سے ورثہ پایا ہے۔ آپ کے چند نشی محمد علی صاحب مرحوم، نواب سر آسما شاہ مرحوم کے اتالیق و استاد تھے، اسی لحاظ سے آپ کے والد ماجد کو شریک درس رہنے اور فراخ رتبہ اس فائدہ ان سے متبع حاصل کرنے کا موقع ملا تھا۔ اپنے مرحوم نے اپنے دور تعلیم داری مال کو حسن دخول کے ساتھ ختم فرمایا۔ آپ کے نانا نواب محمد علی

بھائی، اور بحسن سہی نواب سر سالار جنگ اعظم، سرکار آصفیہ میں منصب و جمعہ اللہ
سرفراز تھے۔

محمد رحمت اللہ صاحب کی ولادت غزہ رمضان ۱۳۵۵ھ شنبہ پچھینہ کو حید
واقع ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم قدیم طرز پر مدرسہ غوثیہ دارالعلوم میں پائی۔ اس
میں سے مولوی سید عبد اللہ صاحب کے اشفاق اب بھی آپ کو یاد ہیں؛ جنہو
تہذیب خصوصیت کے ساتھ اپنے اس شاگرد کو پڑھائی تھی۔ بارہ سال کے
کے ہمراہ مفصلات پر جانے کے باعث انگریزی تعلیم کا آغاز ہوا۔ مکتبی تعلیم
سے دماغ میں اس قدر روشنی آگئی تھی کہ دو سال میں ہنگندہ اسکول سے
اور اگلے دو سال میں علی گڑھ اسکول سے ۱۹۰۱ء میں انٹرنس پاس کر کے نظام
داخل ہو گئے۔ سال دوم میں تھے کہ ۱۹۰۲ء خورد او سٹلف کو منظور ہو کر
سوم تعلقہ دار مال قرار پائے، اور بولہ اول امتحانات مقررہ میں بدرجہ اعلیٰ
حاصل کر لی۔ انٹرمیڈیٹ میں ۱۹۰۵ء میں کامیاب ہوئے۔

انگلستان جانے کا قصد تھا، مگر سر جارج کین واکر کے ایما و پر سر رشتہ
سرکار انگریزی کا تجربہ آپ کے لئے ضروری قرار پایا، اور احاطہ مدراس کے ا
بلہاری و کرشنا میں اسٹنٹ کلکٹر کی حیثیت سے مختلف شعبہ جات میں کام آ
ستمبر ۱۹۰۶ء میں یک سالہ مدت ختم کر کے وطن واپس ہوئے تو وہاں کے عہدہ
سے سنجیدگی، حسن سیرت، اور کار آمدانی کی سند لے کر آئے، اور یہاں اگر ا
کے ساتھ تنقیح حسابات کے کام میں مشغول ہو گئے۔ شہر یو رٹ سٹلف میں سومرا
کا ماریڈی کی خدمت سے ملازمت کا آغاز ہوا۔ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد
مصنوعی جنگ قرار پائی تو ایک حصہ ملک کی سربراہی کا کام انجام دیکر مسٹر محمد
افسران فوج سے بڑی تعریف و توصیف حاصل کی۔ کاماریڈی سے مختلف مقام
ہوتے رہے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں تحصیل کار فہ سننے کے لئے اول در

اختیارات فوجداری آپ نے حاصل فرمائے۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء کو مددگار مستند فینانس کی جگہ پر آپ منتقل کئے گئے؛ جہاں ۱۳ دسمبر ۱۹۲۲ء تک کارگزار رہے۔ اس عرصہ میں تقریباً تمام سرشتہ جات سرکاری کے کام کی جانچ، اور ان کی تجاویز سے متعلق اپنی رائے کے اظہار کا موقعہ آپ کو حاصل ہوتا رہا۔ اپنی ملازمت فینانس کے آخری ایام میں جب مسٹر جت اندھ صدر محاسبی احاطہ مدد اس سے کام کا تجربہ حاصل کر کے واپس ہوئے تو، محکمہ جات مال و فینانس کے درمیان آپ کے باب میں گفت و شنید ہوئی، اور باوجودیکہ مسٹر گلانی نیابت صدر محاسبی دینے کا وعدہ کر رہے تھے، آپ نے اپنے لئے محکمہ مال ہی کو پسند فرمایا۔ اس موقعہ پر عطائے الوض کے سوا اہمیت افزا الفاظ میں بارگاہِ خضریٰ سے آپ کی تعریف کی گئی تھی۔

جب سرشتہ جات اعداد و شمار، بہائم شماری، اور مردم شماری کے قیام کا خیال بر دے عمل لائی گئیں تو ان کی نظامت پر مولوی محمد رحمت اللہ کو سرانجام عطا ہوا۔ ختم کار مردم شماری پر خوشنودی مزاج کی عزت حاصل ہوئی۔ یہ واقعات تیر ۱۹۲۲ء اور اس کے بعد کے ہیں۔ ۱۹۲۲ء میں اضلاع گلبرگہ، راجپور، اور عثمان آباد قحط سے اثر پذیر ہوئے، تو اس کی ہنگامی نظامت کے کام کو بھی آپ انجام دیتے رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ پورے دوران قحط میں ساڑھے پانچ لاکھ سے زیادہ نفوس پر پانچ لاکھ اسٹکھنر آٹھ سو انتیس روپیہ پانچ آنہ چار پائی سے زیادہ مصارف نہونے پائے گئے۔ اگرچہ ان کاموں، یعنی مردم شماری، بہائم شماری، اعداد شمار، اندازہ وصول اور زرخہائے قحوک فروشی و چلہ فروشی پر مولوی رحمت اللہ کے مختلف مطبوعات موجود ہیں، اور سرکار انگریزی کی تالیفات میں بھی، ان مسائل سے متعلق، ان سے مدد لی جاتی ہے، لیکن آپ کے قلمی کاموں میں زیادہ اثر خیرہ کام ہے، جس کا تعلق اضلاع سرکار حال کے گز میٹیر سے ہے۔ مولوی مزا مہدی خاں کوکب کی تصنیف نقش اول تھی، جس میں بیس سال کے بعد دست کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے۔ یہ اب

زیر تالیف و اشاعت ہے۔

مولوی رحمت اللہ کی شادی مولوی میر مسعود خاں صاحب اول تعلقہ دار ذیلیہ کی دختر سے ہوئی تھی۔ ان جنت نصیب نے اپنی یادگاریں تین بیٹوں اور تین بیٹیوں کو چھوڑے ہیں۔ فرزندوں کے نام محمد ولی اللہ، محمد فلیل اللہ، اور محمد کرامت اللہ ہیں۔

(۶)

”رفت یار جنگات بہادر“ (نواب..... ضیا الحق ضیغ الدین احمد) خلف نواب فوجدار
اول مرحوم آپ نواب نظامت جنگ بہادر کے برادر اکبر ہیں۔ ولادت بتایاں ۱۲۸۳ھ میں ہوئی
واقع ہوئی حیدر آباد، علیگڑھ، اور انگلستان میں تحصیل علم و ماکرمن حیت کار آموز
کوسرکار آصفیہ کی سلاک ملازمت میں داخل ہوئے۔ زائد مددکاری صوبہ گلبرگہ شریف کی
خدمت اندرون سال حال زمانی، اور اسی حیثیت سے آپ کا تہاولہ ورنگل کو ہوا۔
جنگاؤں اور بھونگیوں میں تھوڑے عرصہ کے لئے مشغول رہے۔ دوم تعلقہ دار کی خدمت
برسر کار ہے۔ لیکن اوائل مشغولیت میں ترقی کے ساتھ عہدہ ڈپٹی کمشنر کر دہ گیری کیلئے
بلدہ طلب کئے گئے، اور جب محکمہ مالگزاری کے مینہ زراعت و تجارت کو کسی پختہ کار
مددگار کی ضرورت پیش آئی تو اس کام کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ جمی کنڈ اور
سدی پیٹھ کی درم تعلقہ اریاں کیجے بد دیگرے، اس کے بعد آپ کو لیس، اوبہ
اُس وقت تک قائم رہی کہ آپ ضلع ایگنڈل کے منضم اول تعلقہ دار زان بد مددگار
صوبہ دار مقرر ہوئے۔

رفت یار جنگ
بہادر

مستقل اول تعلقہ دار ضلع بیدر کے عہدہ پر آپ کو خور واکسٹاف میں ترقی ملی
یہاں اپنی محنت اور بہت سی انسانی خوبیوں کے نمایاں کرنے کا کافی موقع مل گیا۔
آپ کے قیام بیدر کے زمانہ میں ضلع بیدر کے اندر بہت ہی قابل قدر تعلیمی و معاشرتی
اصلاح میں عمل میں آئیں، اور محکمہ جات سرکار میں متعدد تبدیلیاں اور ترقیاں رونما ہوئیں۔

ان سب میں ذاتی طور پر آپ کے دل و دماغ نے کام کیا، اور اپنے پس روں کے لئے اپنے بند آپ نے قابل مثال سرکاری زندگی چھوڑی۔

رفعت یار جنگ کا خطاب آپ کو بہت حضرت غفر انکماں سرفراز ہوا تھا۔
 اول تعلقہ دار کی حیثیت سے نواب رفعت یار جنگ بہادر ننگندہ، ورنگل، اور نظام
 میں ایک عرصہ تک کارفرما رہے، اور تین مہینے کی اس مدت کے سوا جب آپ نے جیش
 صوبہ دار ورنگل کا فرمانی کی تھی، آپ کی اس حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔
 اورنگ آباد کا عہدہ جلیہ آپ کو آدرس ۱۸۳۲ء میں بارگاہ خسروی سے عطا ہوا تھا۔
 دو سال سے زیادہ اس منصب پر فائز رہنے کے بعد آپ کو نظامت عطیات پر سرفرازی
 حاصل ہوئی۔ بالآخر مدت ملازمت ختم ہونے پر آپ نے ۱۸۳۳ء میں وظیفہ حسنیت پر
 ملازمت سے بسکدوشی حاصل فرمائی۔

(کے)

”سردار نواز جنگ بہادر“ (نواب..... سید سردار علی خاں) خلف اوسط سردار دلیک
 آپ کا تعلق بلدہ کے سادات حسنی سے ہے۔ شاہان عادل شاہیہ کے عہد سلطنت میں آپ
 کے بزرگ مدینہ طیبہ سے وار و بجا پور ہوئے، اور مناصب شایستہ سے سرفراز کئے
 گئے۔ آپ کے پدر گرامی قدر کو حیدر آباد میں سب لوگ جانتے ہیں؛ جو اس سرکار بادشاہ
 میں متحد خدمتوں پر رہ کر بمقام لندن رہا۔ یہاں عالم جاودانی ہوئے۔
 سردار علی خاں صاحب کی ولادت بلدہ میں بتاریخ ۱۲۸۵ھ ہجرت ۱۸۶۸ء
 واقع ہوئی۔ اپنے والد ماجد کی زندگی میں تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اُن کی طبیعت
 بد تجارت کی جانب مائل ہوئے، اور عرصہ تک کامیابی کے ساتھ اس شغل کو جاری
 رکھا۔ بمبئی کا مشہور ویشن ہوٹل مع اپنے ملحقات کے آپ ہی کی ملکیت میں قیما۔
 آپ کی اس سکونت گاہ عامہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ جس قدر علماء و صلحاء اور

سردار نواز جنگ
 بہادر

دارد لمبی ہوتے تھے، وہ آپ کے ذاتی عہد کی حیثیت سے اُس کے زیر سایہ آرام پاتے تھے۔ نواب محسن الملک مرحوم سے آپ کے تعلقات خاص تھے، اور اسی لحاظ سے نوی ضرورتوں کے وقت مرحوم آپ کی جیب پر بار ڈالنے میں تکلیف کو مطلق راہ دیتے تھے۔ سلسلہ میں مسلمانانِ ہند کے مشہور وفد کو شملہ پہنچانے کا نواب صاحب نے قصد فرمایا، تو آپ نے اس کے مصارف کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ذمہ لے لیا اور نہایت فراخ سر ملکی سے ساتھ رقم کثیرہ ادا فرمائی۔ خود منجانب مسلمانانِ سکندر آباد ترکیہ وفد ہوئے، اور اُس کے کامیاب بنانے میں سعی و بلیغ سے کام لیا۔ یہ واقعہ قابلِ غور نہیں ہو سکتا کہ نواب صاحب مرحوم اپنے اقربا سے دور اپنی آخری گھڑیاں شملہ پر گزار رہے تھے، تو صرف آپ اُن کی تیمارداری میں مشغول تھے۔ مرحوم نے آپ کی زبان سے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو آخری پیام بھیجا تھا۔ اس واقعہ کو مولانا شہید مرحوم نے نواب صاحب کے مرقبہ میں بیان فرمایا ہے۔

سید سردار علی خاں صاحب کا شمار دور حاضرہ کے اہل قلم کی صفِ اول میں ہوتا ہے۔ اس پر آپ کی کئی انگریزی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہند موجودہ، تاریخی فریخہ، ہند در عہد لارڈ کرزن، حیات لارڈ لارے، و حیات لارڈ رڈنگ آپ کی امن مایہ ناز تصنیفات میں سے ہیں، جو ہر حصہ ملک میں شہرت عام رکھتی ہیں۔ کتاب ہند برطانیہ، ایک ہندی مسلمان کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس سے بھی آپ کی قلم کاری آشکار ہے۔

سرکارِ آصفیہ کے سلک ملازمت میں حضور پر نور کی توجہاتِ شہانہ کے باعث آپ دوم تعلقہ دار کی حیثیت سے داخل ہوئے، اور مانوی آپ کا مستقر قرار پایا۔ سلسلہ بہ سلسلہ اول تعلقہ داری و صوبہ داری پر ترقی کر کے آپ نظامتِ شہ کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ اس عہدہ میں سرشتہ ڈاکخانہ کے اندر متعدد ضروری اصلاحات عمل پیرا ہوئے، اور اس کارگزاری کے صلہ میں آپ نے سردار نواز جنگ کا خطاب

جامل کیا نواب سردار نواز جنگ بہادر کی کوشش ہے کہ سرکار آصفیہ کے سرپرستہ و اکنانہ کو دولت برطانیہ کے اسی سرپرستہ کے مساوی کروایا جائے۔

(۸)

نواب عابد نواز
بہادر

”عابد نواز جنگ بہادر“ (نواب سید زین العابدین بلگرامی) خلیف اکبر نواب
عماد الملک بہادر ۱۱۷۱ شہر پور ۱۲۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ حیدر آباد اور علیگڑہ میں تعلیم پائی
بعد انگلستان تشریف لے گئے؛ جہاں ادبیات و قانون کی تحصیل فرمائی۔
تعلیم ختم کر کے کار آموز کی حیثیت سے ۱۱۷۱ شہر پور کو سرکار عالی کی ملازمت
میں داخل ہو گئے، اور پورے چار سال حیدر آباد میں گزارے۔ پانچویں سال منصف
طور سے مستند و کثرت صفائی چادر گھاٹ کی خدمت پر آپ کا تقرر ہوا۔ لیکن ابھی سات مہینے
بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو صیغہ مال میں جگہ مل گئی، اور مددگار صوبہ دار اورنگ آباد کی
خدمت پر مامور کئے گئے۔ میدک میں بھی مددگار صوبہ دار ہی ہے، اور بحر ان
و تقوں کے جو آپ نے من حیث تعلق دار ضلع بیڑ اور اورنگ آباد میں گزارے تھے
یا بغرض ترتیب رپورٹ نظم و نسق، آپ کو دفتر مستندی نیتاس میں متعین فرمایا گیا تھا،
آپ کی اس حیثیت میں ۱۳۱۶ء تک کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔ بالآخر سال مذکور میں
اول تعلقہ داری و رنگل پر ترقی ملی۔ رانچور، عثمان آباد، محبوب نگر، اور بیدر بھی
اسی حیثیت سے کار فرما رہے۔ خرداد ۱۳۲۸ء میں بہار اچہ سرزمین السلطنہ بہادر کی
یہ دیرینہ آرزو بتوجہات شامانہ پوری ہوئی، کہ صاحب مزار آپ کو صوبہ داری کی کوشش
رونق افزہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک عرصہ تک صوبہ میدک و گاجر گہ کی عقدہ کشائی
کے بعد، آپ کو کثرت صفائی کا منصب عطا ہوا، اور اسی پر آپ نے اپنی ملازمت کو
کامیابی کے ساتھ ختم کر کے وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ وظیفہ حاصل کر لینے کے بعد
آپ نے قانون کو بطور پیشہ کے اختیار فرمایا ہے۔ عابد نواز جنگ کا خطاب تقریب

ساگرہ مبارک ۲۱ مہر ربیع الثانی ۱۳۲۵ء کو عطا ہوا تھا۔
نواب عابد نواز جنگ بہادر کے فرزندوں کے نام سید عسکری بلگرامی، سید
بلگرامی، اور سید ہادی بلگرامی ہیں۔

(۹)

”عبدالباسط خاں صاحب“ (مولوی محمد.....) خلف مولوی محمد عبدالباقر خاں صاحب
وکیل مرحوم۔ آپ کے بزرگوں میں سے حکیم محمد باقر خاں صاحب دہلوی، حضرت ناصر الدین
کے عہد میں طبیب شاہی تھے۔ آپ کے والد ماجد کا شمار بلدہ کے سربراہ اور وہ کلا
میں تھا۔

مولوی عبدالباسط
صاحب

آپ کی ولادت ۸ مہر ربیع الثانی ۱۳۰۵ء (۲۳ مارچ ۱۸۸۷ء) بہشت سٹریٹ (کولینیاں
واقع ہوئی۔ مشرقی درس گھر پر حاصل کیا، انگریزی تعلیم ایف اے تک مدرسہ
عالیہ و نظام کالج میں پائی۔ دوران تعلیم میں سٹریسیشن پرنسپل نوجوان طالب علم کے
ساتھ ہمیشہ پچھلی کا اظہار فرماتے رہے۔ انہیں کی توجہ کی باعث بعہد ولیعہد کی
حضور پر نور آپ کو کھیل میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اسی طرح بوقت
تعلیم مشرکوتی، نواب سالار جنگ بہادر ثالث کے شریک درس رہنے کا موقع ملا۔
دونوں اعزاز آپ کو منظور حضرت غفراننگاں حاصل ہوئے تھے۔

تعلیم سے فراغت پائی تو مسٹر ڈنلاپ معتمد وقت کی اجازت سے سلسلہ کارامو
آغاز ہوا۔ پٹوارگری سے درجہ بدرجہ تحصیل، ڈیپوٹرن، ضلع، اور صوبہ تک اس
سلسلہ کو دست دی گئی۔ بندوبست کا کام بطور خاص مولوی سید حسین مرحوم مہتمم مذہبیت
حیدرآباد کی نگرانی میں سیکھا۔ سرشتہ مال کے مختلف شعبہ جات کا عملی تجربہ جہانگیر
تحت حاصل ہوا، انہوں نے اپنی رپورٹوں میں آپ کے کام کو تعریف کے ساتھ یاد
کیا ہے۔ امتحان عہدہ داران مال میں اس کے بعد بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کی

اور امتحان بند و بست کے اندر تمام امیدواران امتحان کے مقابلہ میں اول آئے۔ اس تفصیلی کار آموزی کی مدت ختم ہوئی، تو مسٹر طلاپ نے آپ کی محنت شاقہ سے ان پر ہر کر سوم تعلقہ داری ضلع راجپور کی سفارش فرمائی۔

سوم تعلقہ دار کی حیثیت سے مسٹر عبدالباسط خاں مختلف مقامات پر اقامت گزین رہے، مگر اپنے فرائض کا زیادہ حصہ صوبہ داران اسماء کی مددگاری میں گزارا۔ اس عرصہ میں مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم صوبہ دار گلبرگہ، نواب فرامرز جنگ انجمنی صوبہ دار میدک، نواب فصیح جنگ بہرہوم صوبہ دار گلبرگہ، نواب محمد نواز جنگ صوبہ دار وگل جیسے زبردست شخصیتوں کا ساتھ رہا، اور سب نے ہمیشہ تحنیں و آفریں کے ساتھ آپ کو اور آپ کے کام کو یاد کیا۔ اسی طرح مسٹر کیفیلڈ صدر ناظم و مسعود وقت نے اپنی پسندیدہ اظہار مختلف مواقع پر فرمایا۔

۳۲ سالہ میں آپ کے خدمات من حیث ری مجلس پاینگاہ و قارالامرائی کے لئے حاصل کئے گئے۔ پاینگاہ کے انتظام میں آپ نے ایسی توجہ سے کام کیا کہ سربراہین یحییٰ صدر الہام نے اپنی خدمت سے سبکدوش ہونے سے قبل تریف کے ساتھ آپ کے لئے سو روپیہ ماہوار مادام الحیات کی سفارش فرمائی، جس کو بارگاہ خسروی سے شرف قبول عطا ہوا۔ اس عرصہ میں مولوی عبدالباسط خاں کو علاقہ سرکار عالی میں بھی دوم تعلقہ داری ترقی مل چکی تھی۔

نواب عقیل جنگ بہادر جس زمانہ میں صفت و حرقت اور پاینگاہ دونوں کی کرسی صدارت پر یہ یک وقت رونق افروز تھے، آپ کی خوبیوں سے متعلق اپنے ذاتی علم سے نظامت سررشتہ انجمنائے اتحادی کے لئے ساعی اور بتائید سرسید علی امام اپنی سسی میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ یکم آذر ۱۳۳۱ء میں آپ بہ قلیل فرمان خسروی اس منصب پر فائز ہوئے۔

مولوی صاحب کی پہلی شادی نواب اقبال یار جنگ مرحوم کی پوتی سے ہوئی تھی

جن کے بطن سے ایک فرزند عبدالسلام ہاں زیر تعلیم ہیں۔ ان کے انتقال کے بعد دوسری شادی نواب اعظم یار جنگ مرحوم کی پوتی سے ہوئی۔ ان بی بی کے نوہار نام عبدالباقر ہاں ہے۔

(۱۰)

”عطا حسین صاحب“ (مولوی سید.....) خلف سید باقر علی صاحب حسنی آپ کا سکونت تو گیا صوبہ بہار کی ہے، مگر اُس صوبہ کے مشہور ضلع آرہ میں تاریخ ۱۲ جولائی ولادت واقع ہوئی۔ انگریزی تعلیم آرہ، پٹنہ اور کلکتہ میں پائی؛ جہاں سے علی الترتیب انٹرنس، بی اے اور ایم اے میں کامیابی حاصل کی۔ انٹرنس کے امتحان میں پورے صوبہ بہار کے طلبہ میں اول آنے کے باعث آپ کو وظیفہ حاصل ہوا، جس کی وجہ سے انٹرنیٹ کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل ہونے پر ہوئی۔ ایم اے کے امتحان میں کلکتہ یونیورسٹی کے اندر اول آنے کے باعث تنخواہ انعام حاصل کیا۔ آپ نے انگریزی کی بڑی ڈگری حاصل فرمائی ہے، مگر اس کی خاطر مشرق وسطیٰ کی تعلیم کو فراموش نہیں فرمایا۔ فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے گھر پر پائی، مگر عربی کی تعلیم آرہ و پٹنہ میں پاکر اُس کی تحصیل بلدہ حیدرآباد میں بھی مولوی لطف اللہ سے جاری رکھی۔ اس موقع پر ہم حکیم عبدالوہاب انصاری المعروف بابا بیدیا صاحب کے نام کو فراموش کرنا نہیں چاہتے؛ جن سے اپنے نصاب کی آخری کتابوں کا درس حاصل کرنے کے سوا، آپ نے طب کی تحصیل فرمائی تھی۔ حفظ کلام پاک سے آپ نے آرہ ہی میں فراغت پائی تھی۔

انگریزی تعلیم کے بعد حیدرآباد سے وظیفہ تعلیمی حاصل کر کے مد کی کالج میں شرکت کی، اور وہاں سے کسول انجینری کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔ بعد فراغ تعلیم بغرض تجربہ نارتھ ویسٹرن ریلوے میں بمقام لاہور ملازمت اختیار کیا۔

مولوی عطاء حسین صاحب

اور کار مفوضہ کے سلسلہ میں مختلف مقامات پر سکونت پذیر رہے۔ بالآخر ایک سال کے عملی تجربہ کے بعد سرکار عالی کی ملازمت میں من حیث اسٹنٹ انجینئر داخل ہوئے۔ درجہ کی ترقیاں پا کر ایکڑیلیٹو انجینئر مقرر ہوئے، اور اس جگہ سے توجہات نشانہ نظامت تعمیرات شاخ غربی پر اسٹالف میں سرانفرازی حاصل فرمائی۔ ایسے دوران ملازمت میں آپ نے جو کام بطور خاص کئے ہیں ان میں سے ضلع ملکنڈہ کے اندر شاہ علی گورارم تالاب کی تعمیر اور اس سے نکلنے والی نہر خصوصیت کے ساتھ مشہور ہے۔ اسی طرح روڈ موسیٰ پر آپ کی نگرانی میں دوپل تیار ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تو دی کنڈہ کا پل ہے، اور دوسرا مسلم جنگ کا پل۔ آخر الذکر پل کی نسبت کہا جاتا ہے کہ مشہور طغیانی میں اس نے طوفان کا مقابلہ کیا تھا۔ کارکنان خطہ طغیانی سے متعلق بہت حضرت غفرامکان بارگاہ شاہی وایواں وزارت سے تحسین و آفریں حاصل فرمائی تھی، اور بعد کے کاموں پر پیشگاہ خسروی سے خوشنودی مزاج حاصل فرماتے رہے ہیں۔

مولوی عطا حسین صاحب کو حدیث و تصوف سے خاص پچھی اور اپنی زبان کے ادبیات کے ساتھ مخصوص دلچسپی ہے۔ تحقیق کے کلام کے شغف اور متاخرین کے کلام پر فریفتہ ہیں۔ حضرت مولانا اشہری مرحوم کے ان مقالات کا حوالہ دیتے ہیں، جو چارہاں سے بہت پہلے کی چیزیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت کی قضا آپ کے والد ماجد کو کلام غالب سے استفادہ کرنے اور فیض پانے کا موقع حاصل ہوا تھا۔ آپ کی نسادہی سلسلہ میں حکیم محمد شفیع صاحب کی دختر سے بمقام بیٹہ ہوئی۔ آپ کے تین بیٹوں میں سے اب دو، یعنی سید محمد یونس حنا اسٹنٹ انجینئر سرکار عالی ہیں، اور سید عبدالرحمن صاحب اڈنبرا کے تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ کی چوتھی اولاد ایک دختر ہے۔

(۱۱)

مرکز غایت حس

”عنایت اللہ صاحب“ (مولوی محمد.....) خلف شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ صاحب مرحوم۔ اپنے وطن دہلی میں ۱۵ نومبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلی والہ آباد کے مدارس میں پائی جنوری ۱۸۸۵ء میں محمد ن کالج علیگڑھ میں داخل ہوئے، اور انٹرنس و انٹر میڈیٹ کے امتحانات کلکتہ یونیورسٹی کے، وہاں سے پاس کئے۔ وہیں سے الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان میں شرکت کر کے اپریل ۱۸۹۱ء میں کامیابی حاصل کی۔ ایم اے اور ایل ایل بی کے لیکچروں میں حاضر ہوتے رہے، لیکن کسی امتحان میں بیٹھنے کی کوشش نہ آئی۔ ایام طالب علمی میں دو مرتبہ انعام، اور چار مرتبہ تعلیمی ترقی پروفیسر تعلیم و تربیت جس قدر پائی اپنے والد ماجد کے زیر سایہ سر سید احمد خاں مرحوم کی نگرانی میں پائی۔ استادوں اور پروفیسروں میں سے شمس العلماء مولوی خلیل احمد صاحب مرحوم، شمس العلماء مولوی شبلی صاحب مرحوم، شمس العلماء مولوی سید عباس حسین صاحب، اور شمس العلماء مولوی سید امجد علی صاحب کے اشتقاق کی داستان اب بھی آپ کی زبان پر جا رہی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انگریز استادوں میں سے مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل، سر ہلڈ کاکس، سر والٹر ریلے، سر طاس آر نلڈ، اور سر تھیوڈور رارسین کو شکر گزاری کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں چند ماہ تک حبش سید محمود مرحوم سے انگریزی نظم پر، اور ۱۸۸۸ء میں حبش سر محمد رفیق سے فلسفہ اور نفسیات پر لکچر لیتے تھے جو ان ایام میں کالج کے اعزازی پروفیسر تھے۔

مسٹر عنایت اللہ نے طالب علمی کے زمانہ میں مسٹر بک اور مسٹر مارین کے اکثر انگریزی مضامین کا ترجمہ کیا۔ مسٹر آر نلڈ اشاعت اسلام سے متعلق جو حصے جستہ جستہ تیار کرتے جاتے تھے، ان کا ترجمہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے دو جہازوں

(۱۸۹۰ء) میں آپ نے سنایا تھا۔ مشہور شاعر گروے کی ایلمپی کا ترجمہ اُسی زمانہ میں نثر میں کیا تھا، جو بہت مقبول ہوا۔ ۱۸۹۱ء میں قانون ٹرینیاں سرسید لکھتے جاتے تھے اور آپ اُس کا ترجمہ سٹریک کے لئے اپنی انگریزی میں کرتے تھے۔ ایام طالب علمی میں اور اس کے بعد ۱۸۹۱ء میں آپ نے کئی ترجمے اور مضمون لکھے۔ ایک چھوٹا رسالہ ابوریحان بیرونی کی زندگی پر اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔ ۱۸۹۶ء میں سٹریٹز کی کتاب پر پیننگ آف اسلام کا ترجمہ سرسید کے ارشاد سے کیا، اور شروع کے پانچ باب ان مرحوم کی خدمت میں پیش کر کے داد سخن حاصل کی۔ مشہور امریکی مصنف امرسن کے مضمون مکافات کا ترجمہ کیا۔ نواب حسن الملک مرحوم نے اس کی بہت تحریف کی، اور سرسید نے تمام وکمال انٹیلیٹیوٹ گزٹ میں شائع کر کے آپ کے والد کو تعریفی خط لکھا۔ انگریزی نظر قانون کا ترجمہ ۱۸۹۹ء میں اجرت پر کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں جنگل کی دو کہانیاں کیپلنگ کے انداز پر لکھیں، جو لڑکوں اور لڑکیوں میں بہت مقبول ہوئیں، بلکہ بعض بزرگوں نے بھی تحریف کی۔ مولوی محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم ان میں سے ایک کو اپنے خراج سے چھپوایا تھا۔ خواجہ حالی اور جناب اکبر نے بھی انہی تحریف میں لب کشائی فرمائی تھی۔

چند روز تک کالج لائبریری کا اہتمام فرمایا، ایک ہفتہ تک ریاضی کے اعزاز پر تفسیر رہے، اور ایک سال تک سرسید کی زندگی میں تہذیب الاخلاق کی سب ادٹیری کا کام انجام دیا۔

۱۹۰۰ء میں جو پنور کی عدالت ضلع میں دفتر کے چیف سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے، اور اس خدمت پر چودہ برس کام کیا۔ اس کے بعد نو مہینے کے لئے بریلی تبدیل ہو گئے، جہاں سے آپ کے خدمات ۱۹۱۵ء میں گوالیار کو منتقل کئے گئے۔ وہاں انڈسٹریل انیشی ایٹو اور سکریٹری صینہ مرفادہ کی حیثیت سے چھ سال تک رہنا ہوا۔ اس عرصہ میں متعدد مشید مضامین پر خامہ فرسائی فرماتے رہے۔ دوزی کی تاریخ اندلس کا ترجمہ (قلبی) اُسی زمانہ میں

کیا تھا۔

جنوری ۱۹۲۱ء میں آپ کے خدمات کو ایار سے بواسطہ گورنمنٹ سرکار آصفیہ کے لئے حاصل کئے گئے۔ یہاں آکر نظامت دارالترجمہ کے فرائض کے سوا آپ نے جامع عثمانیہ کی خاطر پیرکیز، تسطین، اور یونانی شہنشاہی کا ترجمہ کیا۔ اسی طرح سرشتہ تعلیمات کی فرمائش پر نواب مسعود جنگ بہادر کی کتاب جاپان کو اپنی زبان میں نقل فرمایا۔ لیکن آپ کی کتاب اندلس کا تاریخی جغرافیہ نے آپ سے بہت زیادہ محنت لی ہے، اور کتاب اشاعت اسلام کی طرح اسکا افادہ بھی عام ہے۔

(۱۲)

غلام غوث خان نصیب (مولوی.....) خلف اکبر مولوی محمد جلال خاں صاحب نانوتوی آپ کے بزرگ سرزمین دکن پر حضرت آصفیہ اول کے ہمراہ رکاب آکر، عساکر آصفیہ کی جہول اور سلجھاریوں کے خدمات پر فائز ہوئے۔ فنون سپہ گری سے آپ کے جدا مجد تک واسطہ رہا، اور خاندان میں آپ کے والد ماجد پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے تلوار کے بجائے تیغ اور قلم سے زیادہ تر تعلق رکھا۔ مرحوم اپنے زمانہ میں نہ صرف ایک ممتاز وکیل تھے، بلکہ اپنی نیک نفسی اور فائدہ رسانی کے لحاظ سے بھی اہل دل کی مجلس کے اندر صنف اول میں جگہ حاصل کر چکے تھے۔ بازار حیدر گنج میں کوچہ جلال خاں انہیں کے نام سے موسوم ہے، اور اس کوچہ کی مسجد انہیں کی آباد کردہ یادگار ہے۔

غلام غوث خان نصیب کی ولادت بازار حیدر گنج میں، بتاریخ ۲۳ شوال ۱۲۵۵ھ (م ۲۵ مارچ ۱۸۴۰ء) واقع ہوئی۔ مکتبی طرز پر عربی و فارسی کی تعلیم وطن ہی میں لاکر انگریزی تعلیم کے لئے مدرسہ مفید الانام اور سٹی ہائی اسکول میں شرکت کی۔ امتحان زبان ملکی، ملکی، وکالت و جودیشیل، اور امتحان عہدہ داران مال میں کامیابی، تعلیم سے زراعت کر کے، حاصل فرمائی۔ اپنے والد کی زندگی میں ان کے ساتھ نیز جد اگاہانہ قانون کی پیشگی

مولوی غلام غوث خان نصیب

فرمایا۔ اس ڈویژن میں ایک موضع کی آبادی آپ کی کوشش کی بایگوار ہے۔ یہاں آپ کو مرقعہ تحصیلات کی سماعت کے اختیارات حاصل ہے۔ ڈویژن جمنیہ کا تبادلہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء کو ہوا، اور وہاں سے دو ماہ کے اندر رلیف انسری پر کار قحط میں منتقل ہوئے۔ دو تعلقات میں مستقل طور پر یہ کام خاں صاحب کے سپرد تھا۔ اس کے ماسرائین مثال عہدہ داران کی تفتیح کا کام بھی آپ سے لیا گیا۔ آپ کا کام ضلع بھر میں سب سے بڑا تھا، اگر سب سے اچھا ثابت ہوا، اسی عرصہ میں ایک موقع پر جب ہریضہ کی شدت تھی، اور آپ خود فوٹوشے، آپ نے احکام صدر کی قبیل جان پر کھیل کر فرمائی۔ نواب محمد نواز جنگ بہادر کشنہ قحط سے بکرات و مرآت آپ کے عہدہ کاموں کی تعریف کرتے ہوئے اپنی یہ دلی خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ آپ کے ایسے عہدہ دار خدا کرے کہ ملک میں بکثرت پیدا ہو جائیں۔ ایک دوسرے موقع پر صاحب ضلع تحریر فرماتے ہیں کہ اس ضلع کے تمام عہدہ داران قحط میں ان کے کام کو اول نمبر خیال کرتا ہوں، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ان کا کام اچھا اور باضابطہ رہا کہ کسی دوسرے ڈویژن انسری سرشتہ قحط کا ہوگا۔

بعد ختم کار قحط، ڈویژن ہنگولی پر آپ کا تبادلہ ۹ مارچ ۱۹۳۲ء کو ہوا، جہاں تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ بحسن توجہ نواب ضلع جنگ مرحوم آپ کا انتخاب سرشتہ کورٹ آف وارڈس کی مددگاری کے لئے یہ منظوری سرعلی امام مولد الملک بہادر محل میں آگیا۔ اس موقع پر نواب رفعت یار جنگ بہادر صوبہ دار اورنگ آباد نے آپ کو اپنی مددگاری لینا چاہا تھا۔ لیکن حکم امرداد ۱۹۳۲ء کو سرشتہ مذکورہ میں آپ کا آئندہ ضروری قرار پانے لگا اس لئے اس خدمت پر نہ جاسکے۔ سرشتہ کورٹ میں مولوی غلام غوث خاں صاحب نے اپنی مسئلہ لیاقت و توجہ سے کام کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ ناظم سرشتہ کے واپس ہونے کا وقت آیا تو بارگاہ خسروی سے عہدہ نظامت آپ کو عطا ہوا۔ مولوی عبداللہ یوسف علی صاحب صدر المہام وقت نے اس موقع پر آپ کے لئے سب سے بلیغ سے کام لیا تھا۔ اس عرض مدت میں خاں صاحب کو ایسے متعدد مواقع پیش آئے جن پر اپنے خدمات شایستہ کی داد منجانب سرکار کا

حاصل فرمائی ہے۔ حضورؐ پر نور نے بھی بنفس نفیس ذہانی و تحریری اظہارِ قدرت و انی فرما کر اپنے ایک وابستہ و امان دولت کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔
خاں صاحب کی شادی بنتِ عم سے ہوئی، اور تین لڑکیوں اور ایک لڑکے سے
خداوندِ عالم نے اس جوڑے کو پرومند فرمایا۔ آپ کے فرزند کا نام شوکت علی خاں ہے۔

(۱۳)

علامہ نذیری رحمہ اللہ

”علامہ نذیری صاحب“ (مولوی.....) خلف مولوی غلام جیلانی صاحب نقشبندی۔
پانچ سو سالہ آئینہ میں اپنے وطن دہلی میں پیدا ہوئے۔ رہیں گورنمنٹ اسکول اور سینٹ پیٹرفورڈ
کالج میں انگریزی تعلیم پائی ہے، اور آخر الذکر درنگاہ سے پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے
کی ڈگری حاصل فرمائی۔ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب، اور مولوی محمد اسحاق صاحب
سے عربی پڑھی۔ مشرقی علوم میں جہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد سے تین ملائی تھے، اور
تاریخ میں دستگاہ رکھنے کے باعث کلکتہ یونیورسٹی کے گریجویٹ پرائز پانے کی عزت حاصل
کی۔ دورانِ تعلیم میں گورنمنٹ ہند نے عربی اور فارسی زبانوں کا ریسرچ اسکالرشپ
عطا فرمایا تھا۔

تمام تعلیمی منزلوں کو بوجہ احسن طے فرمایا تو پنجاب گورنمنٹ نے تحصیلداری کی
خدمت پر تقرر فرمایا۔ اسی سلسلہ میں بزمانہ تحصیلداری کا رہنڈوبست و نقشہ کشی، ان مضائق
انعام فرمایا۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آپ کا میلان سرشتہ تعلیمات کی جانب
ہوا، اور ۱۹۰۹ء میں پروفیسر عربی و فارسی مقرر ہو کر مشرق بنگال (دھاکہ) ایشر
لے گئے، جہاں کم و بیش چھ سال تک تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے۔ ڈھاکہ سے
۱۹۱۵ء میں نظامت سرشتہ آثار قدیمہ پر بلدہ حیدر آباد تشریف لائے۔ اس کے ساتھ
ہی ماہرِ کتبہات اسلامیہ سرکارِ عظمت دار کے فرائض بھی آپ کے سپرد ہوئے۔ آپ
سے پہلے جرمن مستشرق ڈاکٹر ہاروٹزر اور سر ڈینی سن راس جیسے مبصرین فن اس خدمت

انجام دیتے تھے۔

مولوی غلام یزدانی صاحب جس زمانہ میں پنجاب میں تھے، آپ نے وہاں کی ہسٹاریکل سوسائٹی کے قیام میں مدد دی، اور جب مشرقی بنگال پہنچے تو دندہاریج سوسائٹی کی بنیاد قیام کی۔ اسی طرح حیدرآباد شریف لائے تو سال اول ہی میں اپنے سرشتہ سے متعلق آرکیولوجیکل سوسائٹی (انجمن آثار قدیمہ) کے آغاز اور اُس کے نشوونما کے لئے کامیاب کوشش فرمائی۔ کرنل پینے آنجنہانی اس کام کے بڑے معاون اور انجمن مذکور کے پہلے صدر نشین تھے۔

اسلامی آثار قدیمہ سے متعلق آپ کے شغف کو ملاحظہ کر کے، منجانب سرکار اصفیہ آپ کو دو سال ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء کو یورپ اور مالک اسلامیہ کی سیاحت کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا، تاکہ آپ وہاں آثار اسلامی کا تجربہ حاصل فرمائیں۔ اپنی اس سیاحت سے آپ نے کماحقہ فائدہ حاصل فرمایا۔ سفر سے واپس ہوئے تو اپنی تازہ معلومات سے محبان نزدیک و دور کو اپنی متعدد تقریروں کے ذریعہ مخلوط و ممنون کیا، اور اپنے سرشتہ کے مزید استحکام و ترقی کی جانب متوجہ و مشغول ہو گئے۔ فرائض خدمت کے سوا اور کیا حیدرآباد کے دوسرے علمی مشاغل سے بھی واسطہ رہا ہے، اور سب ضرورت آپ ممتاز علمی کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔

مولوی غلام یزدانی صاحب کی شادی ۱۹۱۹ء میں شاہ عبدالصمد صاحب قبلہ فریدی کی صاحبزادی اور ہماری عزیز دوست فریدہ الاسلام صاحب کی ہمشیر سے ہوئی تھی۔ ان میاں بی بی کی تین لڑکیوں کے سوا دوسرے مسعود یزدانی و علی یزدانی ہیں۔

(۱۴)

لطیف یار جنگ بہادر (نواب..... مولوی محمد عبداللطیف خاں) خلف محمد عبدالستار
ابن اخوند محمد سکندر خاں، ابن اخوند محمد داؤد خاں، ابن محمد الہی بخش خاں، ابن اخوند محمد دگر

لطیف یار جنگ
بہادر

مورث اعلیٰ

اخوند محمد ولیر خاں افغان اور شاہی اساتذہ خاندان درانیہ میں سے تھے۔ دوصدی قبل انہوں نے اسلام نگر ضلع سہارنپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ سردار جلال خاں ابن میرنزاری رئیس جلال آباد ضلع منظر نگر سے ان کے برادرانہ تعلقات تھے، اور اخوند محمد اولاد نے دایان بھوپال، ٹونک، کینج پورہ وغیرہ سے عزیزانہ تعلقات قائم کئے، اور خاندان کی علمی، ثروتی، اور عسکری روایات کو قائم رکھا۔

محمد عبداللطیف خاں صاحب برہ زد و شنبہ واقعہ ۱۲۷۵ھ صبح کے وقت لوہاری ضلع منظر نگر میں پیدا ہوئے، اور چودہ سال کے سن تک اسلام نگر میں پرورش پاتے رہے۔ تعلیم کی ابتدا مولوی صدیق احمد صاحب انہٹوی سے تقصیر رامپور مہاراجہ میں ہوئی اور وہیں درس نظامیہ کو تمام کیا۔ تھوڑے عرصہ تک ریاست مالیر کوٹلہ رنجپال میں بھی سلسلہ تعلیم جاری رہا، لیکن ۱۲۹۰ھ میں حیدر آباد اگر دارالعلوم میں درس کی تکرار فرما کر سند فضیلت حاصل فرمائی۔ امتحان وکالت درجہ اول اور امتحان مال میں اس کے بعد بدرجہ اعلیٰ کامیاب ہوئے۔

۱۲۹۱ھ میں محکمہ صدر محاسبی کے عملہ میں ملازمت اختیار کر کے نو سال تک نشست خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن نواب وقار الملک مرحوم (معتد مالگڑاری) کو آپ کی قابلیت کا علم ہوا تو ۱۳۰۵ھ میں اپنی رو بکاری میں ۳۰۹ھ ہر تک پیشکار کی حیثیت سے کام لیتے رہے، اور جب اپنی خدمت سے سبکدوش ہوئے تو تعلقہ سنگاریڈی پٹیجہ کا تحصیلدار مقرر فرما دیا۔ اس خدمت پر ۱۳۰۵ھ ہر تک کام کرنے پائے تھے کہ نواب عزیز جنگ مرحوم مستعد صدر تعلقہ اربا سیکھ وقار الامرائی نے اپنے اول مددگار کی حیثیت سے آپ کے خدمات کو پاگنگ میں منتقل کر لیا، اور ساتھ ہی مجلس عدالت کی رکنیت اور تعلقہ مالگڑاری کے خدمات سے آپ کو مستعفی فرمایا۔ ان فرائض کو سات سال تک انجام دیتے رہے، اور اسی عرصہ میں تعلقہ مالگڑاری کا امتحان پاس کر لیا۔

نواب مقتدر جنگ مرحوم صوبہ دار میدک کی سفارش پر دوم تعلقہ آربکاری مقرر ہوئے، اور سات سال تک اس خدمت پر مامور رہے۔ اس زمانہ میں سرسٹریٹس ڈپلپ آجہانی صدر ناظم و مستعد مال کی توجہ آپ کی جانب مائل ہوئی، اور بصلہ کارگزاری ہفتہ تنخواہ کے ساتھ مستقل تعلقہ آربکاری مقرر فرمادیا۔ آربکاری ضلع اطراف بلدہ کے ٹھکانے کے اضافہ اس کے حقوڑے عرصہ کے بعد ہوا۔ اردی بہشت ۱۳۳۱ء میں محکمہ آربکاری کی تنظیم جدید عمل میں آئی تو منصب نظامت پر مولوی عبداللطیف خاں صاحب فائز ہوئے۔ ایک زمانہ میں یہاں آربکاری کو بدعات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اور اس کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ اس سرشتہ کی آمدنی بھی ۱۲۱۲ء میں جب سے خالصاً اس سے واسطہ ہوا، باون لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو ستاون روپیہ سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہی آپ نے اس توجہ و جانفشانی سے کام کیا کہ بدعات ملک کی آمدنی ایک محکمہ بنائے جانے کے قابل ہو گئی۔ ۱۳۳۱ء میں پورے محکمہ آربکاری کی آمدنی ایک کروڑ ستتر لاکھ روپیہ تھی۔ اس حوالہ اضافہ کو ایک بڑی ریاست کی آمدنی کے برابر خیال کرنا چاہئے۔ اظہار خوشنودی کی طور پر بارگاہ خسروی سے لطیفاً جنگا خطاب ۱۳۳۲ء میں عطا ہوا تھا۔

نواب لطیف یار جنگ بہادر نے اپنے عہد نظامت میں ملک کی پچاس ہزار دیہاتی بھٹیاں مسما کر کے صرف چار سو اتر کو سخت قیود سے مقید کر دیا ہے۔ اسی طرح جن بھٹیاں میں کبھی ایک لاکھ کھنڈی گل مہوہ گلا کر پچیس لاکھ گیلن لندن پروف شراب کشید کی جاتی تھی، ان میں اب دس لاکھ گیلن کی کشید بھی نہیں ہوتی۔ شراب کی تیزی میں بھی نمایاں کمی کی گئی ہے۔ پیر خرابات کی توجہ سے اس ملک میں ایسا ایک دھندو آنے والا ہے کہ شراب، جس کو عوام وارو کہتے ہیں، اپنے استعمال جائز یعنی دو کپیلے شاید مل سکے گی۔ یہی حال سینہ ہی کا ہے کہ اضافہ محصول کے باعث اس کے استعمال کرنے والوں کی اب وہ کثرت نظر نہیں آتی۔ خود رو درختان آربکاری، اقتادہ ارغی

بندوبست کی برکتوں سے خود بخود کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ممالک محروسہ میں افیون کی کاشت
سردود ہونے کے باعث ایک زمانہ میں تین سو اہتر بیلیاں باہر سے آیا کرتی تھیں اب
تقریباً دو سو بیلیاں درآمد کی جاتی ہوں گی۔ گانجہ کی کاشت کبھی بھاجی کی طرح ہوا کرتی
تھی، اب سرکاری نگرانی میں صرف چند ایک زمین پر محدود ہے۔ افیون اور گانجہ کی
فروخت سر دست چاندی کے ہم وزن ہونے لگی ہے۔ چاندو خانے اور بابو خانے یکدم
مسدود کر دئے گئے ہیں، اور پیرس کا استعمال قانونی جرم ہے۔ کشید شراب کے
جو کارخانے نواب صاحب کے عہد نظامت میں قائم ہوئے ہیں، ان میں ٹنگر اور دوسری
ادویہ کے سوا عطر سازی بھی ہوتی ہے، اور مہوہ کی اسپرٹ کو اس درجہ پر پہنچا دیا
ہے کہ تھوڑی سی ترقی کے بعد اُسے موٹر نشینوں کے بجائے موٹر کے کام میں لایا جا سکے گا۔
نواب صاحب کا عقد خاندان ہی میں ہوا۔ محمد عبدالمصیت خاں، محمد عبدالحی
محمد عبد القیوم خاں، اور محمد عبد العلی خاں آپ کے چار فرزند ہیں۔

(۱۵)

محمد حسن صاحب بلگرامی (مولوی سید.....) خلیفہ سید محمود رضا خاں صاحب جرم۔
پیدائش چشتیہ واقع ۱۰ رجب ۱۲۸۳ کو محلہ سید واڑہ قصبہ بلگرام صوبہ اودہ میں ہوئی
ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ایک ایسے بزرگ نے دی جو بلحاظ اپنے علم و فضل کے یکساں
رودگار تھے۔ اس ابتدائی سے ہماری مراد مکتبی و اسلامی تعلیم سے ہے، جس کے لئے
بلگرام ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ اس کے بعد کیننگ کالج لکھنؤ اور محمدن کالج علیگڑہ میں تحصیل
و تکمیل فرمائی۔ علیگڑہ میں مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل کی خاص عنایت و نوازش آپ پر
مبذول رہا کرتی تھی۔ اس کی تصدیق ہمیں مشربک کی ایک تحریر موزعہ ۱۶ اپریل ۱۳۱۸ء
سے ہوئی، جس کا ترجمہ ہم نے رسالہ لسان الکلماء حیدر آباد کی جلد اول میں شائع کر دیا تھا۔
یہ خط اس لحاظ سے دلچسپی سے خالی نہیں کہ ایک یورپین استاد نے اپنے ایک ہندوستانی

محمد حسن صاحب
بلگرامی

شاگرد کو محبت آمیز نصیحت فرمائی تھی۔ اس سے شاگرد کی رغبت اور اوس کی پاکیزہ سیرت کے متعلق جو خیال استاد کے دماغ میں جاگزیں تھا اُسکا پتہ چلتا ہے۔
 اس کو اتفاق کہئے یا کرشمہ کہ مولوی محمد حسن کے دادا خان بہادر محمد سید خاں مرحوم لاڑوہار ڈنگ اول گورنر جنرل کے پولٹیکل اٹاچی تھے، اور سرہنری ایلیٹ فارن سکریٹری کے استاد یعنی سرہنری نے اُن سے عربی پڑھی تھی۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ سرہنری کے پایہ کا کوئی یورپین افسر ایک ویسی کو مرتے وقت یاد لگے؟ مگر ایسا ہی ہوا۔ سرہنری ایلیٹ نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا تھا کہ اُن کے استاد محمد سید خاں بہادر کو اُن کی جائداد میں سے بیس ہزار روپیہ دینا اُن کے وٹنا پر فرض ہوگا۔ وہ واقعہ ایک یورپین شاگرد کا اپنے ویسی استاد کے ساتھ تھا، اور یہ واقعہ ایک یورپین استاد کا اپنے ویسی شاگرد کے ساتھ ہے۔ دادا اور پوتے کے کارنامے میں کچھ تو مماثلت پائی جاتی ہے۔

تعلیم سے فراغت حاصل کر کے سید محمد حسن صاحب سرکار آصفیہ کی سلاک ملازمت میں داخل ہو گئے۔ ابتدائی تقرر نواب نذر الملک بہادر معین المہام عدالت کی پیشی میں کمشنر پور کو ہوا، جہاں آپ نے اپنی ملازمت کے دس سال گزارے۔ ذرا بعد گورنمنٹ آڈیٹر یلوے و معدنیات کے دفتر میں منصرم بدوکار کی حیثیت سے ترقی کے ساتھ منتقل ہوئے۔ اُس زمانہ میں مسٹر ہیرلڈ گورنمنٹ آڈیٹر تھے۔ وہ آپ کے کام سے کچھ ایسے خوش ہوئے کہ جب حیدرآباد کی ملازمت سے سبکدوش ہونے لگے تو سرکار میں سفارش کی کہ بجائے اس کے کہ ہندوستان سے مستعفی ماہوار پر کوئی نیا افسر لیا جائے، آپ اُن کی جگہ مقرر ہوں۔ اس سے سرکار کی کفایت بھی تھی کہ آپ سستے دامن ملتے تھے، اور بقول مسٹر ہیرلڈ کام بھی اُسی سہولت سے انجام پاسکتا تھا جیسا کہ وہ خود انجام دے سکتے تھے۔ ایک یورپین افسر کی سفارش وہ بھی زوردار الفاظ میں خالی نہ لگئی، اور آپ اُن کی جگہ پہلے منصرم ذرا بعد مستقل آڈیٹر مقرر ہو گئے۔

اس خدمت سے آپ نے اسر خروا ۳۲۸ سالہ کو صدر محاسبی سرکار عالی کے عہدہ جلیلہ پزرتی پائی، اور سات سال تک اس خدمت کے فرائض کو انجام دیا۔ آذر ۱۳۳۸ء میں جب آپ وظیفہ حسن خدمت پر کناراہ کش ہونے لگے تو حضور پرنور نے آپ کو ازراہ قدر افزائی علاقہ پانچگاہ نواب سرخورد شید جاہ مرحوم میں یہ مجلس کے منصب پر سرفراز فرمایا۔

مولوی محمد حسن صاحب جن دنوں ریلوے آڈیٹر تھے، اپنے دوسرے فرائض کے منجملہ حضور پرنور کے سفر واپسی اور قحط کے زمانہ میں کرایہ کاہ وغلہ وغیرہ کے حسابات کا جانچ پڑتال ایسی عمدگی کے ساتھ کی کہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ریلوے کمپنی سے سرکار کو واپس دلا دیا۔ اس جن کارگزاری کا اعتراف مسٹر گلانی نے بھی سرکاری تحریر کے ذریعہ فرمایا تھا۔

مولوی محمد حسن صاحب بلگرامی اپنی فرصت کے اوقات کو دماغی مشاغل پر صرف فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ بدبہ امیری، فغان ایران، جنگ روس و جاپان، علاج اعلیٰ بلا اودہ یہ عمل جراحی، مجموعہ رباعیات انیس، خیابان حران، رموز فری مسیری، لاج غم و الم، اور رسوم صد رشیدی وغیرہ آپ کی انہیں دماغ سوزیوں کا نتیجہ ہیں۔ آخر الذکر تین کتابوں کا ترجمہ ارباب طریقت کو ایسا پسند آیا کہ ایک مرصع طلائی تمغا اور ملبوس فری مسیری آپ کو عطا کیا گیا۔

آپ کی شادی ۱۳۱۸ء میں بمقام بلگرامی نواب عماد الملک بہادر کی برادرزادی کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی بقیہ حیات اولاد میں سے ایک فرزند اور دو دختر ہیں۔ عظیم الدین صاحب آپ کے فرزند ہیں، جو فی الحال بدگاہ صدر محاسب سرکار عالی ہیں، اور گورنمنٹ آڈیٹر ریلوے کے دفتر میں تعینات کئے گئے ہیں۔

(۱۶)

محمد نواز جنگ بہادر (نواب..... محمد علی خاں) تلف حافظ حاجی محمد سلطان حسین صاحب

نواب محمد جنگ
بہادر

باپ کی جانب سے آپ فاروقی ہیں، اور نواب الوز الدین خاں گویا موسیٰ کی یادگار۔ اور ماں کی طرف سے آپ کا سلسلہ سید محمد کوچک تک پہنچتا ہے، جنہوں نے ۹۲ھ میں بلوچ میں وفات پائی تھی۔

آپ کی ولادت حیدرآباد میں رمضان ۱۲۸۵ھ میں ۶۵ سالہ میں واقع ہوئی۔ چار سال کے سن میں سایہ پوری سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی گوانی میں اس وقت کے دستور کے مطابق گھر کے کتب میں تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد دارالعلوم سٹی وچا درگھاٹ ہائی اسکول، اور مدرسہ عالیہ میں درس حاصل کر کے تعلیم کو ختم فرمایا۔ سول سرورس کلاس میں داخل ہو کر مدت معینہ میں امتحان دیا، اور مستثنیٰ میں کامیابی حاصل کی۔

سرکار عالی کی سبک ملازمت میں ہر سالہ میں داخل ہو کر، احاطہ مدرسہ میں اعزازی اسٹنٹ کسٹمر کی حیثیت سے کام سیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد ختم مدت حیدرآباد واپس آئے تو محکمہ بندر بست میں تعیناتی عمل میں آئی۔ مددگار صوبہ دار کی خدمت پرستاری میں ترقی ملی، اور تین سال تک اس خدمت کے فرائض انجام دیکر طاعون کے کار خاص پر متعین کئے گئے۔ اس کام کو ایسی خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ بطور اظہار خوشنودی مددگار مستند فیئانس مقرر ہوئے۔ مددگاری فیئانس سے اولیٰ ضلع عادل آباد کے عہدہ پر ترقی پائی۔ اس ضلع کے آباد کرنے کی خاطر آپ کو بڑی محنت اٹھانی پڑی اور ستر ستر میل گھوڑے کی پیٹھ پر گزارے۔ لاکھوں ایکڑ افتادہ زمین کو قابل کاشت بنایا، اور تقریباً دو لاکھ آدمیوں کو مختلف مقامات پر بسایا۔ آپ کے مسافر جمیلہ سے وہاں کی برہمن مروجہ شماری میں خصوصیت کے ساتھ معقول اقدانہ ہوا۔ ان خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو سرکار عالی سے معتد بہ ذاتی الونس عطا ہوا تھا۔

زائد معتدی مال کے منصب پر مہکارم شاہانہ آپ نے ۳۲ سالہ میں ترقی پائی۔ اس زمانہ میں کوئی معتد نہ تھا، اس نے فرائض مستدی بھی عملی طور پر آپ ہی کو انجام دینے پڑتے تھے۔ ۳۵ سالہ میں صوبہ داری ورنجل اور ۳۲ سالہ میں صدر نظامت ماکولات کے

مناسب آپ کے تفویض ہوئے۔ آخر الذکر موقع پر آپ کو بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑا۔ انسپکٹر جنرل مال اور کشتری تحوط کے مناسب آپ کو کیے بعد دیگرے عطا ہوئے تھے۔ تحوط کا انتظام آپ نے ایسی خوبی کے ساتھ کیا کہ جب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تو آپ کو صدر نظامت کو تو الی اصلاح کی خدمت عطا ہوئی۔ بطور صلہ خدمات محمد نواز جنگ خطاب بارگاہ خسروی سے رحمت فرمایا گیا تھا۔

نواب محمد نواز جنگ بہادر کو علم اخلاق و تاریخ سے خاص پچسپی ہے، اور علم اخلاق میں نصائح بہ نوجوانان ملک کے نام سے ایک رسالہ بھی قلمبند فرما چکے ہیں۔ باوقات مختلفہ آپ کی تین ستاریاں ہوئیں، اور ان سب سے خدا نے جو اولاد عطا فرمائی اُس کے منجملہ آپ کے فرزند ان موجودہ کے نام حامد علیاں، احمد علیاں، محمود علیاں، آصف علیاں، اور حسن علیاں ہیں۔

(۱۷)

وہ جسے جنگ
بہادر

”مسعود جنگ بہادر“ (نواب..... سید راس مسعود) خلف جٹس محمود صاحب مرحوم۔ ۵ افروری ۱۹۱۰ء کو بمقام علیگڑہ پیدا ہوئے؛ جہاں اپنے دادا جان سر سید احمد خان مرحوم کے آغوش تربیت میں اُس عمر کو پہنچے کہ رسم بسم اللہ ادا کیجائے۔ یہ رسم نہایت سادگی کے ساتھ قوم کے منتخب افراد کے سامنے اسٹریچی ہال میں ادا کی گئی، اور اب تعلیم باقاعدہ شروع ہو گئی۔ ابھی مدرسہ کی ابتدائی منزلوں کو طے کر رہے تھے کہ میر سید نے رحلت فرمائی، اور محوڑے عرصہ کے بعد ہی سایہ پد یہی سر سے اٹھ گیا۔ لیکن دولت برطانیہ نے ان غموں کو محسوس ہونے نہ دیا، اور اب آپ کی تعلیم مسٹر (بعد میں سر) تھیوڈور مارین کی نگرانی میں ہونے لگی؛ جو اُس وقت علیگڑہ کے پرنسپل تھے۔ مسٹر مسعود نے ۱۹۱۴ء میں انٹرنس پاس کیا، اور عازم انگلستان ہو کر چھ سال کی محنت میں اسکفورد یونیورسٹی کے نیوکالج سے ۱۹۱۸ء میں بی اے کی ڈگری اعزاز کے ساتھ لی۔ اس

امتحان میں آپ کا مضمون تاپنچ تھا۔ اسی عرصہ میں آپ قانون کے مطالعہ میں مشغول رہے اور ۱۹۱۲ء میں بیرسٹری کی سند حاصل فرمائی۔ دوران تعلیم میں آپ نے صحت بخش ورزشوں اور کھیلوں کو فراموش نہیں فرمایا، اور ٹینس کے لئے اسکور ڈکالچ ٹیم میں برابر شریک ہوتے رہے۔

تعلیمی منازل کو طے کرنے کے بعد آپ وطن واپس ہوئے، اور بمقام بانکلی پور بیرسٹری شروع کی۔ لیکن اس پیشہ میں آپ کا جی نہ لگا، اور یکم نومبر ۱۹۱۳ء کو بٹیمہ ہی میں ہندوستان کے سینڈھیلیات میں داخل ہو گئے۔ آپ کو اس سرشتہ کا کافی تجربہ ہو گیا تو ۱۹۱۶ء میں ۱۹۱۶ء میں دولت برطانیہ سے آپ کے خدمات نظامت تعلیمات کے لئے دولت آصفیہ کے تفویض کئے گئے۔ بالائستقلال آپ کے خدمات ۱۹۳۳ء میں ۱۹۳۳ء میں حاصل کرنے کی غرض سے حکم حکم شرف صدور لایا، اور اب آپ اسی سرکار کی سلک ملازمت میں داخل ہیں۔

مشرسید اس مسود نے، اپنے پیش رو ڈاکٹر الما لطیفی کی طرح، فرائض نظامت کے سوا، جامع عثمانیہ کی تاسیس و ترقی میں نمایاں حصہ لیا ہے، اور اس کے قیام کے پچیس سال میں صدر کلیہ کے خدمات بھی انجام دئے ہیں۔ جائزہ حاصل کرنے کے وقت سے اب تک آپ کے خدمات کو سرکاری کی رپورٹوں میں شاندار الفاظ کے ساتھ یاد کیا جاتا رہا ہے۔ مسود جنگ کا خطاب اس امر کی علامت ہے کہ آپ کے سرکار بارگاہ خسروی میں مقبول نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ناظم تعلیمات کی حیثیت سے نواب مسود جنگ بہادر نے یورپ اور جاپان کی سیاحت فرمائی ہے، اور آخر الذکر سیاحت کے نتیجہ کی طور پر ایک مطول رپورٹ بھی شایع فرمادی ہے۔ نواب صاحب نے جاپان کی خاطر مکر رجب ۱۳۵۵ء میں چھ مہینے کے لئے رخصت سفر باز دھا تو مسر سجاد مرزا صدر مہتمم تعلیمات بھی آپ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔

آزہیل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ۱۲ نومبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی تھی۔ سید نور مسعود اور سید اکبر مسعود آپ کے فرزندوں کے نام ہیں۔

(۱۸)

مولوی مظہر حسین

مظہر حسین جیسا (مولوی.....) خلف ثالث نواب ارسطو یار جنگ بہادر تباہیخ
۲۶ فروردین ۱۳۳۰ء آپ حیدر آباد میں تولد ہوئے تحصیل علم نظام کالج حیدر آباد و محمد علی کالج
علیگڑہ میں فرمائی۔ تکمیل تعلیم کی غرض سے اپنے والد ماجد کے ہمراہ یورپ تشریف لے گئے۔
دوران سیاحت میں آپ کو عراق، عرب، شام، مصر وغیرہ ممالک اسلامیہ کی سیر کا
موقعہ ملے، ان ممالک کے متعلق ذاتی معلومات کا ذریعہ ہاتھ آ گیا۔ مغربی تعلیم سے آپ کی
غایت فن زراعت میں کمال حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ ایڈنبرا یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور
دوران تعلیم میں انعامات و دیباچات حاصل کر کے ایم اے دی اس سس کی
ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ وطن کی طرح وہاں بھی آپ کی تعلیم کا زمانہ شاندار گزر رہا۔
جس زمانہ میں مولوی مظہر حسین صاحب وطن واپس ہوئے، جنگ عظیم کے شعلے
بلند ہو کر اطراف و اکناف علم کو خاک سیاہ کر رہے تھے۔ حیدر آباد پہنچنے پر ذریعہ
فرمان مبارک آپ کی ملازمت کا آغاز من حیث سوم قلعہ دار ۱۵۰۰۰ روپے سالانہ سے
ہوا۔ اسی طرح مختلف حصص ہند میں سیاحت کر کے وہاں کے زرعی حالات و انتظامات
کے مشاہدہ و تجربہ کا حکم حکم ایک فرمان خاص کے ذریعہ آپ نے پایا تھا، جس میں یہ بھی
درج تھا کہ ڈائری سسٹم (اصول شیعہ خانہ) کو زیر نظر رکھیں۔ اپنے اس طولانی دورہ
سے واپس ہوئے تو سرکار فیض آثار سے ۱۷۰۰۰ روپے سالانہ کو نظامت زراعت کے
عہدہ پر سرفراز ہوئی تھی۔

مولوی مظہر حسین کے عہد نظامت میں سرشتہ زراعت کو استحکام و استقلال نصیب
ہوا، اور اس سرشتہ کے انتظامی تہذیب سے متعلق آپ کی تجاویز کو شرف قبول عطا فرمایا گیا۔

قلمرو آصفیہ کے زراعتی فارم (کشت زار) آپ کے عہد میں طرز جدید پر آراستہ ہو کر
 اور ان میں سوٹر ریکٹر سے کام لیا گیا۔ اسی طرح مزارعین ملک کو روغنی انجن اور
 دوسرے آلات زراعت بہم پہنچانے کی غرض سے تقاوی دئے جانے کا قاعدہ جاری
 ہوا۔ بازار میں گودانی روٹی کی قدر و قیمت زیادہ ہے، اس لئے اس کی کاشت کی
 غرض سے لاکھوں روپیہ سالانہ کے بیج تقاوی پر مزارعین کو فراہم کئے جانے شروع
 ہوئے۔ شیرخانہ اور مرغخانہ کے سوا، دانہ دار شکر حاصل کرنے کے لئے کسی اسٹیشن کے
 قائم کرنے کی تجاویز سرکار عالی میں پیش کی جا چکی ہیں، اور شکر کی کمیٹی کو بھی یہاں
 طلب کیا گیا ہے۔ شمع کی پیمائش کی ابتدا ہوئی ہے، اور روئیدگیوں کے مطالعہ کا فطر
 سنگاریڈی میں ایک وسیع باغ تیار کیا گیا ہے۔ ریشم کے کیڑوں کے لئے درخت
 اور سی پی پی میں جداجدا ورکشاپ کشتادہ کی گئی ہیں۔ آپ کے عہد میں رسالہ
 مزارعین کی اشاعت میں بھی توسیع ہوئی ہے۔ زراعتی کالج کی تجویز مولوی ٹھٹھن
 کی تمام تجاویز میں سب سے زیادہ ضروری ہے۔

(۱۹)

مہدی خان صاحب کوکب (مولوی میوزا.....) خلف اکبر میرزا موسیٰ خان صاحب مرحوم
 بمبئی میں شب پشینہ واقع ۲۶ محرم ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) کو پیدا ہوئے۔
 دس سال کے سن تک انگریزی تعلیم مدرسہ میں اور فارسی تعلیم گھر پر ہوئی۔ سرالاکھنام
 آپ کے والد ماجد کو بلکہ طلب فرمایا تو آپ بھی ان کے ہمراہ آکر چادر گھاٹ پرائیٹ
 اسکول میں داخل ہوئے۔ یہاں فارسی پر عربی درس کا اضافہ ہوا۔ مدرسہ میں آپ کی
 تعلیم میٹرک تک ہوئی تو انجینئرنگ کالج کے کشتادہ ہونے پر آپ اس میں داخل ہوئے
 تاکہ مینوفیل صاحب نے آپ کے ساتھ بڑے ریاض سے کام لیا۔ بالآخر چار سال کی
 محنت کے بعد آپ نے اسٹنٹ انجینیری کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔

مولوی میوزا
 کوکب

بوجہ چند سرشتہ تہذیب پر آپ نے برار سول سروس کو ترجیح دے کر اکنل سر رچرڈ
میڈ اور کنل ٹوڈی کی توجہ سے اس باب میں کامیابی حاصل فرمائی۔ لیکن سر لارڈ کیننگ
آپ کو ولایت کی تعلیم کے لئے موزوں قرار دیا، اور ۱۸۷۷ء میں اسپتے ہمراہ انگلستان پہنچا کر
رائل اسکول آف مائنرز (مدرسہ معدنیات) میں داخل فرما دیا۔ ۱۸۷۸ء تک وہاں تعلیم
کر کے مختلف علوم فنون کی تحصیل فرمائی، اور معدنیات کا آخری ڈپلوما ملے کر جنوری ۱۸۷۹ء
میں وطن واپس ہوئے۔

معدنیات کے اس ماہر فن کو ایک ہمینہ کے اندر اوزنگ آباد جا کر کاربند و بست کی
تحصیل کا روبکار ملا، اور وہاں سے وحاراسیون (عثمان آباد) پہنچے کا حکم پایا۔ بعد مضم
دت بلدیہ اگر پہلی شادی کی ۱۸۸۱ء میں ایک ماہ کے لئے دوم تعلقہ داری تعلقہ پر
رہنے کے بعد پاکمال ضلع ورنگل میں سعیت مولوی سید علی لکھرامی مرحوم معدنی تحقیقات
عمل میں لائے کا حکم ہوا، اور جب کام کی رپورٹ پیش کر دی تو مستقل دوم تعلقہ ورنگل
مقرر کر دیئے گئے۔ چھ ماہ بعد اول تعلقہ داری محبوب نگر پر منصرانہ ترقی ملی، جہاں عظیم علیاں
فرخ نگری اور پیشکار صاحب کے درمیان سخت آن بن عقی، بلکہ توپ خانہ تک روانہ
کرنے کی نوبت آگئی تھی۔

رسیدہ بود بلائے، دے بخیر گزشت

محبوب نگری سے گلبرگہ اور وہاں سے بیڑ کا تبادلہ ہوا۔ اور اس مقام پر آپ مستقل
ہو گئے۔ زمانہ بعد مستقل تعلقہ دار نے صیفہ مال سے سرشتہ معدنیات میں رجعت کی، جس کا
کوئی وجود نہ تھا۔ بالآخر مہاراجہ زیندر بہادر کے حکم سے اول تعلقہ دار اطراف بلدیہ تھریہ
اور وہاں سے بحکم ذاب عماد السلطنہ مرحوم محبوب نگر تبدیل کئے گئے۔ اب مرزا صاحب کی
باطمینان کام کرنے کا موقع ملا تو تعلقات مکھنل و نارائن میٹھ میں حسب منشاء نواب قابلق
مرحوم دس جینے کے اندر تقریباً گیارہ سو باڈلیوں کو آباد کیا۔ اس کے بعد ضلع اندور
(نظام آباد) پہنچ کر وہاں کے شورہ پشت منتریوں کی خوب خبری، اور ان کے فتنوں

یکتہ مٹا دیا۔ اسی طرح پارینہ اشلہ کا تصفیہ کر کے دفتر ضلع کو پاک کر دیا۔ اب پھر آجکات باوجود
عقدا صحت سرشتہ معدنیات کو ہوا، جہاں تقریباً دو سال تک تتخاہ وار بیکار رہنے کی
بعد حضرت غفر انکس کی اجازت سے اپریل ۱۸۸۸ء میں اپنا علم معدنیات تازہ کرنیکی
غرض سے انگلستان روانہ ہوئے، اور چند ماہ میں سلومات تازہ سے بہرہ اندوز ہو کر واپس
سر آسمانجاہ مرحوم کے حکم سے ۱۸۸۸ء میں وطن واپس آئے۔ یہاں آپ کو مولوی سید علی
بکگاری سے معدنیات ضلع راجپور کا جائزہ لینے کا حکم ملا۔

لیکن مرزا صاحب کے تمام نامربوط سرکاری خدمات میں ہمارے نزدیک مردم شماری
سلسلہ کے کام کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کثیر مردم شماری کے عہدہ کو آپ نے
نواب میر الملک مرحوم میں المہام مال کی تجویز کی بنا پر حاصل کیا تھا۔ کام کے خاتمہ پر
تین ہجیم جلدوں میں انگریزی کی مطول رپورٹ (مع ترجمہ) قلمبند فرمائی۔ اس سے
آپ کی قابلیت کا اظہار سرکار انگریزی کے مقتدر حکام پر ہو گیا، اور ہند برطانیہ کے کثیر
مردم شماری نے آپ کے کام کی بڑی تعریف کی۔ نواب محسن الملک مرحوم کی رائے تھی کہ کام
بہت مشکل تھا، مگر عہدگی و قابلیت و کفایت شماری اور صحت کے ساتھ انجام دیا گیا ہے۔
اپنے اس کام کے سلسلہ میں حسب حکم سرکار سلسلہ ۱۸۸۷ء میں آپ نے نکلے مردم شماری کی
کانفرنس میں بمقام شملہ شرکت فرمائی۔ کام ختم ہونے پر ایک سال کی رخصت لیکر عازم
عبادت عالیات ہوئے۔ ایران جانے کا قصد تھا، مگر بقول مولانا اشہری مرحوم۔

مخا اندم فاتحہ بر قبر حافظ نہ خاک تربت سعدی چشیدم

مرزا صاحب نے قدیم وطن کی زیارت سے محروم رہے، اور ۱۸۹۱ء میں حیدر آباد واپس آئے تو
نواب سرو قار الامر مرحوم کا عہد وزارت شروع ہو گیا تھا۔

سلسلہ کی مردم شماری میں بھی ہم آپ کو کام کرتا ہوا پاتے ہیں۔ اس مرتبہ نواب گنہگار
وقت تے صاحب عالیشان کی وساطت سے تحریک فرمائی تھی، اور نواب سرو قار الامر کے
عہد وزارت میں کٹری کے لئے آپ کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ اس کام کی رپورٹ دو جلدیں

پیش کی گئی تھی۔ ابھی کام جاری تھا کہ دولتِ برطانیہ سے قلمرو آصفیہ کے گزیرنے کی فرمائش ہوئی۔ مہاراجہ سترہین السلطنہ بہادر نے اپنی عرضداشت کے ساتھ مصائبِ عایتان کی جو تحریر پیش فرمائی تھی، اُس کی بنیاد یہ تھی کہ خود ویسلسے وقت کو آپ کے کام پر اعتماد تھا۔ حضرت غفر اللہ عنہ نے بھی باظہارِ خوشنودی اس انتخاب کو قبول فرمایا تھا۔ تقریباً اسی زمانہ میں آپ کو وظیفہ حسنِ خدمت حاصل ہوا تھا۔

عالمِ ادب میں حضرت کو کب کی شہرتِ مردم شماری کے کام کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ آپ نے انگریزی، فارسی، اور اردو میں مختلف علوم و فنون پر متعدد کتابیں لکھ کر جو احسانِ اہلِ ملک پر فرمایا ہے، وہ اس ملک کی تاریخِ ادبیات میں ضرور یادگار رہے گا۔ آپ کی تصنیف و ترجمہ کردہ کتابوں میں سے کیمسٹری اور وکلاءِ فہمہ تو انگریزی میں ہیں، اور ڈراما و رسالہ مقدماتِ طبعیات فارسی میں۔ آخر الذکر نام کی کتاب اردو میں بھی ہے۔ فارسی میں علمِ اخلاق پر ہر بوٹ اسپر کی مشہور کتاب کا ترجمہ بھی آپ کی قلمکاری کا نتیجہ ہے۔ حفظِ لسانِ صحت، علمِ طبقات الارض، تاریخِ تمدنِ ہندوستان، ہندسہ جدید، اور نیچرل فلاسفی وغیرہ اردو میں ہیں۔ ان مطبوعہ کتابوں کے سوا دوسرے مسودات بھی ہماری نظر سے گزرے ہیں، اور علمِ الاقوام پر تو ہماری ہی فرمائش سے آپ نے ایک کتاب لکھی تھی۔ حضرت کو کب کی طبعیتِ ادبیات اور شعر و سخن سے ہمیشہ آشنا ہی ہے، اور بطورِ تہننِ طبع فارسی شعر بھی کہتے ہیں۔ آپ کا ایک غیر مطبوعہ فارسی دیوان، جو قصائد و غزلیات و رباعیات پر مشتمل تھا، دیکھنا نذر ہو چکا ہے۔ حضرت کو کب بڑے شعر فہم ہیں اور نکاتِ فصاحت و بلاغت سے بخوبی آگاہ۔ علمِ طبعیات و کیمسٹری، اور زراعت و باغبانی سے بہت دلچسپی ہے۔ اور وقارِ آبادیں آپ کا سرسبز و شاداب باغ آپ کی ذاتی دل بستگی کی یادگار ہے۔

مولوی صاحب کو اپنے خاندان میں علومِ جدیدہ کی ترویج کا بہت شوق ہے، اور ہمیشہ اُس کے لئے سعی رہا کرتے ہیں۔ یہ ذکر ۱۸۸۵ء کا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی نواب

خدیو جنگ مرحوم کو تحصیل طب کی غرض سے اپنے صرّف سے اڈیٹر روانہ فرمایا تھا۔ آپ اُقتوت
بھی مرحوم کے مصارف کے کفیل رہے۔ جب انکو سرکاری وظیفہ حاصل ہو گیا تھا۔
سنة ۱۱۱۱ھ میں آپ نے دو بار اور عتبات عالیات کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

(۲۰)

نصرت خاں صاحب (مولوی مرزا...) خلف مرزا محمد سعید خاں صاحب، بن مرزا نور علی
بن مرزا علی بخش بن بن نواب الہی بخش خاں، بن نواب عارف خان، بن خواجہ عبدالرحمن
بن خواجہ رحمت اللہ، بن خواجہ محمد امین۔

مرزا نصرت خاں صاحب

آپ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے فرزند محمد حنفیہ کی نسل سے ہیں۔ مرزا اور خان
کے اعزاز بخارا و دلی مرحوم کی یادگار ہیں۔ خواجہ احمد سیوی جن کا ذکر کتب تاریخ اولیا
میں درج ہے، اُن کی اولاد سے خواجہ عبدالرحمن ایک عالی مرتبہ بزرگ کے تین فرزند
قاسم جان، اور عارف جان، و عالم جان بزمانہ شاہ عالم تزکان ازبک کی ایک جماعت
سوار و پیادہ کے ساتھ ہندوستان آئے۔ حاکم پنجاب نواب مسین الملک خلف نواب قمر اللہ خان
وزیر بادشاہ نے ان کو اپنی رفاقت میں لے لیا۔ اُن کی وفات کے بعد جس زمانہ میں بادشاہ
میرن کے مقابلہ میں فوج لے جگالہ میں خیمہ زن تھے، یہ بھی وہاں پہنچ کر بہرہ آرد ہوئے۔
اور ایسی بہادری دکھائی کہ بعد ختم کار زار مناصب عالیہ پر فائز ہوئے۔ یہاں تک
ہفت ہزاری منصب اور اتصرف الدولہ سہراب جنگ کے خطابات سے سرفرازی
حاصل کی۔ وہاں سے دہلی آکر پائے تخت ہند میں مسکن گزیں ہوئے، اور لڑائیوں
میں ہمیشہ ذوالفقار الدولہ مخف خاں کے قوت بازو ثابت ہوتے رہے۔ وہلی میں
کوچہ قاسم جاں اب بھی اُن کی یادگار ہے۔ نواب عارف جان تمام عمر اپنی جاگیر کا نظام
کرتے رہے۔ علی گہر بادشاہ کے عہد میں البستہ نائب وزیر بنائے گئے تھے۔

نواب فخر الدولہ دلاور الملک احمد بخش خاں رستم جنگ بانی ریاست لوہارو، نواب

عارف جان کے خلف اکبر ریاست الہور کے مسترد وکیل ہو کر لاہور ڈپٹی کے ساتھ ہندوستان کے اکثر مقامات میں سفر کیا رہے۔ اُن کے چھوٹے بھائی المتخلص بہ معروف، فیض صحبت رویشاں سے سلسلہ اچیت میں مرید اور صاحب اجازہ تھے۔ حضرت معروف علوم ظاہری سے باخبر اور شاعری کے کہنہ مشق استاد، شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ لاہور غیر مطبوعہ دیوان حضرت معروف کی یادگار اُن کے خلاف میں موجود ہیں۔ صاحب آب حیات نے معروف کو ذوق کا شاگرد ظاہر کیا ہے؛ حالانکہ یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ ذوق اُن کے آخر عمر میں طفل کتب سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے۔ حضرت معروف کی ایک صاحبزادی مرزا نوشہ (غالب) کی شریک بیچ و راحت تھیں، اور دوسرے نواب غلام حسین خاں کو بیاہی گئیں؛ جو قاسم جان کے اخلاف میں بڑے پایہ کے شاعر تھے۔

مرزا علی بخش خاں نے ادبی ذوق اپنے نامور والد سے وراثت میں پایا تھا۔ تمام عمر سرکار انگریزی سے جاگیر پیش پاتے، اور اپنے اوقات عزیز کو صرف ادب کرتے تھے۔ فارسی کلیات نثر غالب کی تدوین فرمائی اور اُس کا مقدمہ لکھا۔ اُن کی یاد تازہ کو بھی خاطر عرصہ ہوا یہ کتاب دقت عام ہو چکی ہے۔ اس کلیات میں غالب کے اکثر کتببات مرزا صاحب مرحوم کے نام موجود ہیں۔

حیدر آباد سے اس خاندان کا تعلق مرزا علی بخش خاں کے فرزند مرزا نضر الدین خاں مرحوم کے وقت میں قائم ہوا، جو خود اپنے وطن کے عمائدین میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہی سے بلوہ آکر سر اسٹورنٹ جلی ریڈنٹ کی وساطت سے نواب سر سالار جنگ اعظم اور نواب شمس الامرا امیر کبیر کو ریجنٹ سے ملاقی ہوئے۔ ابتدا کے کام میں تو تحصیلدار سر پور مانڈو کی ریجنٹ نامور ہو کر سوم تعلقہ داری پر ترقی پایا ہوئے، مگر آخر کار سر سالار جنگ نے یہ کاغذ ضرورت و نہ نظر ابایت بلوہ طلب فرما کر دوسروں پر یہ مال نام منصب عطا فرمایا، جو ہنوز اُن کے ورثہ کو حسب قاعدہ اچھاں ہو رہا ہے۔ مرزا محمد سعید خاں صاحب مرحوم محمد طوالت حضرت غفران مکان، بحیثیت مددکاری نواب سرور ملک بہاور، حاضر باش

در دولت رہ کر امر و مصالح جان شاہی کی تربیت فرماتے رہے۔
 مرزا نصر اللہ خان صاحب کی ولادت بتایجے، اس جون ۱۲۸۳ھ واقع ہوئی۔ ابتدائی
 تعلیم و تربیت جو قدیم شرفاء کا دائمی جوہر ہے، آپ نے اپنے بزرگوں کے زیر سایہ پائی، انگریز
 تعلیم اسکالرشن ایجوکیشنل سوسائٹی بمبئی اور نظام کا بیج حیدر آباد میں حاصل کی۔ اٹھارہ
 سال کے بن کو پہنچے تو جہاں ویدہ بزرگوں نے انگلستان روانہ فرمایا، جہاں کنکس
 ان میں شرکت کر کے ۱۹۰۳ء میں بیرسٹری کی سند پائی۔ وطن واپس آئے تو والد آباد
 ہائیکورٹ کی جماعت وکلاء میں شریک ہو کر اجیر شریفیت میں پریکٹس کرنے لگے۔ ابھی
 مشکل ایک سال گزرا ہو گا کہ سر جارج کیسین واکرا پنہانی نے ۱۹۰۴ء میں بطور
 مددگار مہتمم خزانہ خزانہ عامہ کی خدمت کے لئے آپ کا انتخاب کر کے حیدر آباد طلب
 فرمایا، اور آپ نے سال مذکور کو مراگت کو اپنی خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا۔
 زوری ۱۹۰۵ء میں مہتمم خزانہ کی خدمت پر ترقی پائی، اور ایک مدت تک فرائض مدت
 انجام دیتے رہے۔ نیابت صدر محاسبی ۱۹۱۲ء میں ملی، اور عہدہ صدر محاسبی پر بھارت
 ۱۹۱۵ء میں فائز ہوئے۔

مرزا صاحب کی شادی نواب سردار ملک بہادر کی صاحبزادی سے ہوئی، جنکے بچے
 مستعد لڑکے لڑکیاں ہیں۔ فرزندوں کے نام مرزا افتخار الدین خاں، مرزا جمیل الدین خاں
 مرزا امین الدین خاں، مرزا اصلاح الدین خاں، مرزا معین الدین خاں، مرزا تقی الدین خاں ہیں۔

(۲۱)

فکٹ راماریڈمی صاحب (مسٹر.....) خلف مسٹر کیشور یڈی صاحب آپ کی ولادت بمقام
 سمستان و پرتی ضلع محبوب نگر اردو ہشت سٹاف میں واقع ہوئی۔ سترہ سال تک
 عہد طفیل حصول علم میں گزرا، اور آپ نے مختلف اساتذہ سے اردو، فارسی، تملنگی کی
 تحصیل فرمائی۔ سرپرست ماموں کی وفات کے باعث سن رشد کی ابتدا ہی میں اپنے ملازم کی

شرف علی راماریڈمی صاحب

جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا، اور خدمت امینی جو بجانب سرکار آپ کے بہت سے خصوصیات کے لحاظ سے پیش کی گئی تھی، ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء کو قبول فرمائی۔ ازمنہ مابعد میں امتحانات کو تو الیٰ عہدہ داران مال، اور جوڈیشل کے سوا مختلف محکمہ جات سرکار عالی کے امتحانات سرنٹہ داری میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائی، اپنے تقرر کے قلیل ترین عرصہ میں وہ کار نمایاں آپ سے ظہور میں آئے کہ بالآخر ۱۹۱۶ء خورد اوس ۱۳۱۵ھ کو توالی ضلع یکنڈل (کریم نگر) پر ترقی پایا ہوئے۔ اسی سلسلہ میں مختلف اصلاح پر رہنے اور وجہ کی ترغیاں پانے کے مواقع آپ کو پیش آئے۔ ضلع اطراف بلدہ علاقہ صرف خاص مبارک کی ہمتی تقرر طلب ہوئی، تو اس کے پر کرنے کی غرض سے ایک ایسے عہدہ دار کی ضرورت پیش آئی جو ملکی فرائض میں نہ صرف انہماک رکھتا بلکہ پورے طور پر امرائے ملک کا بغض شناس ہو۔ قریباً انتخاب آپ کے نام پر پڑا۔ اور پینچٹ حضرت غفر امکاں سے ذریعہ فرمان اس کی منظوری شرف صدور لائی۔ اس خدمت کا آغاز یکم تیر ۱۳۱۵ھ سے ہوا تھا۔ آپ نے اپنی خدمت کا جائزہ لے کر قریباً نصف خدمت اس عہدہ پر انجام دینا شروع کئے کہ حیدر آباد جیسے خوش باش شہر سے خارج محکمہ حاصل کئے بغیر رہے۔ مسٹر ونکٹ راماریڈی کی لیاقت، تجربہ کاری، حسن انتظام کی شہرت اب عالم ہو چکی تھی، اسلئے آپ کے اپنے خاندان میں جب ان صفات سے فائدہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے خاندانی ضرورت کی خاطر ذاتی فوائد کو خیر واکہہ کر بغرض اصلاح انتظام سمستان وپرتی کی خدمت مستدی قبول کر لی، اور وہاں منتقل ہو گئے۔ آپ کے سلسلہ ترقی اور عزم باجزم کی بدولت سمستان کے انتظامات کو جو ترقی نصیب ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اپنے پہلے یہ بات حاصل ہوئی تھی۔ ضلع محبوب نگر کی ٹوسٹری شراب ایک مدت سے خوارہ کے ساتھ سمستان کی جانب سے چلائی جا رہی تھی۔ آپ کے عہد انتظام میں ایک مدت تک اس کی تلافی ہو گئی۔

اپنے مجوزہ انتظامات کو ابھی مسٹر ونکٹ راماریڈی نے ختم نہ فرمایا تھا کہ انقلابات کوئی بلدہ کے ضمن میں نواب عادی جنگ ثانی مرحوم کا تقرر منصب مذکور پر عمل میں آیا، اور خدمت

اول بدکاری کے پُر کرنے کے لئے اُن مرحوم کو ایک ایسے شخص کی ضرورت پیش آئی جو بلدہ کے حالات سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہو۔ اگرچہ آپ اُنکے انتخاب میں آپکے قضا لیکن حضور پُر نور نے قدرے تکلف کے ساتھ اپنے علاقہ صرخاص مبارک سے جہدا فرمایا۔ یہ ۱۳۱۵ھ میں مسکنہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خدمت مذکورہ کا جائزہ حاصل فرمایا تھا۔ جب نواب عمار جنگ کا انتقال ہو گیا تو کوٹوالی بلدہ کے اہم منصب پر بارگاہ خسروی سے مسٹر ونگٹ رام پور سرفرازی عطا فرمائی گئی۔ بہمن مسکنہ سے اب تک آپ نے انتظامات کوٹوالی میں جو سنی ہجہ کی ہے اسکا اعتراف منجانب سرکار عالی ہمیشہ فرمایا جاتا رہا ہے۔ نہ صرف اس قدر بلکہ حضور شہزادہ ولیس کی رونق افروزی بلدہ کے زمانہ میں حیدرآباد کی کوٹوالی کا انتظام تمام مملکت ہند کے مقابلہ میں بہتر ثابت ہوا ہے جس کی توفیق تمام اخبارات میں لکھی تھی۔ خود عہدہ داران اسحاق ایک ایسی شخص کے انتظام کو نظر حیرت سے مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کے انتظام کی یہی خوبی اوسوقت بھی برقرار رہی تھی جب ہرکلسنی لارڈ ریڈنگ تشریف فرما بلدہ ہوئے تھے۔ ان دونوں مولق پر سوز مہمانوں نے آپ کے حسن انتظام اعتراف پیش قیمت سگڑ و سگار کیس عطا فرما کر فرمایا تھا۔

اپنے منصب کے لحاظ سے مسٹر ونگٹ رام پور کو ملک کی تمام اہم مجلسوں اور کمیٹیوں شرکت کی عزت حاصل ہے، لیکن سب سے بڑی عزت ہمارے نزدیک آپ کے افسر کام کی ہے جو ملک کے عام مصائب خصوصاً انفلوئنزا اور طاعون کے مینوع کے مواقع پر اپنے ذاتی مصائب سے پیشہ طور پر آپ انجام دیتے رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ آپ کا موقع کام یہ ہے کہ آپ نے ریڈی وویالہ کی بنا قائم کر کے اپنی برادری کے نوجوانوں کی دماغی تعلیم اور جسمانی تربیت کا انتظام فرمادیا ہے۔ اس ادب گاہ کے فراغ التحصیل لوہنہال تاج کے صفحات پر جگہ لیں گے تو امید ہے کہ اپنے اس حسن کو دعائے خیر سے یاد کر کے اس کے نقش قدم پر چلنے کی خود بھی سعی کریں گے۔

صوبہ داران

(۱)

محمد علیخان حبیب (مولوی میرزا ارشد) خلف میرزا موسیٰ خاں صاحب مرحوم۔ ۲۷ مئی ۱۲۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ اس بچاٹ سے اپنے برادر اکبر مولوی مرزا اہدی خاں صاحب سے آپ پورے دو سال چھوٹے ہیں۔ عربی فارسی کی تعلیم خانگی طور پر پائی، اور انگریزی چادر گھاٹ پرائمر اسکول میں پڑھی۔ بعد فرغ تعلیم آپ فن تعمیر (انجینئرنگ) کی جانب مائل ہوئے، اور بوجہ کامیابی امتحانات تیس روپیہ ماہانہ وظیفہ ترغیبی پاتے رہے۔ انجینئرنگ کالج کے آخری امتحان میں بدیعہ اسٹنٹ انجینئر (جو اعلیٰ ترین امتحان تھا) کامیاب ہو کر آپ نے سند حاصل کر لی۔ اس کے بعد سلسلہ ملازمت میں داخل ہونے تک مختلف پراجیکٹوں کی ترتیب میں، زیر نگرانی رائے منوہر صاحب دلا داد ہوسو دہن صاحب اساتذہ انجینئرنگ کالج، مشغول و مصروف رہے۔ نالہ ابراہیم پٹن پراجیکٹ کی حیثیت سے اپریل ۱۹۵۶ء میں مامور ہوئے۔

اس موقع پر کار مفوضہ کو اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ دسمبر سال مذکور (مطابق ۱۳۷۶ھ) میں اسٹنٹ انجینئر کی خدمت پر آپ کا استقلال عمل میں آیا۔ ہر شے ترقیت و ترقی میں مختلف عہدوں پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن وہ میدان آپ کو اپنے لئے تنگ نظر آیا، اس لئے ۱۹۶۳ء میں صیغہ انگزار منتقل ہو کر دوم تعلقہ داری پر مامور ہوئے۔ اس نئے حکم کے امتحانات میں شرکت بھی

محمد علیخان حبیب

ضروری قرار پائی، اور آپ نے بہ ادنیٰ توجہ امتحان عہدہ داران مال سے بدرجہ اعلیٰ اہلیت حاصل فرمائی۔ دوم تعلقداری سے درجہ بدرجہ ترقی پاکر عہدہ جلیلہ صوبہ داری تک پہنچا اور اس منصب پر پانچ سال کا رفرار ہونے کے بعد، پہل سالہ خدمات ملک انجام دے کر سولہ سالہ صوبہ ورنگل سے وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔ دوران ملازمت میں اپنے کام سے آپ نے نہ صرف ارباب صدر کو مطمئن رکھا، بلکہ رعایا کی صلاح و فلاح کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہے، اور اس باب میں ہمیشہ کامیاب ہو کر مستحق تعریف قرار پاتے رہے۔

میرزا محمد علی خان صاحب کو علم اور اہل علم کے ساتھ ہمیشہ دل بستگی رہی ہے، اور تعلیمی کاموں کی سرپرستی آپ ہمیشہ فرماتے رہے ہیں۔ آپ کے صوبہ سے طلبہ علیحدہ کالج اور دوسری قومی و ملکی انجمنوں کی دفعہ آپ کے زیر سایہ آکر ہمیشہ باوراء واپس ہوئے ہیں۔ اسی طرح انجمن ترقی اردو کو ابتدائے کالم میں جب جہان ملت کی ہمدردی کی شدید احتیاج تھی، آپ نے دست انداز بلند فرما کر، اُس کے کارپردار کی ہمت افزائی فرمائی تھی۔ آپ انجمن مذکور کے سب سے پہلے سرپرست ہیں۔

میرزا صاحب کی شادی سنہ ۱۲۸۷ھ میں بمقام حیدر آباد ہوئی، اور خداوند عالم نے آپ کو دس اولادوں سے برومند فرمایا۔ آپ کے پانچ فرزندوں کے نام یہ ہیں: میرزا حسن علیخان، میرزا حسین علیخان، میرزا نجف علیخان، میرزا عباس علیخان اور میرزا جعفر علیخان۔

(۲)

”محی الدین یار جنگ بہادر“ (نواب محی الدین علیخان) آپ حضرت غلام محمد کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت بتایا جاتا ہے کہ آذر ۱۲۶۷ھ میں واقع ہوا۔ مکتبی و مشرقی تعلیم و تربیت کا شرف بھی اس سرزمین اور علیگڑھ کو حاصل ہے۔ اپنے

نواب محی الدین
بہادر

وطن کی تعلیم و تربیت سے فراغت پائی تو انگلستان تشریف لے گئے؛ جہاں کیمبرج میں چند خوشگوار کمال گزار کر بی اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی قانونی درس کو بھی آپ نے اپنے لئے ضروری خیال فرمایا، اور بیرسٹری کی سند حاصل کر لی۔ انگلستان میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب آپ کے ٹریکس درس اور پڑھے دوست تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو آذربائیجان میں اٹاچی کی حیثیت سے صدر محاسبی سرکار عالی میں متعین فرمائے گئے۔ چھ مہینے گزرنے پر دو مقامات ضلع بیدر مقرر ہوئے، اور نارائن پیٹھ و بھونگیر میں بھی اس خدمت کے فرائض انجام دیئے۔ اردو ہیشت اسلاف میں اول تعلقہ داری محبوب نگہ پرتقی پائی، اور پرنسپل، اورنگ آباد، اور کریم نگر میں قیام فرما رہے، ہر جگہ جب توقع محنت اور دماغ سوزی سے کام کر کے مالک و مملوک دونوں کی نگاہ میں مقبول و محمود قرار پائے۔ کہتے ہیں کہ اپنے ضلع کے باشندوں میں ہر جگہ انسانیت کی روح پھونکنے کی کوشش کی، اور ایک گونہ کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی عرصہ میں اورنگ آباد و میدک کی صوبہ داریوں پر منصرمانہ اپنی قابلیت کے سحر ہر دکھاتے رہے۔ بالآخر اوائل سن ۱۳۳۱ء میں صوبہ داری ورنگھل کے ساتھ ہی نظامت قحط پرتقی پائی۔ مولوی عزیز الدین صاحب کشن کر ڈگری کے اپنی خدمت سے سبکدوش ہونے پر اس عہدہ جلیلہ پر سرفراز فرمائے گئے۔ اپنے گزشتہ خدمات کے صلہ میں بارگاہ خسرو کی محی الدین یار جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے، اور جب وظیفہ حسن خدمت مائل فرمایا تو قدرت شناس مالک نے آپ کے تجربہ سے دوسرے علاقہ جات کو فائدہ حاصل کرنے کا موقعہ عطا فرمایا۔ اب بالاطافہ شہر یاری غزہ رجب ۱۳۳۲ھ سے صدر نظامت مال سمست ورنگھل پر کار فرمائیں۔

تقدیران

(۱)

امیر حسن صاحب (مولوی سید.....) خلف اصغر میرضامن علی صاحب مرحوم ۱۲۶۸ء
 میں بقیام آباد پیدا ہوئے۔ وہیں قدیم طرز کے مکاتب میں تحصیل چھوٹے کے ساتھ
 سے فارسی تعلیم حاصل کی۔ انگریزی تعلیم ہائی اسکول سے بوجہ خرابی صحت ترک کر لی۔
 ابتدا میں محکمہ بندوبست ضلع فختور میں ملازمت اختیار کی، لیکن جب آپ کے
 برادر اوسط نواب حسن الملک مرحوم حیدر آباد آئے تو آپ کو بھی یہاں طلب فرما کر
 دفتر مجوز کارروائی محکمہ مال میں، ملا عبدالقیوم صاحب مرحوم ترقی یاب کی جگہ پر
 کانسٹنٹ دارمقرر فرما دیا۔ وہاں سے اسی خدمت پر محکمہ بندوبست میں منتقل ہوئے۔
 قحور سے ہی عرصہ میں آپ کا تقرر مددگار مہتمم ضلع اورنگ آباد کے عہدہ پر عمل
 میں آیا، لیکن مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے زیادہ مدت تک مفصلات پر رہے
 نہ دیا، اور آخر ۱۲۹۹ء میں مجلس مالگزاری کا مددگار مستقر فرما کر بلکہ طلب فرمایا۔
 مجلس مالگزاری برخاست ہونے کے بعد آپ مددگار مستقر مالی قرار پائے۔
 اول تعلقہ ارضیہ ناڈرگ کا عہدہ بموجب خاص آپ کو ۱۳۱۰ء میں عطا ہوا تھا۔
 اضلاع پرچمنی، محبوب نگر، اور زمانہ ٹیر میں اسی خدمت پر اپنے فرائض انجام دے رہے۔
 دوران ملازمت میں دوبار گلبرگہ اور ورنگل کے طویل المدت صوبہ دار مقرر ہوئے۔
 ۱۳۳۳ء میں کم و بیش سینتیس سالہ ملازمت کے بعد وظیفہ حسن خدمت حاصل فرمایا۔

مولوی سید
 امیر حسن صاحب

اسے وقت کو عبادت میں بسر فرماتے ہیں۔ علم مناظرہ میں ایک کتاب زیر ترتیب ہے، جس کا حصہ اول آیات محکمات کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ با ایں پیرا سالی آپ کو پہل قدمی کا شوق ہے، اور صبح شام دو چار میل ضرور ہواغوری کرتے ہیں۔

مولوی امیر حسن صاحب کی تین شادیاں ہوئیں؛ ایک خاندان میں میر گلزار علی مرغوم کی دختر اور مولوی سید علی حسن مرحوم کی ہمشیر سے؛ جن کے بطن سے تین بیٹیاں صاحب اولاد ہو کر انتقال کر گئیں، دوسری تو اب صاحب شمس آباد کے یہاں۔ ان کے بطن سے بھی ایک دختر صاحب اولاد ہیں۔ آخری شادی آغازین العابدین فیروز کی کی دختر سے ہوئی۔ مولوی صاحب کی یہ محل ملک کی ممتاز تعلیم یافتہ و روشن خیال خاتون میں سے ہیں۔ زناہ سوسائٹی کو ان کی دانت سے بچد فوائد پہنچتے رہتے ہیں۔ لیڈیز کانسولٹنٹس ٹیگڈہ کی بڑی معاون ہیں، اور اس کے اجلاس ملکہ پور کی صدر رہی ہیں۔ فرما چکی ہیں۔ ان کے بطن سے مولوی صاحب کی چار دختر اور سات فرزند ہیں۔ فرزند نام یہ ہیں؛ (۱) سید محمدی حسن، (۲) سید ہادی حسن بی اسے کنیت۔ (۳) سید بدین (۴) سید خورشید حسن (۵) سید حفصہ حسین (۶) سید ضیاء الحسن اور (۷) سید زین العابدین۔ راقم الحروف کا لڑکا سید اصغر محل بھی چچی جان کی آغوش میں اُنکا آٹھواں بچہ ہے۔

(۲)

”رسول یا جنگ بہادر“ (نواب محبوب یا رخاں) خلف نواب رسول با رخاں محی الدولہ بہادر سادس۔ آپ حیدر آباد کے ایک ایسے خاندان کے فرد فرید ہیں، جو کئی پشت سے علمی و علمی طور پر فخر و روزگار خیال کیا جاتا ہے، اور اس خاندان کے افراد ہر زمانہ میں مکارم شاہانہ مبذول ہوتے رہے ہیں۔ آپ ۲۱ ربیع الآخر ۱۲۹۵ھ کو بلدہ میں تولد ہوئے۔ فارسی اور انگریزی تعلیم کے بعد امتحان جوڈیشیل میں شرکت فرما کر کامیابی حاصل فرمائی۔

نواب رسول یا جنگ
بہادر

قانون کے امتحان سے فراغت پالی تو عدالت العالیہ میں مولوی محمد حسین خاں لکھا
رکن کے اجلاس پر بیٹھ کر کام کیا۔ سٹاف میں عدالت فوجداری بلدیہ میں آرمیری
مجسٹریٹ مقرر ہوئے جب اپنے آپ کو اس صیفہ کا اہل ثابت فرما دیا تو ضلع ورنگل
میں مددگار عدالت مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد صیفہ عدالت سے صیفہ مال میں ترقی
کے ساتھ منتقل ہوئے؛ جہاں سلسلہ سلسلہ ترقی کرنے کے بعد اب آپ اول نطفہ دار
درجہ اول ہیں۔

سرکار آصفیہ کے صیفہ مال میں منتقل ہو کر ابھی آپ کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ
آپ کے خدمات علاقہ جات پائیکاہ کے تفویض ہوئے، اور ان علاقہ جات میں
پائیکاہ نواب مرآٹ خاں مرحوم و پائیکاہ نواب سرخورد شید جاہ مرحوم کی انیسٹری کے
عہدہ پر مدت دراز سے مامور ہیں۔ سربراہن ایجرن سابق صدر المہام پائیکاہ کو آپ کے
کام پر ہمیشہ اعتماد رہا، اور اب نواب عقیل جنگ بہادر مسائل پائیکاہ میں آپ کے
مشورہ کو قابل قدر خیال فرماتے ہیں۔ بطور صلہ خدمت ہر دو علاقہ جات پائیکاہ سے
آپ کو تعمیل فرمان خسروی ماہوارات امتیازی حاصل ہوتی ہیں حضور پر نور نے
شہزادگان بلند اقبال کی تالیقی کی خدمت بھی آپ کے سپرد فرمائی ہے۔ رسول پائیکاہ
خطاب آپ کو حضرت غفر المکان کی سرکار سے عطا ہوا تھا۔ سردار ولیر الدولہ بہادر
کی صاحبزادی سے منسوب ہیں، اور ان کے بطن سے آپ کے فرزند مسین یار خاں،
خواجہ یار خاں، اور مصطفیٰ یار خاں پیدا ہوئے ہیں۔

(۳)

”عزیز یار جنگ بہادر“ (نواب..... محمد عزیز الدین خاں) خلف محمد فیاض الدین خاں
ابن نواب مشرف جنگ مرحوم، ابن محمد عزیز الدین خاں، ابن محمد قاسم الدین خاں
ابن محمد سلطان الدین خاں۔

عزیز یار جنگ
بہادر

آپ کے جدا علی محمد سلطان الدین خاں ملک کے نام آور لوگوں میں سے گرنے
 ہیں، جن کو پندت پردھان والی پونہ کے دربار سے ماموں کا لقب عطا ہوا تھا۔ اُن کے
 جد محمد ابراہیم خاں کو حضرت مغفرت مآب نواب آصف جاہ اول کی مصاحبت کا شرف
 اور خانی و بہادری کا خطاب حاصل تھا۔ ان کے پوتے محمد بدیع الدین خاں و محمد اکرم
 بھی اعلیٰ خدمات پر سرفراز رہے، اور اپنے ولی نعمت کی جان نثاری میں جان عزیز
 نذری تیغ و تیر کر دیا۔ محمد سلطان الدین خاں اپنے بھائیوں کے اس حادثہ سے خستہ خاطر
 ہو کر پونہ چلے گئے، اور پھر چند ماہ بعد حضرت مغفرت مآب کی یاد فرمائی پر واپس ہو کر
 من حیث سرکردہ فوج شاہی پانگل، سرنگ پٹن، اور شوراپور کے سفر میں حضرت
 کے ہمراہ رہنے کا شرف و افتخار حاصل کیا۔ نواب شہر جگ بھی آبائی خدمت و
 اعزاز کے ساتھ سرفراز رہے۔

محمد عزیز الدین خاں صاحب کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں بمقام حیدر آباد واقع ہوئی۔
 تعلیم سے فراغت حاصل کر لینے کے بعد عہد حضرت غفران مکان میں آبائی حقوق
 و اعزاز کے ساتھ علاقہ صرف خاص مبارک کی نظامت عطیات پر سرفراز ہوئے، اور
 ۱۳۱۸ھ میں خانی و بہادری کے ساتھ عزیز یار جنگ کے خطاب سے مغزو و ممتاز
 فرمائے گئے۔ حضور پر نور کے مراحم خسروانہ بھی آپ پر سبذول ہوتے رہتے ہیں
 چنانچہ عطیات سے نظامت عدالت صرف خاص مبارک کی خدمت پر بتوجہات نشانہ
 ترقی پائی، اور اب چند سال سے اول تعلقہ داری ضلع اطراف بلدہ علاقہ صرف خاص مبارک
 سے سرفراز اور مجلس وضع آئین و قوانین اور مجلس آرایش بلدہ کی رکنیت پر ممتاز
 ہیں۔

نواب عزیز یار جنگ بہادر کو ابتدائے عمر سے شاعری کے ساتھ فطری لگاؤ
 ہے، اور اس فن میں حضرت داغ مرحوم سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ کے استاد مرحوم آپ کی
 جہت طرازی کی ہمیشہ تحریف کرتے رہتے تھے۔ واسوخت ایام شباب اور دیوان ان کا

آپ کی اس جدت طرازی کی مطلوبہ یادگار ہیں۔

نواب صاحب کی شادی نواب آصف نواز الملک مرحوم سابق معتمد صرخاص مبارک
وہیشی حضرت آصف جاہ سادس کی دختر سے ہوئی۔ محمد سعید الدین خاں صاحب پریئر
و ناظم عدالت آپ کے فرزند ہیں

(۴)

نواب منظور خٹک

جاہ

”منظور خٹک بہادر“ (نواب..... مرزا منظور احمد خاں) خلف مرزا اووود احمد خاں صاحب
مرحوم آپ کی ولادت بلوچستان میں بہت پرانے دور سے ۱۲۹۲ھ واقع ہوئی۔ اگرچہ
تعلیمت و درس گاہوں خصوصاً مدرسہ آصفیہ کے سابق طلبہ کی فہرست میں نام نامی
نظر آتا ہے، لیکن جو تربیت آپ نے گھر پر پائی اُس نے آپ کے جوہر انسانی کو چمکایا۔
اسی لحاظ سے جب دوسرے لو جوان دوسرے مشاغل میں منہمک ہوتے ہیں، آپ
ملکی و قومی کاموں میں شرکت و مانے لگے۔ شرفاء و اہل کی منتہی ہوئی زبان تو آپ
آغوش مادر میں سیکھی تھی، لیکن تقریر میں شکی اور تحریر میں شائستگی اُس زمانہ کی
یادگار ہے، جب آپ اقبال ملک کے نشوونما میں مصدبہ حصہ لے رہے تھے۔

ملازمت کی فکر ہوئی تو دفتر مستدی فیئانس میں ایک خدمت حاصل ہو گئی، مگر
مبداً فیاض سے جو خوبیاں آپ میں ودیعت فرمائی گئی تھیں، اُن کا اظہار اُتیت
ہوا، جب آپ کے خدمات دفتر صدر الہامی پانچ گاہ کو منتقل کئے گئے۔ اس دفتر میں
آپ نے اپنے مدارج طے فرمائے، اور انسپکٹر پانچ گاہ کی حیثیت سے جو خدمات آپ نے
انجام دیے وہ پانچ گاہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ اس زمانہ میں آپ نے
تعلقات کے دورے کر کے اصلاح طلب امور کی اصلاح برسرِ موثقہ فرمائی۔ پانچ گاہ
نواب سردار قادر احمد مرحوم کی میر مجلس کے ذرائع بھی آپ نے بطور خاص انجام دیے
ہیں۔ سرکاری مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ ہمیشہ خندہ چین رہے، اور روتے ہوئے

امیدوار کو بھی ہنسنا دیا۔ سربراہن ایجنٹ صدر الہام اور نواب عقیل جنگ بہادر نے صدر الہام کو ہمیشہ آپ کے کاموں پر اعتماد رہا۔ یہ غالباً سلسلہ کاف کا ذکر ہے کہ اپنے انہیں برائے کی انجام دہی کے سلسلہ میں آپ حضور پر نور کی نظر فیض انتر سے گزرے، اور مورد الطاف شاہانہ ہوئے۔ منظور جنگ کا خطاب اسی زمانہ کی بہت ہی شاہانہ سرفازیوں کی یادگار ہے۔

اردی بہت ۳۹ سلف میں جب سربراہن ایجنٹ نے سرزمین دکن کو خدا فط کہا، تو حضور پر نور نے پایگاہ نواب سردار الامرا مرحوم سے دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ باوام الحیات عطا فرمانے کے سوا، نواب منظور جنگ بہادر کو ضلع میدک کا پیش تعلق دار مقرر فرما دیا۔ یہ جائداد اگرچہ ہنگامی اور بطور خاص آپ کے لئے بنائی گئی تھی، لیکن آپ نے سنیں ماضیہ کے مطالبات کا تصفیہ اندرون مدت فرما کر ضلع مذکور کی مستقل اول تعلق داری کی خدمت حاصل فرمائی۔ میدک سے گلبرگہ اور گلبرگہ سے پر بھی کو تبادلہ ہوا۔ ہر جگہ اپنے اپنے حسن انتظام سے رعایا کے سرکار عالی کو خوشنوت رکھنے کی سعی فرمائی، اور اس کی صلاح و فلاح ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہی۔ نواب منظور جنگ بہادر اپنے ماتحتین اور رعایا دونوں کے درمیان یکساں ہر دلیخیز ہیں۔ نواب صاحب کی خوشادیاں ہوئیں، اور ان سے اب تک پانچ لڑکیاں لڑکے خدا نے دیے۔ پہلی شادی مرزا محمد سعید صاحب دہلوی کی دختر سے ہوئی تھی، اور دوسری نواب صف شکن جنگ مرحوم کی دختر سے۔ لیکن اول سے آپ کے فرزند یابر مرزا ہیں۔ باقی چار بیٹیاں ہیں۔

(۵)

نثار احمد صاحب منراج (مولوی سید.....) خلف اصغر سید قاسم علیہ صاحب مرحوم جعفری سبزواری شہر علیگڑہ محلہ بالائے قلعہ میں، جو آپ کا وطن ہے، چودھویں صدی کے

مولانا احمد صاحب
منراج

پہلے سال پیدا ہوئے۔ وہیں جاگتی مکتب اور مدرسہ کی تعلیم پائی۔ تعلیمی موازنہ ذہن فداوار کے برابر پہنچنے نہ پایا تھا کہ بزرگ سرپرستوں کے سایہ سے ذلتاً محروم ہو گئے۔ بارے یہ بے مائیگی وکیل راہ نہ ہوئی، اور ہمیشہ کے لئے طالب العلم بنادیا۔

زندگی کی ضرورتوں نے گھر سے نکالا، اور مختلف مقامات پر رہنے کے بعد چھپتے آصفی کی کشش یہاں لے آئی۔ یہ تقریباً ۱۳۸۹ھ کا ذکر ہے کہ آپ علاقہ صرخاص مبارک و فتر کار خانات سے متعلق منصوبہ امین صفائی مقرر ہوئے۔ میرمنشی کو تو الی ضلع عثمان آباد کی خدمت اسکے بعد ملی، جہاں سے صیغہ دار ہو کر نظامت کو تو الی اضلاع میں آپ کا تبادلہ عمل میں آیا۔ شہر یوہیہ ۱۳۸۹ھ میں نجوشی خدمت سے استعفا دیکر گتہ داری شروع کی۔ نجوشی چار سال تک اس کام کو کرتے رہے۔ اسکے بعد صدر محاسبی صرخاص مبارک میں ایک سال کی دہوم کے لئے صیغہ دار انگریزی کی خدمت ۹ فرورداد ۱۳۹۱ھ کو قبول کر لی۔ اس خدمت سے بھی نجوشی مستعفی ہو کر اپنے سابقہ کام (گتہ داری) کی جانب عود کیا۔

نواب نذیر جنگ بہادر کے عہد متمدی میں سررشتہ داری کمپنٹ کونسل کی خدمت تقرر ہوئی، تا تو انہوں نے اس جگہ کے لئے سید نثار احمد صاحب کو منتخب فرمایا۔ ۱۲ اسفند ۱۳۹۱ھ کو آپ نے اپنی خدمت کا جائزہ حاصل کیا، اور اپنے فرائض کو اُس وقت تک انجام دیے رہے، کہ دفتر کونسل مذکور، صدر اعظم باب حکومت کے وقیر خیم ہو گیا۔ دفتر صدر استعظمیٰ میں اپنے بطوری، ازاں بعد مددگاری پر ترقی پائی۔ جنگ یہاں پیشی کے اہم فرائض خدمت انجام دیتے رہے، سرسید علی امام اور نواب سرفزیدوں ملک سے اپنے کام پر کرات و ترات تحسین و آفرین حاصل فرمائی۔ یہ واقعات ۲۷ فروردی ۱۳۹۲ھ سے ۵ ماہ ۱۳۹۳ھ تک سکس اس کے بعد آخرانہ کمریاریج کو سید نثار احمد کا تبادلہ اول مددگاری پر متمدی سیاسیات

میں ہوا، اور پورے چھ مہینے کے بعد وہاں سے چار ماہ کے لئے مددگار متمد مال کی خدمت منتقل ہوئے۔ صیغہ مال میں پہنچ کر آپ کو بتیج ۵ شہر یوہیہ ۱۳۹۲ھ دوم تعلقہ داری ضلع ریچویر جانے کا اتفاق پیش آیا، جہاں سے بمقام شاہانہ اول تعلقہ داری ضلع جیدر پر ترقی پائی۔

سید نثار احمد صاحب کی زندگی پر سب گہرا اثر ڈالنے والا حادثہ راجپور میں اُن کے اکلوتے
 فرزند سید ہاشم کی موت کا پیش آیا تھا۔ اس ہونہار بچے نے ۲۷ سال کے سن میں تاریخ
 ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ میں فوت کے نظریہ سے حضرت مزاج کو مرنے کا غم تو کیا ہو سکتا ہے
 لیکن ایک وہی ناطع بچے کی جدائی ناقابل برداشت ہو تو عجب نہیں۔ بارہا دل دخل
 جنت ہوا سے مرنے والے کی سال جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ مصع غم زدہ باپ ہی کا ہے۔
 مرحوم کی یادگار میں مدرسہ ہاشمیہ اور مسجد ہاشمیہ کی عمارتیں دس بارہ ہزار کے صرف سے تعمیر
 ہیں۔ مدرسہ میں دو مدرس تقریباً نوے بچوں کو تعلیم دینی سے فیض یاب کرتے ہیں اور
 مسجد میں ملازم و خدام ہیں۔ نصاب عربی و فارسی و تفسیر و نظامیہ کا خلاصہ ہے۔ محتاج
 جناب نواب صدر یار جنگ بہادر شروانی نے فرمایا تھا۔ بانی مدرسہ نے مدرسہ میں اپنا ذاتی
 کتب خانہ بھی منتقل کر دیا ہے۔ بورڈنگ بنانے کی فکر ہے، اور آخر شعبہ زندگی کو اسی کام پر
 صرف کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مزاج کو اپنے ملک کے ادبیات سے بڑی محبت تھی، اور جن ادبائے فیض حاصل کر چکا
 موقع ملا ہے، اُن میں مولانا اشہری صاحب مرحوم کا ذکر وضاحت کیساتھ فرماتے ہیں نظمیں
 جناب دلغ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مزاج اور احمدی تخلص کے ساتھ آپ کی اکثر قومی ملیں
 پہلک کے سامنے آچکی ہیں۔ ان کے منجملہ قومی دعا اور قومی عرضی بار بار شائع ہوئی ہیں۔
 غمزدہ بیک کے نام سے شریف بیبیوں کی حمایت میں ایک ڈراما بھی تصنیف اور شائع کیا تھا
 جسکو ارباب نظر نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ غزل کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ فن تقریریں
 اس قدر ملکہ حاصل ہے کہ سنہ ۱۹۱۷ء میں اقبال کلب کی جانب سے نقری تمنا حاصل کیا تھا
 یہ تمنا مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم صدر نشین جلسہ کے ہاتھ سے دیا گیا تھا، اور دیے وقت
 مولوی صاحب نے موزوں الفاظ میں مقرر کی تشریف کی تھی۔

فضلاء و شعراء

(۱)

مولوی اکبر علی صاحب

”اکبر علی صاحب“ (مولوی محمد.....) خلف محمد اسد علی صاحب، بمقام اورنگ آباد
 ۱۳۱۰ء میں پیدا ہو کر چند روز بعد اپنے والدین کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ ابتدا سے
 تعلیم کا شوق و ذوق مبدی ریاض سے آپ میں ودیعت فرمایا گیا تھا؛ جو آپ کی آئندہ
 ترقی کا ذریعہ ہوا۔ بڈل تک ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم العلیین حیدرآباد میں پائی۔ مدرسہ
 مذکور کے ہیڈ ماسٹر مولوی بخش صاحب اپنے نوعمر شاگرد کی محنت و ذہانت کے ہمیشہ
 قدر شناس رہے۔ بڈل پاس کر لینے کے بعد مدرسہ دارالعلوم سے نشی اور مولوی
 کے آخری امتحانات میں فضیلت حاصل فرمائی۔ جس زمانہ میں آپ ان امتحانات کیلئے
 تیاری فرما رہے تھے، آپ کو مولوی عبدالقادر صاحب، مولوی شاہ مصطفیٰ صاحب
 مولوی نادر الدین صاحب، اور مولوی میر موسیٰ صاحب جیسے فضلاء کے سامنے زانو سجدہ
 نہ کرنے کا موقع ملا۔ میر موسیٰ صاحب مرحوم خلافت اوقات مدرسہ بھی آپ کو روز دیتے
 تھے، اس لئے اُن مرحوم کی محنت، بے نفسی، اور انہماک علمی کا اثر خصوصیت کیساتھ
 آپ پر پڑا اور آپ اپنی محنت، کم گوئی، اور ذوق علمی کے لئے بتدریج شہرت حاصل
 کرتے گئے۔ دوران تعلیم میں سلف صاحبین کی اتباع میں کبھی کبھی اپنے نصاب کی
 کتابوں کی بھی نقل کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے اثر سے فرقہ الادب کے

نام سے دارالعلوم کے طلبہ نے ایک انجمن تلامیہ کی تھی، جس کے آپ مددگار مقرر بنائے گئے تھے۔ ترتیب مجالس اور تحصیل چندہ کا کام علی العموم آپ کے سپرد تھا۔ آپ اس انجمن کے روح و رواداں ثابت ہوئے، اور اس کے فروغ دینے میں آپ نے بڑا کام کیا۔ مدرسہ کے قدیم طلبہ آپ ہی کے اثر سے انجمن میں شریک ہوئے، اور یہی اثر قیام حیدر آباد یونیورسٹی کے قیام کے وقت بھی کام آیا۔ اپنی تعلیم کے آخری زمانہ میں ملا عبد القیوم صاحب مرحوم کے ساتھ رہتے رہتے سہنے کے باعث ان کے علم و فضل، قومیت و اصابت رائے وغیرہ سے آپ کو بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ ملا عبد الباسط صاحب دیوبند عبد السمیع صاحب فرزند ان ملا صاحب کی یکجائی تینوں نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ مولوی اکبر علی صاحب اس زمانہ میں بہ لحاظ ضرورت طلبہ کو خانگی طور پر تعلیم دیتے اور اُس کی آمدنی سے بسر اوقات فرماتے تھے۔

تعلیم ختم ہوئی تو ایک جانب آپ نے سرکار حالی کے صیغہ حساب کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے صدر محاسبی میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر کی توجہ سے ملازمت اختیار کر لی، اور دوسری طرف ملا صاحب مرحوم کے زیر اہتمام مشترکہ سرمایہ اور مشترکہ محنت سے رسالہ صحیفہ جاری کرنے کا انتظام کیا۔ اگرچہ عین اشاعت رسالہ کے قبل ملا صاحب کے انتقال کے باعث مشکلات کا سامنا ہوا، مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور رسالہ جاری کر دیا۔ اس زمانہ میں ملازمت اور رسالہ کے سوا معارف کے نام سے ایک انجمن بھی قائم فرمائی تھی، جس کے دارالانوار اور دارالمطالعہ کے لئے آپ کو محنت سے کام لینا پڑتا تھا۔ طبعیاتی رودوسوں کے بعد یہ ادبی انجمن زیادہ کام کرنے نہ پائی۔

جنگ بلقان کے زمانہ میں مولوی اکبر علی صاحب نے صحیفہ کو روزانہ اخبار کی صورت میں نمایاں کیا، اور مجاہدین کے لئے چند جمع کر کے روانہ کرتے رہے۔ آخر الذکر کام میں مولوی محمد رفیع صاحب مرحوم اور ملا عبد الباسط صاحب آپ کے شریک حال تھے۔ اخبار اچھی طرح چلنے لگا تو سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے۔ ختم جنگ بلقان

حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس اور انجمن طلبہ قدیم دارالعلوم کی بنیاد ڈالی۔ سچ یہ ہے کہ کانفرنس مذکور مولوی محمد رفیع صاحب مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مگر آپ نے اس کا آپ ان مرحوم کو بہت مدد دی، اور اس لحاظ سے اُس کے بانیوں میں شمار کئے گئے ہیں۔ مولوی صاحب اب عام طور پر حیدر آباد کی قومی، ملکی، مذہبی، علمی تحریکوں میں شریک ہوتے، اور ان کے فروع دینے میں نمایاں حصہ دیتے رہتے ہیں۔

مولوی اکبر علی صاحب کو اردو اور فارسی ادب، اور دینیات کے ساتھ فاضلِ ذوق ہے۔ آپ کی مستقل تصنیف کو کتاب معجزہ محبت کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ بجز نئی سے ترجمہ کی گئی ہے، لیکن مباحث مختلفہ پر جو مضامین آپ اپنے اخبار کے ذریعہ روزانہ پیش فرماتے رہتے ہیں، ہمارے نزدیک بسا تابلِ قدر ہیں۔ آپ زندگی سادگی کی پیروی بسر کرتے ہیں، اور تمام محنت و کوشش اخبار و متعلقاتِ اخبار کے نشو و نما پر صرف کرتے رہتے ہیں۔ آپ تھیل کا نام نہیں جانتے۔ صبح سے شام تک، اور شب میں بڑی دیر تک کام کرنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بغیر سوے رات آنکھوں میں گزار دیتے ہیں۔ آپ کی یہ قوت عجیب و غریب ہے۔

(۲)

مولانا حسین صاحب

مقدمہ حسین صاحب (مولوی قاضی.....) خلف قاضی تصدق حسین صاحب رحمہ اللہ میں اپنے وطن گورکھپور میں پیدا ہوئے، اور وہیں عربی فارسی کی مکتبی تعلیم حاصل کی۔ انگریز اس کے بعد شروع کر کے، علیگڑھ میں ایم اے تک پڑھی۔ وہیں سے امتحانِ مذکور کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تعلیم میں چند بار انعامات حاصل کئے۔ چونکہ آپ خوش تنویر اور باسیرت طالب علم تھے، اس لحاظ سے کالج یونین کے سکریٹری مقرر ہوئے اسی طرح کئی محفلت و فود میں شرکت کرنے، اور مقصدِ تعلیم کو کامیاب بنانے کا موقع حاصل فرمایا۔ سیاست مدین سے آپ کو اسی زمانہ میں پچھپی پیدا ہو گئی تھی، اور وہیں یاد پڑتا ہے کہ اس باب میں

آپ کو اپنے زمانہ کے طلبہ، یہاں تک مولوی سید فضل الرحمن صاحب حسرت موہانی پر بھی فضل تقدیم حاصل تھا۔ اگرچہ اس علم میں آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے، لیکن ہم نے کبھی سید ان عمل میں آتے نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ غالباً آپ کی گوشہ گیری ہے۔ بعد فراغ تعلیم بزرگوں کی زمینداری پر بسر اوقات کرنا آپ کی ہمت بلند گووار نہوا، اور ہمیشہ ماہرہ کر کسی نہ کسی مفید کام پر اپنے اوقات عزیز کو صرف فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک پروفیسر گورنمنٹ کالج جلیورہم ہیڈ ماسٹر مدرسہ اسلامیہ جلیورہم ہیڈ ماسٹر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خدایات انجام دیتے، اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ کے مرکزی دفتر میں اسٹنٹ سکریٹری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ رکن دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی حکیم آبان سٹنٹ کو مقرر ہوئے۔ دوران قیام لکھنؤ میں سان العصر کے نام سے ایک علمی رسالہ جاری کیا تھا، جو اپنے وقت کے موثر پرچوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ لیکن اس رسالہ کی عمر نے وفانہ کی۔ باوجود اس کے مبصرین کے دلوں میں اپنی دائمی یادگار چھوڑ گیا۔

حیدرآباد آکر قاضی صاحب نے پانچ ضخیم جلدوں میں تاریخ انگلستان کا ترجمہ کیا، اور دو جلدوں میں تاریخ یورپ کا۔ اسی طرح نظام سلطنت انگلشیہ اور اتھائے نظم سلطنت یورپ کا ترجمہ ایک ایک جلد میں کر چکے ہیں۔ نظریہ سلطنت کے نام سے آپ کا ایک اور ترجمہ ہے، جو اصولی شے ہے۔ ترتیب ثنوی معنوی بطرہ جدید کی سادات آپ کے حصہ میں آئی تھی، جس کو حق یہ ہے کہ آپ نے بڑی جاں کا ہی کے بعد پورا کیا ہے۔

قاضی صاحب کی شادی سٹنٹ میں ہوئی۔ اب آپ دو بیٹیوں اور دو بیٹوں کے باپ ہیں۔

(۳)

”حمید احمد صاحب انصاری“ (مولوی.....) خلف مولوی محمد علی صاحب انصاری

مولوی حمید احمد
انصاری

آپ کا آبائی وطن توجہ پور ہے، لیکن خود آپ کی پیدائش ۵ مہر اپریل ۱۸۸۲ء کو گلبرگ ٹریف میں واقع ہوئی۔ اردو، فارسی، عربی کی کلمتی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے پائی۔ اسی سلسلہ میں انگریزی شروع کی، اور ۱۹۰۲ء تک تقریباً دس برس قدیم اورنگ آباد کالج میں درس حاصل کرتے رہے، اور غالباً وہیں سے میٹرک کامیاب ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں کرپچین کالج الہ آباد میں شریک ہوئے اور وہیں بی۔ اے کر کے چند روز تک ایم۔ اے کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۰۶ء میں ریونیو رٹس کالج الہ آباد میں قانون تعلیم کو ختم کیا، لیکن ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان دینے کی نوبت نہ آئی۔ مسٹر انصاری کی تربیت میں بمقام اورنگ آباد مسٹر گویندرام چندر کا لے، اور مولوی عبدالغفور صاحب ٹھہنا زرخیز حصہ لیا تھا، اور کرپچین کالج میں ڈاکٹر آرتھر بروننگک آجھانی نے۔

مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے لکھنؤ میں قیام کر کے سکریٹری مسلم لیگ کے خدمات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، تو اپنی رفاقت کے لئے مسٹر انصاری کو منتخب فرمایا تھا۔ اس قومی خدمتگاری کے دوران میں مسٹر انصاری نے اس قدر محنت سے کام کیا کہ مولوی صاحب مرحوم جیسے دیدہ و بزرگ کی نگاہ میں خاص وقعت حاصل ہو گئی۔ اس زمانہ میں پبلک سروس پر ایک مہبوط نوٹ تحریر فرمایا تھا، جسے پبلک سروس کمیشن کے اراکین نے وقت کی نظر سے دیکھا، اور سو تراخبات و رسائل نے اسکو حرف بحرف نقل کر کے اس پر لیدنگ آرٹیکل تحریر کئے۔

لیکن حیدر آباد پر آپ کو حق خدمت حاصل تھا، اس لئے سزاؤ میں یہاں اگر مستعدی عدالت کو کوآئی دامور عامہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ مستعدی مذکور میں مترجم، منظم، اور مددگار مستعد کے فرائض آپ کے تفویض تھے۔ ۱۹۱۱ء میں جامع عثمانیہ کی خدمت رجسٹری (مستعلی) پر ترقی پائی، اور ہنوز اسی خدمت کو انجام دے رہے تھے۔ انگریزی ادبیات، تاریخ اور سیاسیات کے مطالعہ کا مسٹر انصاری کو زمانہ طالب علمی ہی سے شوق ہے۔ ابتدا میں انگریزی زبان میں مضامین اور افسانے

تغیر کرتے رہتے تھے۔ لیکن اپنی مادری زبان کے مطالعہ اور اس کی خدمت سے غافل نہ تھے۔ چنانچہ یہ بہت عرصہ کا ذکر ہے کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے لیے رٹرن کرو سو کا ترجمہ کیا تھا؛ جو مدت ہوئی شائع اور مقبول نام ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کے اس ذوق و شوق میں افراط اُس وقت ہوئی جب آپ جامع عثمانیہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت سے اب تک اپنے وائس کے سوا، کام کی کتابوں کے ترجمہ کا انبار لگا رہا ہے۔ آپ کے تراجم کی فہرست یہ ہے :- (۱) ترجمہ تاریخ روما مصنفہ پروفیسر سلیم (۲) ترجمہ ہندو ریایام وید میڈم رگوزین (۳) ترجمہ توازن قوت مصنفہ پروفیسر سیل (۴) ترجمہ تاریخ جمہوریہ روما مصنفہ پروفیسر ایٹ لینڈ۔ متذکرہ بالا آخر کتابوں کے سوا مسٹر حمید احمد نے انجمن ترقی اردو کے لئے پروفیسر گرانٹ کی تاریخ یورپ کا ترجمہ بھی فرمایا ہے۔

محمود شوکت، متین احمد، مسعود رفت اور احمد سعید الزماں امیر انصاری کے فرزند ہیں۔

(۴)

حمید ریاجنگ بہادر (نواب..... مولوی سید علی حیدر طباطبائی) خلف المصطفیٰ طباطبائی لکھنؤی - ۱۶ محرم واقع روز جمعہ کو آپ کی ولادت بمقام قدیم حیدر گنج لکھنؤ واقع ہوئی۔ سال ولادت کے باب میں آپ فرماتے ہیں کہ دربار قیصری دہلی کے وقت آپ کا سن بائیس یا تیس سال کا تھا، اور دربار قیصری آخر ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۷ء) میں واقع ہوا، اس لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال ۱۲۷۲ھ قرار پانا چاہئے۔ آپ حسنی النسل سادات طباطبائی اور حضرت ابراہیم کی اولاد سے ہیں؛ جو حضرت امام حسن علیہ السلام کے پوتے یا پوتے تھے۔ اسی نسل میں نواب آصف الدولہ کے وزیر بادشاہ خٹار الدولہ قتل گزرے ہیں؛ جنکی نسل سے تعلق رکھنے کا شرف مولوی

حمید ریاجنگ
بہادر

علی حیدر صاحب کو حاصل ہے۔ سولہ سال کے سن تک وطن ہی میں رہ کر ملاطمت بخوشی سے فارسی درس کی تحصیل فرمائی، اور عربی صرف و نحو پڑھی۔ اسی زمانہ میں منشی مبینہ ہولال المتخلص بہ زار سے ملنے کا اتفاق ہوا، تو اُن سے علوم متہ اولہ میں امداد حاصل کرنے کے سوا فن سخن میں مشق بہم پہنچائی۔ حضرت شاہ اودہ کے شہزادوں خصوصاً درزا کام بخش مرحوم کی تعلیم کی غرض سے کلکتہ پہنچ کر شاہی مدرسہ کے پروفیسر مقرر ہوئے، تو علامہ قائم الدین فرزامند علی مجتہد شاہ اودہ سے معقولیت کا درس حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں حامد علی مرزا کو کبکے مشاعرہ میں شریک ہو کر کلکتہ کے اہل فن پر سبقت حاصل فرمائی۔

دیر لے وقت کو شہزادگان خاندان اودہ و خاندان میور کی تعلیم و تربیت کا خیال پیدا ہوا، اور ایک جدید شاہی مدرسہ دارالافتاء قائم کیا، تو اُس میں عربی پروفیسر کی خدمت مولوی علی حیدر صاحب کو عطا فرمائی۔ لیکن اس تعلیمی تجویز کا خاتمہ شاہ اودہ کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہو گیا۔ اُن دنوں مدرسہ اعزہ حیدر آباد کے لئے کسی فاضل کی ضرورت تھی، اس لئے آپ برائے تحریک ہو کر میر افضل حسین صاحب مرحوم سابق سیر مجلس عدالت العالیہ سرکار عالی، بلکہ حیدر آباد تشریف لے آئے۔ لیکن نوب عماد الملک مرحوم نے آپ کو اپنا بنالیا، اور کتب خانہ آصفیہ کی مہتممی کی خدمت آپ کے تفویض فرمائی۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ کتب خانہ آصفیہ کی داغ بیل ڈال جا رہی تھی۔ تقویم عرصہ کے بعد نواب صاحب موصوف کی تحریک پر مولوی سید تصدق حسین صاحب کو جائزہ خدمت سپرد کر کے نظام کالج میں عربی پروفیسری پر منتقل ہو گئے، اور تقریباً تیس سال اس علمی و ادبی خدمت کو انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت اور صداقت نامہ حسن لیاقت حاصل فرمایا۔ مولوی علی حیدر صاحب ابھی نظام کالج میں اپنے درس سے طلبہ کو نفیس بخاری تھے کہ حضور پرنور کی توجہ شہزادگان بلند اقبال کی تعلیم کی جانب مبذول ہوئی، اور مشورہ

نواب عمار الملک مرحوم آپ کو دوسرے اساتذہ کی سمیت میں اپنے جگر گوشوں کی تعلیم کی خدمت پر مامور فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی، حضور شاہ سے آپ کو دارالترجمہ جامع عثمانیہ جس کی اساسی عریک میں حصہ لینے والوں میں سے ایک آپ بھی تھے، ناظر ادبیات کی خدمت عطا فرمائی۔ حیدر یار جنگ کا خطاب آپ کو اسی زمانہ میں عطا ہوا تھا، جب آپ شہزادگان نفع فال کی تدریس میں مشغول تھے۔

حضرت غفر اللہ ان کے عہد میں جناب جلیل دجناب اختر نے حسب الارشاد بہار، سکرشن پر شاہ بہادر، دو جلدوں میں تاریخ حیدر آباد کو قلمبند فرما کر سرکاری پیش کیا تھا۔ ان کتابوں کی طباعت و اشاعت کی ابھی ذہبت نہ آئی تھی کہ حضور پر نور کا عہد مبارک شروع ہو گیا، اور یہ نادرات حضور پر نور کی نظر فیض اثر سے گزرے حضور نے دہشت نواب سالار جنگ بہادر، ان کی زبان اور طرز بیان کی نظر ثانی کرنے کی غرض سے کتابیں آپ کو مرحمت فرمائیں کہتے ہیں کہ اپنے اس فرض کے سوا آپ نے تاریخی طور پر معاملات و واقعات پر ان تاریخوں میں بطور حاشیہ اضافہ فرمایا۔ اس کے بعد سے یہ گویا آپ کے فرائض میں داخل ہو گیا، اور جب کبھی کسی کتاب پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آئی آپ کے پاس سرکاری طور پر روانہ کی گئی۔

نواب حیدر یار جنگ بہادر نے علاوہ یہ شمار مضامین لکھنے کے، اردو زبان میں، متعدد رسائل کے ذریعہ معلومات مفیدہ کا ایک نامور گنجینہ فراہم کر دیا ہے۔ ان سب کا تعلق مسائل علیہ سے ہے۔ آپ کی تصنیفات میں سے صرف شرح تفسیر الافلاک تو عربی زبان میں ہے، باقی تمام کتابوں کو آپ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے۔ نواب صاحب کی شرح دیوان غالب عام طور پر مشہور ہے، اور اب تو دیوان اترہ العیش کی شرح فرما کر اس کے نکات کو بھی پانی کر دیا ہے۔ دارالترجمہ میں رہ کر بشکرت مولوی عبد الماجد صاحب و قاضی تلمذ حسین صاحب تاریخ یورپ کا انگریزی سے ترجمہ فرمایا ہے اور آپ کا ترجمہ تاریخ طبری جلد دوم زیر طبع ہے۔ فن سخن میں کثیر الشوق استاد اور نثر کو

شاعر ہیں، اور نظم تکمیل فرماتے ہیں۔ شوگوئی کے ساتھ شرفی بھی آپ کا حصہ ہے۔
داؤد سخن کے موقع پر بھی فراخ حوصلگی سے کام لیتے ہیں۔ اپنے دوست ہم عصر مولانا ابراہیم
مرحوم کے اس مطلع کا لطف اب بھی کبھی کبھی حاصل فرماتے رہتے ہیں۔
کچھ مرقع کوئین آنکھ کے تل پر مگر اُسی کی صورت اُتر سکی دل پہ
سید احمد صاحب اور سید امجد صاحب آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۵)

حضرت جوش
ملیح آبادی

”شیر حسن خان صاحب جوش“ (مولوی.....) خلف محمد بشیر احمد خاں صاحب بشیر
ملیح آبادی، ابن نواب محمد احمد خاں صاحب، ابن حسام الدولہ نواب فقیر محمد خاں
تہمور جنگ التخلص یہ گویا۔ یہ تمام بزرگوار صاحب تصنیف و تالیف گزرے ہیں اور
اس باب میں جناب گویا کی شہرت عام ہے۔
حضرت جوش کی ولادت ملیح آباد ضلع لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ سینا پور لکھنؤ،
اگرہ، علیگڑہ وغیرہ میں تعلیم پائی۔ لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ آپ کی تعلیم کا غنصر
زیادہ تر ذوق مطالعہ اور شوق کتب بینی پر ہے، اس لحاظ سے کسی یونیورسٹی سے
کوئی ڈگری نہیں لی، اور نہ علم شکم پروری پر ناز کا آپ کو کوئی موقع ہے۔ جو کچھ حاصل
کیا خلوت نشینی اور تفکر و تدبر سے کسی نے ان حالات کے مناسب حال گویا آپ
ہی کی زبان سے کہا ہے۔

گویم سخن، گرچہ شنیدن شناسد صحبت شہم را، کہ میدان شناسد
خلاصہ یہ کہ آنکھ کھولی ناز و نعم میں، لاکھین گزر عشق و اکساب کمال اور چھی
صحبتوں کے اختیار کرنے میں، جوانی آئی تو تردد و پریشان خاطر کی جاویں،
پُر ناز زمانہ خواب و خیال ہو گیا، آبائی امارت و ثروت کے نقوش دھندلے ہو گئے۔
باوجود اس کے اچھے لوگوں کی صحبت کو حضرت جوش کی آنکھیں ترستی ہیں۔ دل میں

شوق علم، طلب کمال، خدمت ملک سب کچھ ہے، اور انہیں اصول کو اپنی زندگی کی عظیم الشان عمارت کیلئے بطور سنگ بنیاد کے استعمال کیا ہے۔ مطالعہ طبع و غریب اور مشاہدہ قدرت و جمال آپ کے تقریری مشاغل میں داخل ہے، اور اس کا نتیجہ لازمی طور پر اپنے ادبیات کے ساتھ گہری دلچسپی ہے۔ اس ذوق و شوق کے باعث روح ادب، اور ارق سحر، مقالات زرین، آوازہ حق، جذباتِ فطرت جیسی کتابیں مطبوعات ملک میں داخل ہو چکی ہیں، اور اب عرصہ ادب، غور و بین انشاء لطیف پر غامد و نہائی فرما رہے ہیں۔

آپ کی ان ادبی دلیتگیوں کی اطلاع حضور پر نور کو ہوئی تو اوائل ۱۳۳۲ء میں آپ کا تعلق دارالترجمہ و تالیف جامع عثمانیہ سے فرما دیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ جامع کی ادبی ضرورتوں کی جانب مائل ہے، اور شرعاً مغرب کی شیوہ ایما نیوں کو اپنی زبان کا لباس پہنانے میں مشغول ہیں۔ ہماری نظر سے بھی آپ کے بعض جواہر پار گزرے ہیں۔ اُن کو دیکھ کر ہم نے یہ معلوم کیا کہ مغربی خیالات کو مشرقی جامہ پہنائیں آپ نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ حضرت جو ش کے خیالات بجائے خود اس قدر رفیع ہیں کہ عصرِ حاضر کے کسی خوش فکر شاعر کے مقابل لائے جاسکتے ہیں۔ اب جید یار جنگ بہادر کی مسند ادب پر حضرت جو ش ہی اُن کے قائم مقام ہیں۔ حضرت جو ش نے اپنے برادران وطن کی اصلاح و ترقی کی خاطر اپنے وطن میں انجمن اخوان الصفا اور مدرسہ کی طرح ڈالی تھی، مگر زمانہ کے اختلافات کے باعث اس کام میں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی۔

آپ کی ثناوی آپ کے عم مکرم نواب محمد نسیم خاں بہادر تعلقہ اریج آباد کی پوتی سے ہوئی۔ ایک پسر اور ایک دختر تیس سے فرزند کا نام سجاد حمید رہے۔

(۶)

یہ سید عبداللہ صاحب
عمادی

عبداللہ صاحب عمادی (مولوی.....) خلف مولانا محمد الافضل بن الحسین بن الحسین بن الحیدر بن محمد العمادی۔

نویں صدی ہجری اور سلاطین شرقیہ کے عہد میں آپ کے بزرگ عماد بن عبد اللہ مع اپنے خاندان کے ملک یمن سے آکر جون پور میں مقیم ہوئے، اور یہاں علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت شروع فرمائی۔ ان کے بعد یہ سلسلہ داؤد بن قطب تک جاری رہا۔ اب شرقیوں کا آفتاب اقبال غروب ہو چکا تھا۔ نئی سلطنت کے زور نے طیب بن داؤد بن قطب کو دائرہ عزت سے باہر نکالا، اور باوجود انکار کے تاحی القضاۃ مقرر کر دئے گئے۔ ان کا اور ان کے اخلاف کا حلقہ دوسرے ہمیشہ گرم رہا، اگرچہ اس کا زاویہ اب مخصوصین سے متوازن نہ تھا۔ تقیم پھر اس وقت ہوئی جب گیارہویں صدی ہجری میں عبدالقادر بن خیر الدین بن معین بن الطیب العمادی کے آوازہ معارف نے علوم رسالت کی تبلیغ شروع کی۔ لیکن اس خاندان کو سب سے بڑا صدمہ اس وقت پہنچا جب بزرگ خاندان حیدر بن محمد تو دور بار آصف الدولہ میں تھے، اور گھر میں ایسی آگ لگی کہ مکان و مکین سب کو خاکستر کر دیا۔ سات بیٹیاں مع بچوں کے اس خد سے نذر آتش ہو گئیں کہ بے پردہ ہونا گوارا نہ تھا۔ گھر کا کتب خانہ جو بیسویں صدی ہجری سے لیکر اُس وقت تک کے نوشتوں اور کتابوں کا مخزن تھا، اس آتشزدگی میں برباد ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ بچے بچائے (۵) ہونو ادرا ب بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان بزرگوں کے حالات فصول مسعودیہ، اصول المقصود، النہجۃ الخیرۃ الروض الاذہر، الانصالح وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ سب کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

بارہویں صدی ہجری میں حسین بن حسین بن حیدر نے اور تیرہویں صدی میں افضل بن حسین نے حق علم ادا کیا، اور اسطرح علی بن محمد کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ

آل عماد کی علمی خدمت ہر زمانہ میں سرفراز رہے گی۔ محمد الفضل بن حسین کی یادگار
ایک تفسیر، ایک کتاب الحدیث، اور علم مناظرہ کی ایک محققانہ تالیف ہے۔ چند
مختصر رسائل اور بھی ہیں۔

عبد اللہ بن الفضل العمادی کی ولادت آپ کے وطن جو پور میں بتایاں سلخ
جمادی الاول ۱۲۹۶ء ہوئی۔ جو پور، لکھنؤ، صنعا، زبید، اور جدیدہ میں تعلیم پائی۔
فارسی اور عربی تائید کا فیہ والدہ ماجدہ سے بڑھی، شرح جامی تائید شمس بازغہ زواہد
تلاشہ وافق البین، و محیطی و تحریر اقلیدس کی تحصیل والدہ مرحوم و جد مشغور سے
فرمائی۔ انہیں کتابوں کا اعادہ مولانا ہدایت اللہ سے کیا۔ حدیث و تفسیر کے لئے
حضرت شیخ حسین وقاضی زین العابدین کے آگے زانوئے ادب تہ فرمایا، اور ادب کی
تحصیل مولانا محمد فاروق چریا کوٹی سے کی۔ علوم دنیا کی خاطر لوگ یورپ، امریکہ
اور خدا معلوم کہاں کہاں مارے پھرتے ہیں، مگر علم دین کے لئے آپ نے بین کا
سفر اختیار کیا، اور ایک عرصہ تک اپنے اساتذہ کے ہمراہ رہ کر مستحکم درس گاہ
میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ وطن واپس آنے کے بعد بھی شوق مطالعہ نے آپ کو
ایک جگہ بیٹھنے نہ دیا، اور اپنی اسی سیاحت کے دوران میں کتب خانہ ریاست رامپور کی
سیر فرمائی۔ لکھنؤ میں حضرت شمس العلماء مولانا سیدنا حسین صاحب قبلہ کے کتب خانہ اور
اس سے زیادہ حضرت کی صحبت سے فائدہ حاصل کیا۔ امرتسر میں حضرت مولانا
اشہری صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کا ساتھ ہوا، اور وہاں فیض صحبت کے سوا حضرت
کی ایک ایک تحریر کو نہ تہادت تک جمع کرتے رہے۔ یہ نادار مجموعہ اب آپ کے
کتب خانہ کی زینت ہے۔ اس باب میں آپ ہم سے زیادہ خوش نصیب ہیں۔

تعلیم سے فارغ ہوئے تو تصنیف و تالیف، اخبار نویسی، اور تاریخ نگاری
اپنا پیشہ بنالیا۔ آپ کا عربی رسالہ البیان ہندوستان اور اسلامی ممالک کے درمیان
قدر مشترک ثابت ہوا، اور علماء مصر و شام و عراق و تونس و الجزائر و مراکش و مغربیہ

خصوصیت کے ساتھ اس کی قدر کی۔ احمد زکی پادشاہ اس کے منزلت شناس تھے، اور رفیق بیک جیسے مشہور مصنف اس پر غور کیا کرتے تھے۔ اس دور کے بعد ہی اردو اخبار نویسی کے میدان میں آپ کو آہٹا پڑا، جس کی ابتدا از اخبار وکیل امرتسر کی ایڈیٹری سے ہوئی۔ اُس زمانہ کی اخباریت بہت ہی فزایہ تھی۔ حریت ضمیمہ اور تحریک بیداری کے چرچے خواص تک میں نہ تھے۔ آپ نے اپنے وطن کی نئی روشنی اور پرانی روشنی والوں کو اسلام کے قدر مشترک کی دعوت دی، اور رفتہ رفتہ اسلامی حریت کی شہ نشین پر سب کو جمع کر دیا۔ یہ نصب العین اُسی زمانہ میں قائم ہوا، اور اخباریت کو گرداب بغالت سے نکلنے کا اُسی وقت سے موقع ملا۔ تہذیب الاخلاق امرتسر الہلال کلکتہ (۱۹۱۳ء)، اور زمیندار، صباح، العصر، اور ادیب لاہور میں بھی ساہاڑے دراز تک آپ اپنا زور قلم دکھاتے رہے۔

اسی عرصہ میں شرح الفضل (عربی) اور معاریف الہند (عربی) کو ارقام فرمانے کے سوا، آپ نے دربار کابل کے لئے تاریخ ابن خلدون کا ترجمہ فرمایا، مجملات، علم الحدیث، عرب قدیم، صناعت العرب، فلسفۃ القرآن، کتاب الصلوٰۃ، اور کتاب الزکوٰۃ کو اپنی مادری زبان میں لکھا۔ معارف ابن قتیبہ، طبقات ابن سعد، الثبۃ والاشراف، اور معاون مایحواہر کو اردو میں نقل کرنے کے علاوہ دار البرقہ سرکار آصفیہ کے لئے مروج المذہب کے ایک بڑے حصہ کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اس دارالرحمہ سے آپ کا تعلق من حیث رکن تالیف و ترجمہ یکم آذر ۱۳۱۷ھ ہوا، اور تھوڑے عرصہ میں آپ یہاں کی علمی مجالس کے لئے ضروری قرار پائے گئے۔ مجلس شاہی نظارت کتب بھی ہنجلہ دیگر مجالس کے ایک ہے جس کے آپ رکن رکین ہیں۔ مولوی صفی الدین صاحب کے خدمت نظارت کتب مذہبی سے کتاہ کش ہونے پر حضور پر نور نے آپ کو ناظر کتب مذہبی مقرر فرمایا ہے۔ مولوی عادی صاحب عربی کے زبردست عالم ہونے کے سوا، فارسی کے

نثر گو شاعر ہیں۔ ہمیں آپ کے فارسی کلام کے سننے کا جقدر موقع ملا، اس سے اندازہ ہو گیا کہ عالی خیالی کے ساتھ ساتھ اہل زبان کی سی سلاست اس میں موجود ہے آپ کی طبیعت مشکل پسند واقع ہوئی ہے، اور کیا عجب ہے کہ ایسوجہ سے حضور پر نور آپ کو قاموس کے نام سے یاد فرماتے ہوں۔ آپ کو چہل قدمی، چائے خوری اور مطالعہ کا بڑا شوق ہے، اور اوسط الذکر شوق کی نسبت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا شہری مرحوم کے فیض صحبت کی یاد گار ہے۔ ہم آپ کی طبیعت میں قدیم شرفاکی سی سادگی اور صفائی کو پاتے ہیں، اور آپ کا ظاہر ہمیں باطن کا آئینہ نظر آتا ہے۔

مولوی صاحب کا عقد آپ کی بہت عم سے ہوا، جن کے بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی یاد گار ہے۔ آپ کے فرزند کا نام محمد عثمان ہے۔

(۷)

عبد الباقی صاحب (مولوی.....) خلف حکیم عبدالخالق صاحب آپ کی پیدائش غالباً اگست ۱۸۹۰ء میں بمقام کرسی ضلع بارہ بنکی واقع ہوئی، جو ناہنہاں ہے۔ داد ہال امیٹھی ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ نسباً انصاری اور خاندانی پیشہ کے اعتبار سے طبیب ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ کے والد ماجد گدیہ ضلع بارہ بنکی میں مقیم ہوئے، اور وطن بنا کر رہ گئے۔

آپ کی بسم اللہ مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محل نے کرائی۔ نام بھی انہوں نے رکھا تھا۔ اردو فارسی وغیرہ کی ابتدائی تعلیم سترکہ ضلع بارہ بنکی میں وہاں کے ایک مشہور بزرگ مولوی توکل حسین صاحب سے حاصل کی۔ عربی دارالعلوم ندوہ تحصیل منائی۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب مولوی شبلی صاحب نعمانی ندوہ کے صدر تھے۔ مولانا کی توجہ آپ کے حال پر زیادہ تھی۔ اگرچہ آپ کو اُن سے بہت باسقاطہ

مولوی عبدالباقر

کلام مجید (زیاتی تفسیر کے ساتھ) اور فارسی نظم کے پڑھنے کا شرف حاصل ہے، لیکن علم اور انکس کی خدمت کا جو کچھ ذوق پیدا ہوا، وہ اب انہیں کی ذات کا فیض تھا۔ مولانا کی صحبت میں بالالتزام عصر سے مغرب تک برسوں شریک رہے، اور ہر روز دنیا و ذوق و شوق اور تازہ و دلورہ لے کر اٹھے۔ زمانہ طالب علمی میں اساتذہ و طلبہ کی نظر میں آپ کو عربی ادب میں زیادہ امتیاز حاصل تھا، اس کے بعد مستقالات میں لیکن آخری دو سالوں میں آپ کی توجہ زیادہ تر فلسفہ و مستقالات ہی کی جانب رہی، اور طبعی میلان اس کی طرف پایا گیا۔

۱۹۱۱ء میں مذہب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سے ۱۹۱۵ء کے ادھر تک زیادہ تر مغربی فلسفہ کی دہن میں انگریزی پڑھتے رہے، مگر بطور خود بعض انگریزی خواں احباب کی مدد سے انگریزی کی تین چار کتابیں ختم کرنے کے بعد ہی سے اپنے دوست کی اہسان فلسفیانہ کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اپنے اس مطالعہ میں سب سے زیادہ مدد آپ نے مولوی عبد الماجد صاحب دریا بادی سے پائی، جو اُس زمانہ میں کھنٹیوں درس حاصل کر رہے تھے۔

اس دور تعلیم میں کم بیش ڈیڑھ سال تک شیخ مقبول حسین صاحب وزیرال کشمیر کے ہمراہ سری نگر و جوں میں رہنے کا موقع مل گیا، جہاں آپ کو انگریزی پڑھنے اور فلسفہ کا مطالعہ جاری رکھنے کی فرصت اطمینان بخش طریق پر حاصل تھی۔ چندے اسکول میں بھی شریک رہے، اور انٹرنس کے امتحان کی ناکام کوشش فرمائی۔ اسی غرض سے چند ہیمنے کے لئے گورنمنٹ ہائی اسکول سلطانیہ میں ہیڈ مولوی کی خدمت قبول کر لی تھی۔ امتحان مذکور میں کامیاب ہو گئے تو اس کو ترک کر دیا۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے قیام کی وجہ سے مولوی سید سلیمان صاحب مذہبی کو دکن کا بچ پونہ کی ملازمت ترک کرنی پڑی، تو اُن کی جگہ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کا بچ میں آپ چار سال تک عربی و فارسی کے

اسٹنٹ پروفیسر رہے، مگر زیادہ تر فارسی پڑھانی پڑی۔
 علمی خدمتگزاری کا آغاز بھی پونہ سے ہوا۔ عجمی کے نام سے تصورات کلیہ
 آپ نے اپنا پہلا مضمون معارف کے لئے لکھا۔ اس کے بعد (۱) مبادی علم انسان
 (۲) برکتے اور اس کا فلسفہ اور (۳) مذہب اور عقلیات کو اہل ملک کی خدمت
 میں پیش فرمایا۔ دکن کالج میں طلبہ کی احاطت سے اردو کا مذاق پیدا کرنے کا موقع
 مل گیا تھا، جس کی بدولت وہاں کے طلبہ کے دارالمطالعہ میں گجراتی و مرہٹی کے
 ذخیرہ کتب و رسائل کے پہلو بہ پہلو اردو کے کتب و رسائل بھی نظر آنے لگے۔ بہتوں
 عرصہ تک پونہ کے کالجوں اور اسکولوں کے طلبہ، نیز عامۃ الناس کے سامنے اوزار
 کے دن و کن انسٹی ایوٹ میں؛ جس کے بانی آپ کے بعض احباب تھے، آپ کا جم
 زبانی تفسیر کے ساتھ سناتے تھے۔ پونہ میں آپ سخت علیل ہو گئے، اور فصلی بخار نے
 صحت میں سمسہ کے لئے گھن لگا دیا۔ پونہ سے احمد آباد کا تبادلہ ہوا؛ جہاں آپ
 تقریباً چار مہینے تک گجرات کالج میں رہے۔ اسکے بعد سلسلہ ملازمت قطع ہو گیا۔
 احمد آباد سے واپس آکر آپ نے چند عرصے آرام لیا۔ اس کے بعد احباب دارالمنصفین
 کے اصرار پر عارضی طور سے اعظم گڑھ میں قیام اختیار کیا۔ وہاں پونے دو سال کے
 قیام میں مولوی سیلیمان صاحب کی عدم موجودگی کے باعث، ترتیب رسالہ معارف
 کے علاوہ، سیرۃ النبی مبدسوم کا ایک ٹکڑا، جو معجزات اور علوم جدیدہ پر مشتمل تھا، آچے
 زیر ادارت رہا۔ اس کے سوا سارا وقت شبہ تالیف و ترجمہ جامع عثمانیہ کے لئے
 علم اخلاق کے نام سے ایک کتاب کے ترجمہ پر صرف ہوا؛ جو شایع ہو گئی ہے۔
 جون ۱۹۲۲ء میں جامع عثمانیہ کے شبہ تالیف و ترجمہ میں مترجم فلسفہ کیلئے آپ سے
 فرمائش کی گئی؛ جس سے آپ نے معذرت چاہی۔ اس کے بعد ہی معلم فلسفہ کی
 کرسی آپ کو اصرار کے ساتھ پیش ہوئی؛ اور آپ نے بھی اسکو قبول کئے بغیر گزیر نہ دی۔
 چنانچہ خدمت اسٹنٹ پروفیسری پر بحکم آبان ۱۳۳۱ھ (۲۷ ستمبر ۱۹۱۲ء) سے

امور ہیں۔ مولوی صاحب زندہ و دار المصنفین کے رکن اور جامع عثمانیہ کے مفت
(فیو) ہیں۔

(۸)

مولوی عبدالحق صاحب

عبدالحق صاحب (مولوی.....) آپ کا وطن قصبہ باپور ضلع میرٹھ ہے؛
جہاں محلہ قانون گویاں میں آپ کی ولادت بتایاںچ اند مہر سلف واقع ہوئی۔
یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد ایسے زمانہ میں مدرسہ العلوم
علیگڑہ کی جماعت ڈل میں داخل ہوئے، جب سر سید احمد خاں بقیہ حیات تھے، اور ایک
دہائی آن مرحوم کے اور جسٹس سید محمود مرحوم کے ساتھ گزار کر درس گاہ مذکور سے بی اے
کی سند لی۔ آپ یہ قصہ اکثر اپنے دوستوں کو بزبان شوق سنایا کرتے ہیں، کہ کالج میں
پہلی مرتبہ ریٹ فارم کی تجویز ہوئی تو سر سید نے خود بھی اس وضع کا کوٹ سلوایا، اور
اپنے بیٹے اور پوتے کے ساتھ اسی نمونہ کا کوٹ آپ کے لئے بھی سلوا کر شام اپنے
ہاتھ سے آپ کو پہنایا تھا۔ آپ کے زمانہ کے طلبہ میں ڈاکٹر ضیاء الدین مولوی صاحب
اور مولوی محفوظ علی بدایونی آپ کے ہم درس، اور ایک ہی سال یہ حضرات بی
اے میں کامیاب ہوئے تھے۔ ایسے ذہین ساتھیوں میں مولوی صاحب اپنی جماعت
کے بہترین طلبہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ اپنے دوران طالب علمی میں ایک
علمی مقابلہ کے اندر اول رہے، اور طلائی تمغا حاصل کیا۔

مولوی عبدالحق صاحب کو کالج ہی میں علمی و ادبی کاموں سے دلچسپی پیدا ہو گئی
تھی، اور اسے اُس زمانہ کے بزرگوں کا فیضان صحبت کہنا چاہیے۔ آپ کے ہم عمر
لوگوں کو کم از کم وہ تنقیدی مضمون ضرور یاد ہو گا، جو چودھری خوش محمد خاں ناظر
(ہمارے لاٹک فیلو) کی ایک نظم پر آپ نے لکھا تھا، اور جس کا چرچا اسی زمانہ میں
کالج کی چار دیواری سے گزر گیا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں، غالباً اسی زمانہ میں

آپ نے دین سچی ک کتابوں کا مطالعہ کر کے، سینٹ پال کے حالات میں ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، جو افسوس کہ مطبع کی صورت دیکھے بغیر ضائع ہو گیا۔ اس رسالہ پر کالج والوں نے نوجوان مولف کو فلاحی سفر کے لقب سے یاد کرنا شروع کیا تھا۔

۱۹۰۵ء میں کالج چھوڑنے پر مولوی صاحب مدرسہ آصفیہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہو گئے، اور آپ نے مدرسہ مذکور کے انتظام اور وہاں کی تعلیم کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ آپ کے بعد آپ کا اتباع کرنے والا کوئی دوسرا پیدا نہ ہو سکا، ورنہ مدرسہ آصفیہ آج کسی دوسری منزل میں ہوتا۔ نواب متنازیار الدولہ بہادر ابتدا سے اس مدرسہ کے مستند اور ایک سرگرم کارکن ہیں۔ ان کی توجہ سے افسر کے نام سے مدرسہ کا ایک رسالہ جاری ہوا، جس کی ایڈیٹری کے فرائض بھی مولوی عبدالحق کے سپرد کئے گئے۔ رسالہ میں مذہب و معاشرت پر اچھے اچھے مضامین شائع ہوئے۔ بابی مذہب اور قرۃ العین پر آپ سے پہلے ہی بعض مشاہیر..... خصوصاً مولانا اشرفی مرحوم..... نے فائدہ فرسائی فرمائی تھی، لیکن افسر کے لئے مولوی صاحب نے جو دھپک اور طوطی مضمون تحریر فرمایا تھا، وہ آپ کے پاس سے ضائع ہو گیا۔ غرض یہی وہ زمانہ تھا جب مولوی صاحب بحیثیت ایک لائق ادیب کے علمی طبقہ سے روشناس ہو گئے تھے۔ ہیڈ ماسٹری کے بعد ایک عرصہ تک آپ مستندی امور عامہ میں متبرجم کی خدمت مامور رہے۔ یہ گویا آپ کی ادبی زندگی کا وسطی دور ہے، جس میں دکن ریویو کے بہت سے مضامین قواعد اردو، انتخاب کلام میر، اور مختلف کتابوں پر ناقدانہ و فاضلانہ مقدمے اور تبصرے لکھے گئے۔ مضامین میں سب سے زیادہ قابل قدر وہ سلسلہ تھا جو عالم اسلامی کے نام سے شائع ہوا، اور ناتمام رہنے کے باوجود تین چار صفحات کے قریب تک لکھا جا چکا ہے۔ اپنے افادہ، علمی تحقیقات، اور پر زور طرز بیان کے اعتبار سے یہ ایک یادگار چیز ہے۔ رہے مقدمے اور تبصرے وہ اس کثرت سے لکھے گئے ہیں کہ بعض احباب نے ہمارے مقدمہ نگار کا نام اس زمانہ میں

مقدمہ بات رکھا تھا۔ مگر چارے نزدیک ان میں سب سے زیادہ ممتاز اور ادب اردو کا ایک گورہے بہادہ مقدمہ ہے، جو مولوی ظفر علی خان کے ڈراما جنگ روس و جاپان پر آپ نے لکھا تھا۔

۱۹۱۲ء میں مولوی عبدالحق صاحب کا تعلق محکمہ تعلیمات سے ہوا۔ یہ کہنا سبقت میں داخل نہ ہو گا کہ ڈاکٹر سراج یار جنگ بہادر نے اپنی مدت عمر میں کوئی نواب کا کام کیا ہے تو وہ یہی تھا کہ مولوی عبدالحق کو اپنے محکمہ میں لے کر آپ کو اپنی قوت دماغی کے نمایاں کرنے کا موقعہ دیدیا۔ ہمیں یاد پڑتا ہے مولوی صاحب اسی سال انجمن ترقی اردو کے مستند مقرر ہوئے۔ اس کے بعد سے جو تازہ رُوح انجمن میں پیدا ہو گئی، اُس سے اس زمانہ کے باخبر حضرات بخوبی آگاہ ہیں۔ لیکن ان سرگرمیوں اور سرکاری مصروفیتوں؛ خاصکر جامع عثمانیہ کی تاسیس کی کوشش نے آپ کے بہت سے علمی ارادوں کو ملتوی کر دیا۔ باوجود اس کے، زبان اردو کی تاریخ اور اُس کی تحقیقات سے آپ اس زمانہ میں بھی غافل نہیں رہے۔ اور اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مادری زبان اور اُس کی تحقیقات لسانی کے سوا آپ کو کچھ یاد نہیں ہے۔ آپ نے اپنے اسی ذوق و شوق کی بدولت انجمن کی طرف سے وہ سہ ماہی رسالہ اردو کے نام کے جاری فرمایا، جس میں ادبیات کے سوا کسی دوسرے موضوع پر کوئی مضمون قبول نہیں کیا جاتا۔ خود مولوی صاحب نے مرہٹی زبان پر فارسی کے اثرات اور قطب الملک کے دیوان پر جو مضامین تحریر فرمائے ہیں؛ وہ علمی تحقیقات اور وسعت نظر کے لحاظ سے مستقل علمی کتابوں سے کچھ کم قدر قیمت نہیں رکھتے۔ صدرِ جمہور تعلیمات صوبہ اورنگ آباد ہوتے وقت آپ مشہور مستشرق ڈوئی کی کتاب اسلامی اسپین کا ترجمہ کر رہے تھے۔ اور اب تاریخ اردو کی ترتیب کا کام معاوضہ پر مولوی عبدالحق صاحب کے ہاتھ میں ہے۔

اول سال ۱۳۳۵ھ میں عثمانیہ یونیورسٹی کے تحت جوائنٹ میڈیٹ کالج اورنگ آباد میں

تایم کیا گیا تھا، آپ اس کے پہلے پرنسپل ہیں۔

(۹)

عبدالرحمن خان نصیب (مولوی محمد.....) خلیفہ محمد نظر علی خان صاحب - ۵ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو
بمقام حیدر آباد تولد ہوئے فارسی تعلیم کی ابتدا گھر پر ہوئی؛ اور اس کی تکمیل کے بعد بھی
اس زبان سے ہمیشہ پچسپی رہی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ و نظام کالج میں داخل ہو کر
مدرسہ یونیورسٹی سے بی۔ اے پاس کیا۔ اکثر امتحانات میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی
حاصل کی، اور بعض مضامین کے اندر تمام امیدواروں سے زیادہ نمبر لئے۔ فارسی
سوا سائنس اور ریاضی آپ کے دو پچسپ مضامین رہے ہیں۔ عربی کی تعلیم اسکول
کے نصاب کے ساتھ ساتھ ہوئی تھی۔ بعد فراغ تعلیم اس کے درس کا سلسلہ تحقیق
کیا۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ اسلام اور تاریخ یورپ کا مطالعہ بھی جاری رہا۔

تیسرے سلسلے میں نظام کالج میں اسٹنٹ لکچرار سائنس کی خدمت پر مامور ہو کر
لیکن چند سال بعد بحصول خصیت انگلستان جاکر رائل کالج آف سائنس لندن میں
سائنس اور ریاضی کی مزید تعلیم حاصل کی۔ دو سال میں سوشی ایٹ آف دی رائل کالج
آف سائنس ہوئے، اور ساتھ ہی طبیعیات میں لندن یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ
بی۔ ایس سی کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی۔ اسی عرصہ میں بے تار تار برقی
(وائرلس ٹیلیگرافی) کا نصاب بھی ختم کیا۔ دوران تعلیم انگلستان میں آپ نے مشہور
و معروف ماہران سائنس و ریاضی سے شرف تلمذ حاصل فرمایا، اور اکثر حضرات نے
نہایت مفید لیاقت نامے عنایت کئے۔ ایام تعطیلات اور شہ آہ میں یورپ کے بڑے
بڑے شہروں اور تاریخی مقاموں کی سیر کی، اور تعلیم کا ہونکو دیکھا مشہور آفاق لوگوں
سے ملاقات فرمائی۔ ولایت سے واپس آ کر آپ نے اپنے وطن کی تعلیم سائنس کی
اصلاح و ترقی کے لئے بے حد کوشش کی، اور اپنے مملکات سے سیکڑوں طلبہ و اساتذہ

حب
فاضل
مدرسہ عبدالرحمن

فائدہ پہنچایا۔

مسٹر عبد الرحمن تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اپنے کسی ہم چشم سے پیچھے نہیں رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جامع عثمانیہ کے لئے بی۔ اے کی طبعیات وغیرہ کی استعداد کتابیں تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ فن آواز پر آپ نے جو کتاب لکھی ہے، جامعیت اور طرز بیان کے لحاظ سے آپ کی دوسری کتابوں سے بہتر ہے۔ زبان انگریزی میں بھی جدید سائنس سے متعلق بالکل نئے طرز پر رسالے اور کتابچے لکھے اور شائع کئے ہیں۔ نظام کالج میں پروفیسر طبعیات کی خدمت پر مسٹر عبد الرحمن خاں کئی سال سے مامور، اور عثمانیہ کالج میں بھی انہیں فرائض کو انجام دے رہے تھے، کہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے خدمت و صدارت سے کنارہ کش ہونے پر، آغاز ۱۳۳۱ھ سے آپ اس دارالعلوم کے صدر (پرنسپل) مقرر ہوئے۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی کے فیلر، سینڈہیٹ و سینٹ کے ممبر، اور صد خانہ نظامیہ کی علمی و فنی کمیٹی کے پریسیڈنٹ ہیں۔ کئی مرتبہ نظام کالج کے منصرف و ایس پرنسپل رہ چکے ہیں۔

نواب سعادت جنگ بہادر صدر ناظم مال صوبہ اوزبک آباد کی دختر سے آپ کی شادی ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں سے عبد المجید خاں و عبد الوحید خاں آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۰)

ڈاکٹر عبد الستار
صدیقی

عبد الستار صدیقی (ڈاکٹر.....) خلف مولوی عبدالغفار صاحب مرحوم آپ کے والدین سرشتہ مال سرکار عالی میں ملازم اور ضلع کے سررشتہ دار تھے۔ لیکن خود آپ کی ولادت بتایح ۲۶ دسمبر ۱۸۸۵ء سندیلہ ضلع ہردوی (اوڈھ) میں ہوئی، جہاں کے آپ متوطن ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت کی ابتدا کچھ ایسے مبارک وقت میں ہوئی تھی کہ آپ نہ صرف اپنے خاندان بلکہ ملک و قوم کیلئے قابلِ قربانیت ہوئے۔ مڈل تو آپ نے مدرسہ فوٹانیہ گلبرگہ سے پاس کیا، لیکن میٹرک کے لئے مدارس فوٹانیہ بلدہ و چادر گھاٹی

درس حاصل کرتے رہے۔ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ آخر الذکر درسگاہ کے سرپرست کی کامیابی کا سہرا ہے۔ اس کے بعد مدرسۃ العلوم علیگڑہ میں داخل ہوئے؛ جہاں ایم لے میں کامیابی حاصل کر کے اپنی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ ہمیں خوب یاد ہے کہ یہ ادسوقت کی بات ہے، جب ہم رسالہ ولڈ بوائے کی خاطر ۱۹۱۲ء میں علیگڑہ میں مقیم تھے۔ اُس زمانہ میں مسٹر صدیقی ایم لے کا درس حاصل کر رہے تھے۔

ستمبر ۱۹۱۲ء میں مشرقی السنہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکومت ہند کی نجات سے مسٹر عبدالستار صدیقی کو یورپ بھیجا گیا، اور آپ دسمبر ۱۹۱۲ء تک تعلیمی وظیفہ پاتے رہے۔ اسٹراس برگ یونیورسٹی اور گوٹینگن یونیورسٹی میں اول الذکر سال سے ۱۹۱۹ء تک آپ نے سامی اور ایرانی لسانیات کی تعلیم پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عالمگیر جنگ کے شعلے دنیا کے تین براعظموں کو خاک سیاہ کرنے کیلئے اپنا کام کر رہے تھے۔ لیکن وہ کیسے مستقل مزاج طلبہ و اساتذہ تھے کہ توپوں کی گرج میں بھی ایمان کے ساتھ مصروف عمل رہے۔ مسٹر صدیقی نے فوری ۱۹۱۹ء میں گوٹینگن یونیورسٹی سے اعزاز کے ساتھ پی ایچ ڈی کے امتحان میں کامیابی حاصل فرمائی؛ جسکی ڈگری ۱۹۱۹ء میں عطا ہوئی۔

جنوری ۱۹۲۰ء میں ڈاکٹر عبدالستار اپنے وطن کو واپس آئے، اور فردری سے ستمبر تک مدرسۃ العلوم علیگڑہ میں ریسرچ پروفیسر رہے۔ کلیہ جامع عثمانیہ کی صدارت آپ ستمبر ۱۹۲۰ء میں مامور ہوئے؛ جہاں ۱۹۲۲ء تک خدمات تعلیم انجام دیتے رہے۔ اب بمقام ڈاکٹر اپنے دریائے علم سے اُن اطراف کے باشندوں کو سیراب فرما رہے ہیں۔

ڈاکٹر صدیقی کی سب سے پہلی تصنیف، جہاں تک ہمیں علم ہے، جرمنی زبان میں قدیم عربی میں فارسی الاصل الفاظ پر تھی۔ یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں گوٹینگن سے شائع ہوئی، اور انگریزی زبان میں اُس پر درزبردست تنقیدیں شائع ہوئیں۔

ایک رائل ایسیانگ سوسائٹی گریٹ برٹن و آئرلینڈ کے رسالہ بابت جولائی ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں، اور دوسری بمبئی گرائیکل کی اشاعت سوزہ ۵ اگست ۱۹۲۱ء میں دونوں سے آپ کی تلاش و دقیقہ بخشی کا پتہ چلتا ہے۔ اپنی مادری زبان میں اردو زبان کے اصول لساں پر آپ نے رسالہ اردو اورنگ آیا میں کئی قابل قدر مضامین لکھے ہیں، جو بجائے خود ایک مفید کتاب سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔ امید کہ یہ آپ کے ادبی مساعی کی ابتدا ہے۔

ڈاکٹر صدیقی کی شادی آپ کے حقیقی چچا منشی عبدالودود صاحب سندیلوی کی دختر سے جولائی ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ مسلم صدیقی اور زبیر صدیقی آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۱)

منشی عبداللطیف صاحب

”عبداللطیف صاحب“ (مولوی مفتی.....) خلف حکیم مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم ۱۲۹۷ء میں اپنے وطن افضل گرہ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے، لیکن نشوونما اور تعلیم و تربیت پتھل ضلع مراد آباد میں پائی، جہاں آپ کے والد ماجد اپنے مطبع کے سلسلہ میں قیام پزیر تھے۔ آپ نے درس نظامیہ کو کم و بیش اپنے والد ماجد سے تمام کیا۔ البتہ آخری چند کتابیں مولوی لطف اللہ صاحب مرحوم سے علیحدہ میں پڑھیں۔

تعلیم کے بعد تھوڑے عرصہ تک کانپور میں، زان بعد ول مٹو ضلع رائے بریلی میں تعلیم دیتے رہے۔ ۱۳۱۳ء میں ندوہ کے تحت کانپور طلبہ گئے، اور وہاں سے دو ترمذیہ کے ساتھ ۱۳۱۶ء میں لکھنؤ کو منتقل ہوئے۔ ۱۳۱۸ء میں دارالعلوم قایم ہوا تو آپ کے اس زمانہ کے فرائض پر فرضیہ تعلیم کا اضافہ ہوا۔ ۱۳۲۳ء میں ترک تعلق کوکے تجارت کی جانب مائل ہوئے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمیشہ اس پر کیا۔ مولوی محمد علی صاحب سابق ناظم ندوہ کی یاد فرمائی پر اس کے بعد دیگر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں روزہ اور حج پر دو سالے قلمبند فرمائے، جو ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

لیکن ان رسائل کی برکت سے وسط سلسلہ میں آپ کو حج بیت اللہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ مکہ معظمہ میں آپ تقریباً تین سال تک قیام پذیر رہے، اور اس عرصہ میں دمشق، بیروت، ایفہ، پورٹ سعید، قاہرہ وغیرہ کی سیاحت علمی اغراض کے لئے فرمائی۔ مکہ معظمہ کے مشہور ہندی مدرسہ صولتیہ کے ذریعہ سے آپ وہاں کے طلبہ کو تعلیمی فیض پہنچاتے رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے اپنی مادری زبان تاریخ علم منطق قلمبند فرمائی، جو مدرسہ صولتیہ سے شائع ہو چکی ہے۔ سورۃ البقرہ کی تفسیر بھی اسی زمانہ میں عربی لکھی تھی، جو ہنوز قلمی ہے۔ اسی طرح احسن الکلام اور تجمل الارشاد آپ کے دور سالہ ہیں، جن کو آپ نے اسی ارض پاک قلمبند فرمایا تھا۔ سلسلہ میں آپ وطن واپس تشریف لا کر ۱۳۲۸ھ تک منگلیہ میں قیام فرمایا۔

منگلیہ میں رہ کر آپ نے تذکرہ اعظم کے سوا، آئینہ کبر و اسلام، تذکرہ یونس اور تاریخ القرآن کی تصنیف پر اپنے وقت عزیز کو صرف فرمایا۔ یہ سب کتابیں مطبوعہ ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ نے شرح ترمذی شریف اور تذکرہ عبداللہ ابن مسعود صحابی کی ابتدا فرمائی۔ یہ دونوں کتابیں اب تک طبع نہیں ہوئی ہیں۔ مواضع میں نماز اور نماز کے ذریعہ سے چاند کی اطلاع کے اثبات میں آپ کے دور سالہ بھی قیام منگلیہ کی یادگار ہیں۔ سلسلہ میں سرکاری طلب پر آپ حیدرآباد تشریف لائے، اور جامع عثمانیہ کے شعبہ دینیات میں ملازمت اختیار فرمائی۔ یہاں آپ کا خاص فن تفسیر ہے۔

مفتی صاحب کی شادی آپ کے خاندان ہی میں حافظ خلیل الرحمن صاحب کی دختر ہوئی، اور دو بیٹیاں خدا تے عطا فرمائیں۔

(۱۳)

محمد عبد الوہاب
صفا

عبد الواسع صاحب صفا (مولوی محمد.....) خلف یوسف علی صاحب عثمانی گویا مولوی۔
 بہر ذیقتہ ۱۲۰۰ھ کو بمقام ریاست بھوپال پیدا ہوئے۔ تعلیم کا بڑا حصہ گھر ہی پر اپنے
 والد ماجد اور برادر بزرگ مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم سے نہایت خوبی کے ساتھ ملے
 فرمایا، اور اس زمانہ میں جن مشاہیر کی صحبت آپ کو نصیب ہوئی، ان میں مولانا اشہار
 مرحوم کا ذکر خصوصیت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ذوق علمی اور شوق تحقیق نے
 آپ کو ہندوستان کے مایہ ناز علماء کے حلقہٴ درس میں پہنچایا، اور تعلیم کا انتہائی حصہ
 مولانا عبدالحق صاحب قاضی ریاست، مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی، مولانا حسین
 بن عسک انصاری الہامی، مولانا ذوالفقار احمد صاحب بھوپالی، اور مولانا محمد صاحب
 مرحومین سے تکمیل کو پہنچا۔ شعر و سخن میں آپ کو مفتی امیر احمد صاحب امیر دہلی سے
 افتخار تلمذ حاصل ہوا، اور طریقت میں حاجی سید وارث علی شاہ قدس سرہ سے
 شرف سمیت پایا۔

سلسلہ ملازمت میں داخل ہونے سے پہلے آپ ریاست بھوپال میں آذیری
 بمسٹر مقرر ہوئے، ازاں بعد مدرسہ سلیمانہ بھوپال میں مدرس دوم کی خدمت پر
 مامور کئے گئے۔ سرکار آصفیہ سے آپ کا تعلق، دوسرے سال ف کو ہوا، اور مدرسہ
 دارالعلوم میں مدرس و پروفیسر کی خدمت پر مامور ہو کر اشاعت علم میں مشغول ہو گئے۔
 شیعہ دینیات کے شیخ الحدیث اس کے بعد بنائے گئے۔ سرکاری فرائض کے سوا شغل
 تعلیم و تدریس آپ نے اپنے گھر پر بھی جاری کر رکھا ہے۔ تعلیم و تدریس سے جو وقت
 بچتا ہے، اس میں تصنیف و تالیف سے شغل فرماتے ہیں۔ آپ کی بعض کتابیں جو
 ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں، یہ ہیں :- (۱) حسن الافتتاح :- (۲) رسالہ
 القافیہ :- (۳) حاشیہ شرح مسلم :- (۴) معیار الاوقاف (۵) منطق عثمانی اور (۶) البیتہ - مگر (۷)

البذرا ب زیر اشاعت ہے۔

(۱۳)

عظمت اللہ خالصاً (مولوی) خلف مولوی محمد نعمت اللہ خان صاحب مرحوم
آپ کا نسب تعلق حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے فرزند حضرت
محمد ابن حنیفہ سے ہے، جن کے اخلاف ایران میں رہتا مدت اپنی زندگی گزار کر عربی
حکومت کے زمانہ میں ہی وار و ہند ہو گئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کی ملازمت کا
تعلق دفتر پیشی حضرت غفر المکان سے تھا۔ لیکن آپ کی ولادت ۵۰ شوال ۱۲۸۵
کو بمقام دہلی ہوئی، جہاں کے آپ متوطن ہیں۔ آپ کی تعلیم کا بڑا زمانہ حیدر آباد
میں گزرا، اور یہیں ریڈیسنی اسکول سے انگریزی تعلیم شروع ہو کر گورنمنٹ ہائی اسکول
چادر گھاٹ میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج اجمیر میں داخل ہوئے، اور
بی اے میں کامیابی حاصل کر کے زندگی کی اس منزل کو طے فرمایا۔

مسٹر عظمت اللہ کی علمی و لہستگی کی بنیاد نہایت مضبوطی کے ساتھ گھڑی پر
قائم ہو گئی تھی، اس لئے یہ خصوصیت ہر جگہ قائم رہی۔ اس باب میں آپ کے
والد ماجد کی پاکیزہ سیرۂ زیادہ اثر انداز ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے زمانہ میں آپ کو انگریزی
ادبیات کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اس باب خاص میں مسٹر
ہیرس پرنسپل اجمیر کالج کی توجہ اور محبت سے بہت کچھ اضافہ ہوتا رہا۔ اسی وجہ
سے آپ نے انگریزی ادبیات کے بخوبی سمجھنے اور اس کا پورا الطاف حاصل
کرنے کی غرض سے انگریزی شعر کہنے کی مہارت پیدا کر لی۔ مسٹر ہیرس نے آپ کے
اس شوق ادب اور ذوق شغریٰ کو اس قدر پسند فرمایا کہ آپ کی نظموں کا مجموعہ
عمدہ طو پر طبع کر کے سالانہ انعامی جلسہ کے موقع پر آئریبل مسٹر (بعدہ سر) اے
جی کالون، ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی خدمت میں، اس کے مصنف کے قضا

میر کو عظمت اللہ
خالصاً

پیش فرمایا۔ صاحب مدوح نے بھی اس کے مطالعہ سے حظ حاصل کر کے اچھے الفاظ میں نوجوان شاعر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

انگریزی اور اردو مضمون نگاری کے شغل کو مسٹر عظمت اللہ نے بشرط فرصت اس کے بعد بھی جاری رکھا۔ اور اب تو یہ کیفیت ہے کہ ملک کے تقریباً تمام مشہور رسالوں میں آپ کے مضامین ضرور شائع ہوتے ہیں۔ اردو شاعری کی جانب آپ نے حال ہی میں توجہ فرمائی ہے، اور آپ کی تحریرات کا اندازہ بتا رہا ہے کہ اردو ادب کی اس صنف میں آپ سادگی کے ذریعہ وسعت پیدا کرنا چاہتے ہیں چنانچہ عروض اردو پر بھی آپ عامہ فرمائی فرما چکے ہیں۔

تعلیم کے بعد مسٹر عظمت اللہ کا قصد تھا کہ میدان صحافت میں کام لیں لیکن اس کام کے کئی مختلف علوم ضروریہ کا مطالعہ بھی شروع کر دیا تھا، لیکن اُسی زمانہ میں قلمرو تصنیف کے تعلیمی مسائل پر آپ کا ایک انگریزی رسالہ ڈاکٹر الما لطیفی کی نظر سے گزرا، اور اس لحاظ سے کہ ڈاکٹر صاحب ان مسائل سے متعلق خود بھی رتبہ عالی رکھتے ہیں، اپنی جوہر شناسی کو کام فرما کر، رسالہ کے مصنف کو اپنے محکمہ کے لئے چن لیا۔ مسٹر عظمت اللہ اس سر شہرہ یورسٹراف کو تعلیمات سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہو گئے، جہاں اب مددگار ناظم تعلیمات کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر الما لطیفی نے من حیث ناظم تعلیمات، جہاں بہت سی تجاویز مفید ملک چھوڑی ہیں، وہیں ان کے وجود و باوجود سے جامع عثمانیہ کی تحریک کو بنیادی طور پر بڑی تقویت پہنچی ہے۔ یہ مسٹر عظمت اللہ کی خوش نصیبی تھی کہ جس زمانہ میں جامع مذکورہ کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی آپ کو اس کام میں شرکت کرینیکا کافی موقع مل گیا۔ آپ کی محنت محبت کے ساتھ تھی، جسکا اجر خدا کے گھر سے لیکھا۔

(۱۴)

”علی اصغر صاحب بلگرامی“ (مولوی سید.....) خلف مولوی سید جس صاحب جشن
 یکم سے سنہ ۱۲۸۵ کو مقام حیدر آباد دکن پیدا ہوئے۔ ہائی اسکول کی تعلیم حیدر آباد
 اور بیدریں، اور ایف اے کی تعلیم اورنگ آباد میں پائی۔ فارسی و عربی کی تحصیل
 مولوی محمد بسطین صاحب مرحوم سے فرمائی، اور فقہ کی بعض کتابیں علماء عراق سے
 پڑھیں۔ تعلیم سے فراغت پا کر امتحان عہدہ داران مال وجود شیل میں کامیابی حاصل
 کی جب حکم ہمارا الہام وقت محکمہ مال میں اچھی مقرر ہوئے، اور تین سال تک
 بحیثیت تحصیلدار و مددگار تعلقہ دار منصفانہ کار گزار رہے۔ ۱۳۲۲ء میں خدمت منظم
 پیشی میں الہام بہادر عدالت دکو توالی پر مستقلانہ مقرر ہوا۔ اسی سال محکمہ ہوم سکریٹری
 میں صدر تنظیمی پر منتقل ہوئے، اور متعدد بار بحیثیت مددگار ہوم سکریٹری منصفانہ
 کار گزار رہنے کے بعد، مولوی محمد جاس صاحب کے ذمیفہ یاب ہونے پر بالآخر
 مستقل فرمائے گئے۔ مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ دو سال کے لئے
 انگلستان تشریف لے گئے تو آثار قدیمہ کی وسیع معلومات کی بنا پر آپ حسب فرمائش
 اس محکمہ کی نظامت کے نگران حال مقرر ہوئے تھے۔ اسی طرح ۱۳۳۳ء میں بھی اس
 سرشتہ کی ہنگامی آپ کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ آپ کی نظامت آثار قدیمہ کا شاندار
 کارنامہ آپ کی تالیف آثار دکن ہے، جس میں شہر حیدر آباد و ضافات بلدہ کے
 تمام تاریخی عمارات و آثار کے تفصیلی حالات تحقیق و تلماش کے ساتھ تلمسبہ کے رکھے ہیں
 عمارات و مقابر شاہان گوکنڈہ پر جس قدر عربی و فارسی کتبات ہیں، ان کو نہایت
 غور و تحقیق کے ساتھ حل کر کے درج کتاب کیا ہے۔ شاہان گوکنڈہ اور عمارات کی
 تقریباً پچاس ہاف ٹون تصاویر اس میں شامل ہیں، جن کی وجہ سے کتاب کی پیکر
 میں فیبر سہولی اضافہ ہو گیا ہے۔

سید علی اصغر صاحب
 بلگرامی

مولوی علی اصغر صاحب نے قدیم فارسی وارو شعرا کا تذکرہ بنام یادگار شعرا فارسی زبان میں دو حصوں میں تالیف کیا۔ سفرنامہ عراق موسوم بہ انوار العراق لکھا۔ یہ کتابیں طباعت طلب ہیں۔ ۱۹۰۹ء میں آپ کی کتاب فلسفہ ازولوج طبع ہو کر نہایت مقبول ہوئی تھی۔ الناطر، فوخرہ ہفتی اور دوسرے علمی رسائل و اخبارات میں آپ کے اخلاقی و تاریخی مضامین کثرت کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ ادب اور تاریخ سے آپ کو خاص دلچسپی ہے، اور انھیں مضامین پر مشتمل ایک انگریزی، فارسی، وارو و کتب خانہ جمع کیا ہے، جس میں اوقات فرصت کا بیشتر حصہ صرف ہوتا ہے۔ آپ اپنے اس کتب خانہ سے اپنے احباب کو بھی متن حاصل کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔

خصوصیات علمی کے باعث مولوی علی اصغر صاحب کو ایشیاٹک سوسائٹی نے اپنا ممبر بنایا ہے۔ آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کا سفر یہ نظر حصول تجربہ و افزائش علوم طہت کیا ہے، اور کئی بار عراق کا سفر بھی کر چکے ہیں۔ مصر و شام و فلسطین میں بھی آپ نے سیاحت فرمائی ہے، اور ہم خوش ہیں کہ آخر آخر اللہ رسول کا گھر بھی دیکھ آئے۔

کعبہ سنتے ہیں کہ گھر بے بڑے و آنا کا رہا! زندگی ہے تو فقیروں کا بھی پیرا ہوگا۔ ۱۹۱۸ء میں آپ کی شادی سید شہنشاہ حسین صاحب وکیل مرحوم کی دختر سے بنیام لکھنؤ ہوئی، اور اس نسلج سے تین فرزند اور ایک لڑکی کی ولادت ہوئی، سید علی عجز، اور سید علی باقر آپ کے موجودہ دو فرزند ہیں۔

(۱۵)

سید علی رضا صاحب (مولوی سید.....) خلف نواب حفصہ نواز جنگ میر محمد علیاں مرحوم، سرزمین دکن کے فرزند اور بلدہ حیدرآباد کے تازہ پیداوار ہیں و بتاریخ

۲۸ دسمبر ۱۹۴۷ء بلدہ میں ولادت واقع ہوئی۔ تعلیم کی ابتدا تو گھر سے ہوئی، مگر بی۔ اے اور بی۔ اے سی کی ڈگریوں کے لئے آپ کو نظام کالج، علی گڑھ کالج، اور کنگز کی تعلیمی منزلوں سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد بلدہ میں وکالت شروع کی، لیکن وسط ۱۹۴۳ء میں محکمہ عدالت سرکار عالی میں ملازمت مل جانے کے باعث تھوڑے ہی عرصہ میں اس شغل کو ترک کر دیا پڑا۔

سرشتہ تالیف و ترجمہ جامع عثمانیہ کی رکنیت پر ۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو تقرر ہوا، اور اس سرشتہ کو آپ نے سیاسی و قانونی کتب کا ترجمہ فرما کر فائدہ پہنچایا۔ تاریخ دستور انگلستان کا اردو ترجمہ آپ نے دو جلدوں میں جامع مذکورہ کے انسٹیٹیوٹ دہلی، اے کے لئے فرمایا، اور شیخ محمدی (مہنفہ مولوی امیر علی) کا ترجمہ ایل ایل بی، کے لئے یہ کتابیں داخل نصاب ہو چکی ہیں۔ اصول قانون سٹر علی رضا کا جو تھا ترجمہ ہے مسٹر کیولیشن کے نصاب کے لئے دوسرے حضرات کی شرکت میں اپنے تاریخ انگلستان کو اپنی زبان میں نقل کیا، اور یہی حال ارتقائے نظم سلطنت یورپ کا ہے۔ تاریخ اور پولیٹیکل سائنس کے مضامین سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ تقریباً چار سال تک اپنے اہل خدمات سے دارالترجمہ سرکار عالی کو فائدہ پہنچانے کے بعد آپ نے یکم خرداد ۱۳۳۰ھ کو محکمہ عدالت میں عود فرمایا؛ جہاں اب مستقل ناظم عدالت ضلع ہیں۔

سٹر علی رضا کی شادی بلدہ ہی میں لفٹنٹ سید مظفر الدین صاحب کی دختر سے بتاریخ ۲۴ رمضان ۱۳۳۱ھ ہوئی، اور اس جوڑے کو یوسف رضا کی شکل میں بابرگادایزدی سے پہلا فرزند عطا ہوا۔

(۱۶)

”نصاحت جنگ بہادر“ (نواب حافظ جلیل حسن جلیل) - خلف حافظ عبدالکریم

زین العابدین
بہادر

اپنے وطن مانگ پور میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں نشوونما اور تعلیم پاکر قدیم فارسی زبان میں زبردست استعداد بہم پہنچائی۔ بیس سال کے سن میں منشی امیر احمد صاحب امیر علی کے شاگرد ہوئے، اور تادم و ایسے شفیق استاد کے قدموں سے جدا نہ ہوئے۔ عروض و قوافی کے ساتھ ساتھ جملہ معلومات و نکات شاعری کو حضرت امیر ہی کے حوالان ادب سے حاصل کیا۔ رامپور میں امیر اللغات کا دفتر قائم ہوا تو اُس کا دائرہ ادارت آپ کے سپرد کیا گیا۔ مشق سخن اور امیر اللغات کی ترتیب و تہذیب کے زمانہ میں استاد نے آپ کی اصلاح و تہذیب میں جس قدر محنت فرمائی، اُس کا بہتر نتیجہ اپنی زندگی ہی میں ملاحظہ فرمایا۔

حضرت امیر مینائی حیدر آباد تشریف لائے تو اپنے سید شاگرد کو بھی ہمراہ لائے، اور اُس وقت سے آپ یہاں اقامت پذیر ہیں۔ اُستاد کی وفات کے بعد آپ کو اور جناب اختر کو مہاراجہ سرین السلطنت بہادر کی ہمان نوازی اور سپردستی کی عزت حاصل ہوئی، تو مہاراجہ کے نظم و نثر کے دوسرے محبوب الکلام و دبیبہ آصفی کی ترتیب کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ اُسی زمانہ میں آپ نے تذکرہ زانیث پر اسی نام سے ایک مبسوط کتاب لکھ کر موجودہ زمانہ کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرمادیا۔ جناب اختر مینائی کی سیت میں، کہا جاتا ہے کہ آپ نے حیدر آباد کی ایک تاریخ بھی اسی زمانہ میں ارقام فرمائی تھی۔ شاعری اور رسالہ نگاری کی اس حالت پر آپ اُس وقت تک قائم رہے کہ حضرت فقرا مکان کی بارگاہ عالی سے آپ کا تعلق ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۵۰ھ اور سوالیہ مسئلہ ۱۳۰۰ھ کا ہے۔ آپ کا پہلا دیوان تاج سخن اُسی زمانہ کی یادگار ہے۔

حضرت پرنسز سربراہ کے سلطنت ہونے تو اپنے پدر عالی قدر کے جواہر ریزہ میں سے اس کو ہر شاہوار کو بھی انتخاب فرمایا۔ اُس وقت سے اب تک آپ خطبات شاہانہ سے سرفراز ہوتے رہے ہیں۔ فصاحت و جگ کا خطاب بھی مراحم خسروانہ سے

ایک ہے۔

صدیق احمد صاحب اور نہال احمد صاحب آپ کے دو فرزند ہیں۔

(۱۷)

کاظم علی صاحب باغ (مولوی سید.....) خلف میر قاسم علی صاحب جعفری سنہ ۱۲۰۵ء
 آپ کے بزرگوں کو شاہان منلیہ سے توسل حاصل تھا، اور اسی دربار دربار سے انکو
 تحصیل کاسنگ ضلع اٹیہ میں اٹھارہ مواضعات کی جاگیر عطا ہوئی تھی۔ یہ جاگیر بلاشر
 احد سے در اثنا آپ کے جد پیر سادات علی صاحب مرحوم تک پہنچی۔ انہوں نے یہ پانچ
 عقیدت دو مواضعات توندر حسین علیہ السلام کے کا بقی علقہ میں سے ایک ایک
 موضع اپنے اور دو بیٹوں کے لئے جدا کر کے باقیہ حصہ اراضی کو جسٹس سدی
 اپنے سات فرزندوں پر تقسیم فرمادیا۔ آپ کے والد ماجد مشہدی تخلص کے ساتھ شہر کوئی
 کا مذاق سلیم رکھتے تھے۔ ان کا تعلق دربار لکھنؤ سے تھا، جہاں خدمت معصرت
 کے سوا ان کو ہمتی تو شک خانہ کا منصب بھی حاصل تھا۔ اس تعلق کے مناسب
 حال لکھنؤ میں امیر الامرا کی دختر ملکہ زمانی بیگم سے انہوں نے شادی کر لی تھی بیگم کا
 سنہ ۱۲۰۵ء سے قبل ان بی بی نے قضا کی، اور اس کے بعد دربار ویران ہو گیا
 تو میر صاحب نے وطن آکر آپ کی والدہ سے دوسری شادی کی، جو نسبتہ تک
 تھیں۔ میر صاحب کے علاقہ کا ایک بڑا حصہ طغیان ۱۲۰۵ء میں دیر بار دھو گیا،
 اور جو زمین باقی رہی وہ بھی ایک بڑی حد تک ہنڈرئی کے کام آئی۔ جائیداد
 ہوئی، اور مواضع برائے نام ملا۔ اب بطور یادگار اسے ہوؤں کا نشان فرمائی
 حضرت باغ کی ولادت ۱۲۰۶ء میں بمقام علی گڑھ واقع ہوئی۔ گھر پر
 سید یعقوب علی صاحب، اور مولوی عبدالسلام صاحب سے فارسی کی مکتبی تعلیم پائی۔
 اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد والدہ کے ہمراہ، ماموں کے پاس مست سدر

سید کاظم علی صاحب
باغ

ریاست گوالیار) گئے۔ جہاں حسن اتفاق سے کئی ہندو مسلمان فضلا ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ اُن سے فارسی درس کی تکمیل فرمائی، اور خط نستعلیق و شکستہ میں مہارت بہم پہنچائی۔ کم و بیش سترہ سال کے سن میں ماموں کے حکم سے گوالیار پہنچے، جہاں کئی بزرگوں کی صحبت اور ملازمت نصیب ہوئی۔ اسی صحبت میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا، اور حضرت داع کا تلمذ حاصل کیا۔ گوالیار میں ایک مدت تک ملازمت کرنے کے بعد ریاست کاشی پور ریاست رامپور میں ملازم رہے۔ آخر اذکر نظام دواب محمد علی شاہ رشتی اور نواب مصطفیٰ خاں شیفہ جیسے باکمالوں کا لطف صحبت حاصل کیا۔ بالآخر پھر گوالیار واپس آکر ملازم ہو گئے۔ اس مرتبہ ایک بانی کار ڈاکو کو مع اس کے گروہ کے گرفتار کر کے انگریزی پولیس میں منتقل ہو گئے اور مین پوری میں ایک عرصہ تک افسر پولیس رہے۔ اپنے زمانہ میں اس صلع کے لائق افسروں میں کچا شمار تھا۔ لیکن پبلک اور حکام میں زیادہ تر اس وجہ سے ہرولیز تھے کہ پولیس ہاکی فٹ بال ٹیم میں سب سے بہتر آپ کا کھیل ہوتا تھا۔

ذاتی ضرورتیں ضلع بیرنگ لائیں، جہاں تقریباً دو سال فریش رہ کر اپنی ملازمت سرکار انگریزی سے استعفا دیدیا۔ اس کے بعد اپنے براور نسبتی مولوی عبدالحی صاحب موجودہ وظیفہ یاب مددگار ناظم کو توالی اضلاع اور دوسرے احباب کے اصرار سے گتہ کا کام شروع کیا۔ بیڑ میں بیٹے کام نہ رہے تو بلکہ آئے، اور یہاں گتہ کسٹریٹ کے سوا باغ کپنی کے نام سے سوڑ سوڑیں جاری کی۔

سرزمین دکن پر حضرت بلخ کی شاعری نے خاص ترقی کی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ یہاں کے اہل سخن کی صف اول میں آ گئے۔ ایک عرصہ سے آپ کے یہاں المانہ مجلس مشاعرہ منعقد ہوا کرتی ہے، جس میں بلکہ کے تقریباً تمام خوش فکر شاعر و شاعرا جمع ہوتا ہے۔ اسی طرح سخن فہم حضرات بھی بہ تعداد کثیر آتے ہیں۔ اس موقع پر حضرت بلخ کا کلام زبان ادب و بیان دونوں کے اعتبار سے دیدنی ہو کر رہا ہے۔ ایسے ہی

ایک موقع کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنی غزل میں اس بلیغ شعر کو سنایا تھا ۔
خدا معلوم اس پر وہ میں کس نے سارے چھڑے صدائے نغمہ پیہم آرہی ہے حبش دل سے
حضرت باغ کے خلف اکبر سید علی اختر صاحب اختر سلمہ کی شاعری زیادہ تر حکیمانہ
ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے اپنے باپ کی طرح وہ بھی مشاعروں میں کامیاب نظر آتے
ہیں۔ اختر کا میدان غزل سے بہت دور ہے۔

(۱۸)

محجیب احمد صاحب تنائی“ (مولوی.....) خلف حکیم شتاق احمد صاحب مرحوم انصاری
سہارنپوری ۱۸۶۹ء میں اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد، نواب محجیب علی
مرحوم سزول والی ٹونک کے طبیب تھے۔ نواب صاحب کا قیام بنارس میں تھا۔ آپ
محجیب احمد صاحب بھی فارسی کا ابتدائی درس اپنے ماموں مولوی محمد ذکریا صاحب
مرحوم سے لکھنؤ میں حاصل کر کے، اس زبان کی تکمیل کی غرض سے اپنے والد مرحوم
کے پاس بنارس گئے۔ مرحوم ہی سے عربی اور طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ انگریز
لے والد ماجد کے اختلاف کے باوجود خفیہ طور پر پڑھنی شروع کی۔ وطن ہی میں
بابور ام سہاے سے اسوقت سبق لیتے تھے جب وہ اپنے مکان سے دفتر طاباکر
تھے۔ آپ کے اس شوق کی اطلاع جب مولوی ذکریا صاحب مرحوم سابق مددگار
صوبہ دار کو ہوئی تو انہوں نے حیدر آباد طلب کر کے سینٹ جارج گرامر اسکول
میں داخل فرما دیا۔ لیکن اب شوق مرود ہو چکا تھا۔ تاہم آپ میٹرک تک پہنچ گئے۔
اس کے بعد طبی (ڈاکٹری) مدرسہ میں دو سال کے لئے داخل ہوئے۔ اسی زمانہ
میں سر سید احمد خاں مرحوم حیدر آباد تشریف لائے، اور یہاں سے جہاں دہری
دولت علی گڑھ لے گئے، وہیں متحدہ نوجوانوں کو بھی بزمِ تعلیم اپنے ہمراہ لے لیا۔
اُن میں سے ایک آپ بھی تھے۔ وہاں آپ نے اپنی تعلیم ختم کی۔

محجیب احمد صاحب
تناہی

علیگدہ سے واپس ہوئے تو مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم سابق مستند مالکوارکلی
 و فیئانس نے ناظم بندوبست کی حیثیت سے بطور خاص آپ کے لئے سترم کی ایک
 جال اور قائم فرمائی۔ اس کے بعد آپ کو جنگلات، فیئانس، اور دفتر مجلس وضع
 آئین و قوانین میں ملازمت کرنے کے موقع ہاتھ آتے رہے۔ بالآخر نواب
 حیدر نواز جنگ بہادر نے آپ کو اپنے تختے لیا، جہاں آپ اب تک فرائض خدمت
 انجام دے رہے ہیں۔ اپنے زمانہ ملازمت میں مسٹر سیکو (جنگلات)، بابونڈال
 صاحب سیل و نواب مہدی یار جنگ بہادر (فیئانس)، اور مولوی عزیز مرزا صاحب
 مرحوم (مجلس وضع قوانین) سے آپ نے اپنے کام کا خرچ تحسین حاصل فرمایا،
 اور نواب سر بلند جنگ بہادر کو اپنا بہت بڑا خیر طلب بنالیا، اسی عرصہ میں مسٹر
 ڈاکٹر گلگامی، اور مسٹر حیدری آپ کے کام کی خوبی کا اعتراف ہمیشہ فرماتے رہے۔
 مسٹر نجیب احمد جس زمانہ میں بنارس میں تعینم تھے، نواب صاحب ڈنگ کے
 ذوق علمی کو دیکھنے کا موقع پاتے رہتے تھے۔ وہیں آپ کو تصنیف و تالیف کا شوق
 پیدا ہوا، اور رسالہ مہذب قوم کپور تھلہ میں پہلی بار (خلاق پر فضول لکھا۔ اس کے بعد
 یہ سلسلہ برابر قائم رہا، اور آپ مختلف اخبارات و رسائل میں مضامین تحریر فرماتے
 رہے۔ الد آباد ریویو، حسن حیدر آباد، آزاد لکھنؤ، سر مور گزٹ ناہن، الوقت
 گورکھپور، وفادار و صدائے ہند لاہور، تصویر عالم کاپنور، زیادہ تر آپ کی
 اپنی تصاویر کے مرتبے ہیں۔ عربوں کی گزشتہ تجارت، اور سکندر ذوالقرنین آپ
 کے اس سلسلہ کے دو مفید مضامین ہیں؛ جو کتابی صورت اختیار کر چکے ہیں۔
 ۱۸۹۶ء میں رسالہ سحر البیان آپ نے خود جاری کیا تھا، لیکن حیدر آباد کی ہراساں
 کے لئے اس میں نہیں آتی۔ آپ کے مستقل کاموں میں رپورٹ مردم شماری کا ترجمہ
 بھی ہے؛ جس کو آپ نے زیر ہدایت مولوی مرزا بہدی خان فصاحب کو کب اتمام کو
 پہنچایا تھا۔ جامع اور ارق سے اپنے ایک مرحوم عزیز منظور حسن کے واسطے سے ملتے ہیں؛

اور ملاقات میں اُس پاکیزہ روح کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ جس زمانہ میں راقم اسلامیہ
رائی اسکول اٹاوہ میں زیر تعلیم تھا، منظور مرحوم بھی شریک درس تھے۔ اسکول اپنی
موجودہ عمارت میں پہنچا، تو مولوی محمد بشیر الدین خاں بہادر نے اُس کی پیشانی
میں حیدر سفید اضافے کئے۔ اسٹی خاں ریڈنگ روم بھی راہتیں میں سے ایک تھا
جس کا افتتاح مولوی سید علی حسن صاحب مرحوم نے فرمایا تھا۔ اس موقع پر ریڈنگ روم
کے انتظام کے لئے چار طلبہ کی جو کمیٹی منتخب ہوئی تھی، انہیں میں سے ایک رکن
منظور بھی تھے۔ شیخ عبداللہ صاحب شتاق نے اس موقع کے مناسب حال جو نظم
پڑائی تھی اُس کا ایک شعر اب بھی راقم کو یاد ہے۔ نظم میں جن طلبہ کا ذکر ہے، اُن
میں سے دو یعنی جمیل و منظور اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں، اور باقی دو اپنے پیش روں
کی نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ شعر مذکور یہ ہے ۵

جمیل و منظور منظور اور مسعود یہ چاروں ہماری قوم کی اس چھوٹی کشتی کے کھڑے ہیں
مولوی مجیب احمد صاحب کی شادی ۱۸۸۹ء میں خاندان ہی میں ہوئی۔ دو
لڑکوں اور دو لڑکیوں میں سے بشیر احمد و محمد ہمدانی آپ کے فرزند ہیں۔

(۱۹)

”محمد ابراہیم صاحب“ (مولوی سید.....) خلف سید حمید الدین صاحب رعنا مرحوم
متوفی ۱۸۹۰ء میں مقام ٹونک (راجپوتانہ) پیدا ہوئے، جہاں
حضرت رعنا سلسلہ ملازمت قیام فرماتے تھے۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کے سایہ
عاطفت میں پائی، اور نو سال کے سن میں اس کی تکمیل کر کے عربی و فنگری کی
جانب میلان خاطر ظاہر کیا۔ دس سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو ٹونک سے
بھوپال منتقل ہوئے۔ ڈیڑھ سال وہاں تعلیم پانے کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
میں شریک ہوئے، اور تین برس تک درس حاصل کرتے رہے۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں لاہور

سید ابراہیم صاحب

اور نیشنل کالج کے درجہ مولوی فاضل میں داخل ہوئے، اور مئی ۱۹۱۳ء میں امتحان سے فارغ ہو گئے۔ اگلے سال منشی فاضل پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے، اور ۱۹۱۹ء میں بی اے اور ۱۹۲۰ء میں ایم اے کے امتحانات سے فراغت حاصل کر لی۔ اپنے اساتذہ میں سے مولانا شیخ احمد عرب اور پروفیسر محمد شفیع صاحب ایم اے کی توجہ کے شکر گزار ہیں۔

دوران قیام لاہور میں دو سال سے زیادہ اخبار زمیندار میں عربی و فارسی کے مترجم رہے، نیز اخبار آفتاب کے لئے انگریزی مضامین کا ترجمہ کرتے رہے۔ نتیجہ البلدان بلاذری کا ترجمہ اخبار زمیندار کی ملازمت کے زمانہ میں مالکان اخبار کے لئے کیا تھا مسلم کی حیثیت سے ۱۹۳۲ء میں سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہو کر دستخط ہائی اسکول میں سیتین ہوئے۔ ڈیڑھ سال بعد میٹرک ہائی اسکول میں صدر مدرس کے اول مددگار قرار پائے۔ اسی دوران میں ۱۹۳۳ء کو مترجم عربی دارالترجمہ کی مدت حاصل کی۔ مولوی عبداللہ الہادی نے نظارت مذہبی کے منصب پر ترقی پائی تو میر محمد ہاشم صاحب کو ان کی جگہ ترقی ملی۔ دارالترجمہ میں تاریخ طبری کی دو جلدوں کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ اب ماوردی کی کتاب احکام السلطانیہ کا ترجمہ کر رہے ہیں

(۲۰)

میر محمد حسین صاحب
جعفری

”محمد حسین صاحب جعفری (مولوی سید.....) خلف سید یاور علی خاں صاحب جاگیر دار و منصبدار۔ آپ نسباً سادات نقویہ سے ہیں، لیکن اُس نسبت کے لحاظ سے جو علی النعم حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی ذات اقدس کے ساتھ حضرت کے توسلین کو حاصل ہے، آپ بھی جعفری باش پر عمل پیرا ہیں۔ آپ کے بزرگ شہداء جہانپور کے متوطن اور مشاہیر اودہ کے دربار کے باوقار متوسل تھے۔ ہمارا راجہ چندو لعل کے عہد گزار ہیں آپ کے جد اعلیٰ حکیم میر جعفر علی صاحب ہمارا راجہ آجھان کے حب الطلب حمید آباد آگرہ

اُن کے مہلج ہوئے، اور بصلہ خدمات تین موافق بطور جاگیر لاکھن مرہوم نے بلدیہ کو وطن بنا لیا۔ اُن مرہوم کے تین فرزندوں میں سے خلف اکبر عمدۃ الحکماء نواب باقر نواز جنگ مرہوم حضرت غفر اللہ عنہما اور نواب سالار جنگ اعظم کے طبیب خاص قرار پائے۔ باقی دو بیٹوں؛ یعنی حکیم نواب حیدر نواز جنگ اور نواب صفدر نواز جنگ نے بھی اب وجد کے نام کو روشن کیا۔

سید محمد حسین جعفری کی ولادت ۱۲۹۰ھ میں بمقام حیدر آباد واقع ہوئی۔ چودہ سال کی سن تک اپنے جد بزرگوار نواب باقر نواز جنگ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے رہے۔ اس سن تک آپ کی تعلیم محض مذہبی و عربی درس میں محدود تھی۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ (نظام کالج) میں میٹرک تک تعلیم پاکر عازم انگلستان ہوئے۔ وہاں اکسفورڈ یونیورسٹی کے خیر ز کالج میں شرکت کر کے بی۔ اے کی ڈگری کی۔ دوران تعلیم میں اکسفورڈ اسلامک سوسائٹی کے مستند و صدر نشین منتخب ہوئے اور سوسائٹی مذکور کی جانب سے ایک وفد کے ہمراہ جنگ بلقان میں شرکت کر کے تقریباً چارہ ماہ تک انجمن ہلال احمر کی عملی طور پر معاونت کرتے رہے۔

وطن واپس آکر اپنی دیرینہ آرزو کے مطابق سرشتہ تعلیمات میں مددگار ناظم کی حیثیت سے داخل ہوئے، لیکن ڈیڑہ سال کے بعد ہی اپنے افادہ میں عہدیت پیدا کرنے کی غرض سے صدر مدرس کی خدمت قبول کر لی، اور ورنگل وادگیر آباد کے مدارس فوقانیہ میں اپنی خدمت کے فرائض سات سال تک انجام دئے۔ ڈیڑہ سال تک مہتممی ضلع عثمان آباد اور تین سال تک صدر مہتممی صوبہ میڈیکل پرفائزر رہے۔ جب یہ منازل طے ہو چکے، تو خان افضل محمد خان صاحب کے پنجاب واپس ہونے پر نائب ناظم تعلیمات کے عہدہ پر ترقی یاب ہوئے۔ نواب مسعود جنگ بہادر ۱۳۲۲ھ میں سیاحت جاپان کی غرض سے رخصت حاصل فرمائی تو اُن کے غیاب میں منصرمانہ طور پر فرائض نظامت انجام دیتے رہے۔

مولوی محمد حسین صاحب ایک مدت سے عربی علم ادب کے مطالعہ پر اپنے اوقات عزیز کو صرف فرما رہے ہیں لیکن اپنی مادری زبان کی جو فلسفی خدمت آپ سے عمل میں آئی ہے اس کی ابتدا غالباً اس زمانہ میں ہوئی تھی جب آپ صدر مہتمم تھے۔ آپ کی دو کتابیں ہدایات مدرسین اور مفضل التعلیم اسی عہد کی یادگار ہیں۔ اس زمانہ میں ثنائی تعلیم مسکنی کی ایک کتاب کا ترجمہ کر چکے ہیں، اور اب تاریخ تعلیم پنج سالہ فرسائی فرما رہے ہیں۔ اپنے ادبی ذوق کی ابتدا میں آپ نے العلم کے نام سے اپنی قسم کا پہلا رسالہ جاری کر کے اس کو تمام فکر و آصفیہ کے معلمین میں ہر دو تریز بنا دیا ایک سال تک بذات خود رسالہ کے اوپر رہے، اور اب مسٹر سجاد مرزا کی اوارت میں اس کے اس کے بہت بڑے فلسفی معاون ہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ مسٹر غلامی العلم کے ٹیریک مدیر اس کی ابتدا سے ہیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ سے مسٹر حفوی کے جتنے مضامین ہماری نظر سے گزرے ہیں، ہم ان میں حفاظت اطفال کو اہل ملک کے لئے مفید خیال کرتے ہیں، اور اس سے کچھ کم مفید آپ کا وہ اردو ترجمہ بھی نہیں ہے جو آپ نے اپنی شستہ اور سلیس زبان میں سید جمال الدین افغانی کی لبرٹ ہال ملک والی مشہور فارسی تقریر کا کیا ہے۔ اپنی سرکاری اور غیر سرکاری مشاغل کی کثرت کے باوجود آپ اہل ملک کی تعلیم کے ساتھ عملی و لنگل کا اظہار فرماتے رہتے ہیں، چنانچہ مدرسین صوبہ گلبرگہ کی کانفرنس راجپور کا خطبہ صدارت ہمارے اس بیان کا شاہد ہے۔ اپنے عہد نیابت میں آپ زیارت عقیبات عالیات سے مشرف ہو چکے ہیں مولوی محمد حسین صاحب جہانی و دانشوں میں اپنے لئے ٹینس کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ایک دمانہ میں اس کفر ڈٹنیں ٹیم کے کپتان بھی تھے۔

۱۹۰۳ء میں میجر نواب وزیر یار الدولہ بہادر و لطیفیاب ناظم نظم و ضبط سرکاری ک دختر سے آپ کی شادی ہوئی۔ سید محمد مہدی آپ کے اکھوتے فرزند ہیں جو مدبر عالیہ سے میرٹک اور علیگڑھ یونیورسٹی سے ایف اے کرنے کے بعد اب منچسٹر میں

بی۔ ایس سی۔ (انجینئرنگ) کے لئے کوشاں ہیں۔ آپ کی چھ لڑکیوں میں سے دو رعلت کرچکی ہیں۔

(۲۱)

محمد ضامن صاحب کنتوری (مولوی سید.....) خلف مولوی سید محمد کاظم صاحب حبیب کنتوری مرحوم۔ ۶۰ سال کی عمر کو اپنے وطن کنتور میں مصافات لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کے سن تک آغوشِ مادر میں تعلیم و تربیت پائی، اور بعد کو فارسی درس میں انہیں مغلطہ سے امداد حاصل فرماتے رہے کتبِ مستداولہ اور خوش نویسی میں حضرت حبیب کی توجہ خاص نے سنگ بنیاد کا کام دیا۔ آپ کے پدر بزرگوار حیدر آباد تشریف لائے تو منشی میر ذوالفقار علی صاحب مرحوم میر منشی حضرت واجد علی شاہ (قبل انتزاع سلطنت) اور سید اولاد حسین صاحب آہ مرحوم نے اس فرض کو اپنے ذمہ لیا۔ جب ضامن کنتوری بھی حیدر آباد آگئے تو مرزا اسماعیل دہلوی کی خدمت میں حاضر کیا گیا، جن کے فیضانِ صحبت اور بزرگانہ توجہ نے جو فائدہ پہنچایا، شاید عمر بھر ہندی اساتذہ کی توجہ سے نہ پہنچتا۔ فارسی کے ساتھ عربی کی تحصیل بھی کنتوری میں اپنے چھوٹے ماموں مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم سے شروع کر دی تھی، جو لکھنؤ میں جاری رہی، جہاں آپ کے نانا حضرت مولوی سید غلام حسین مرحوم علامہ کنتوری اور آپ کے بڑے ماموں مولوی سید تصدق حسین صاحب مقیم تھے۔ پھر جب حیدر آباد آئے تو مولوی نیاز احمد خاں صاحب ہوش بریلوی سا شفیق استاد مل گیا۔ لیکن جب تک مولوی محمد اعظم صاحب چریا کوئی کی نظر فیض اثر نہ پڑی، آپ عربی درسیات میں کامل نہ ہوئے۔

حضرت ضامن کنتوری نے انگریزی تعلیم سکندر آباد، حیدر آباد، الہ آباد اور علیگڑھ میں پائی، اور آخر الذکر مقام پر ۱۸۹۲ء میں خاگی طور سے انٹرنس کے امتحان

حضرت ضامن
کنتوری

میں کامیابی حاصل کر کے ایف اے کیلئے کالج میں داخل ہو گئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خرابی صحت کے باعث امتحان اور تعلیم دونوں کے خیال کو ترک کر دینا پڑا۔ اس دورِ تعلیم میں اپنے محترم بزرگ مولوی سید کرامت حسین صاحب مرحوم (سابق جج الہ آباد ہائیکورٹ) کے ساتھ رہنے کے سبب ہے آپ کے خیالات میں وسعت پیدا ہو گئی، اور یہ امر حق ہے کہ صفائی اور سادگی پسندی کی ابتدا اسی وقت سے ہوئی۔

ترکِ تعلیم کر کے حضرت ضامن کنتور پہنچے، اور وہاں سے حیدر آباد آئے۔ یہاں مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے آپ کی تقریبِ نواب ناظم الملک محبوب یا جنگ مرحوم سے فرمائی، اور سلسلہ شدائد میں آپ نے نواب صاحب کے نادر کتب خانہ کی فہرست ترتیب دی۔ یہ کام اس خوبی کے ساتھ انجام پایا تھا کہ مرحوم نے اس کنتوری سید کو اپنے تختِ علاقہ صرخاص مبارک میں ملازم فرما لیا۔ اب کتب خانہ اور نوکری کی دونیتیں (اگر نوکری نعمت ہو!) ایک ساتھ حاصل ہو گئیں۔ تقریباً دو سال کی مدت اچھی طرح گزری۔ اس کے بعد نواب عباد الملک مرحوم نے اپنے سرشتہ تعلیمات میں ملازمت دیکر اودگیر روانہ فرما دیا۔ ۲۲ سال تک آپ کا تعلق سرشتہ نوکری کی مختلف خدمتوں سے رہا، اور ۲۵ سال میں دارالطبع سرکار عالی میں منتظم کی حیثیت سے منتقل ہوئے۔

یہ داستان تو حضرت ضامن کو بڑا آدمی نہیں بناتی۔ لیکن کوئی کلام نہیں کہ آپ نے اپنی غربی تخیل اور اپنے نادر اندازِ بیان کی بدولت اہل نظر کے دلوں میں گھرنا کو خود کو بڑا ثابت کر دیا ہے۔ خاندان کے متعدد علماء و فضلاء کے سوا خود اپنے گھر میں حضرت حبیب اور جناب عدیل جیسے دو بزرگوں کے زیر سایہ حضرت ضامن کی شاعری نے نشوونما پائی، اور جب موجودہ ہجری صدی کے اوائل میں حضرت مولانا اشہری صاحب مرحوم حیدر آباد تشریف لائے، تو اُن کی صحبت کا شرف آپ کو بھی حاصل ہوا۔ حضرت مرحوم اس نوجوان شاعر کے خیال کی رہنمائی ہمیشہ صراحتاً مستقیم پر فرماتے رہے، اور شکرگاری و اخبار نویسی کی جانب میلان حضرت ہی

تاکید سے پیدا ہوا چنانچہ اکثر ایسے اخبارات و رسائل میں آپ کے مضامین اُسی فیضِ محبت کی یادگار ہیں۔

فقوڑے عرصہ کے بعد آپ نے اپنی مادری زبان میں انگریزی نظموں کا ترجمہ شائع کرنا شروع کیا، اور اس باب میں اسقدر کامیاب ہوئے کہ بڑے بڑے فضلا روزگار آپ کی طرزِ ادا اور خوبیِ بیان کا دم بھرنے لگے۔ نواب حیدر یار جنگ بہادر اور جناب شرر ان حضرات میں سے ہیں، جو حضرت ضامن کی خوش فکریوں کی داد بار بار دیکھتے ہیں۔ یہ نظمیں متعدد ادبی رسائل میں طبع ہو چکی ہیں، اور ان کا مجموعہ مدت ہوئی ارمانِ فرنگ کے نام سے کتابی شکل میں اہل ملک کی نظر کے سامنے آچکا ہے۔ اس ارمان کی نسبت نواب عماد الملک مرحوم کی رائے تھی کہ میں ہندوستان میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس خاص میدان میں ایسی بے نظیر کامیابی حاصل کی ہو!

عبرت کدہ سندھ، آثارِ عرب، جغرافیہ عالم، طریقِ سادت، اذنگ خیال، نیرنگِ مقال، دیوانِ فارسی، شہیدِ وفا، آوارہ وطن، اور اعظم القواعد جیسی کتابیں مختلف فنون میں حضرت ضامن نے تصنیف و ترجمہ فرمائیں۔ اورنگ آباد گزٹیر کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں لے بیلی سے رسالہ استنبصار جاری کیا تھا، اور جولائی ۱۹۲۳ء میں حیدر آباد دکن سے رسالہ لسان الملک شائع کیا۔ آخر الذکر رسالہ کے کام میں ہم کو حق رفاقت عنایت کیا تھا۔ رسالہ جاری ہونے سے پہلے آپ نے ہمیں جو منظوم رقمہ تحریر فرمایا تھا، وہ اس کا احوال سے ضرور پتہ ہے کہ حضرت ضامن کی چیز ہے۔

لے سید و الانب، لے ماہِ جوخِ برتری	لے منظرِ اشہرِ لقب، لے یادگارِ اشہری
لے تیرا اندازِ رقم، دستورِ مثنوی بروی	لے وہ کہ ہے تیرا قلم، بس تازہ کار و تازہ دم
لے تجھ سے لے شیریں سخن، آداب کی کھیتی	لے تیرا جاں پرورِ حین، گلزارِ اخلاقِ حسن

رفتارِ مستانہ تری، صورتِ فقیرانہ تری
 لے قوتِ باروے میں اندازہ گیر خوئے میں
 باتیں حکیمانہ تری، اللہ سے شانِ دلبری
 مشکیں دماغِ ازبوسے میں چوں طبلہ باغِ غلبری
 اشہر با خدا را جلد آ، اچھی نہیں سنو گری
 اب راہ پیدا کر کوئی، ایسی جو حسین بہتری
 بھینا اجازت آچکی، تیرے لسانِ ملک کی

لسانِ ملک حضرت ضامن کا فارسی کلام بہت بلیغ ہوتا ہے، اور ہم تو
 آپ کے اردو کلام میں بھی وہی انداز پاتے ہیں، جو ایک استاد کے لئے موزوں
 ہو سکتا ہے۔ حضرت ضامن کو یہ فضیلت ضرور حاصل ہے کہ آپ کے موجودہ کلام میں
 دوسرے بہت سے شاعروں کی طرح بہت خیالی نام کو نہیں ہوتی۔ ہماری زندگی میں
 ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے کہ ہم تقہ بگدل کی چلتی پھرتی قبر ہو کر رہ گئے تھے، لیکن
 حضرت ضامن کے دو شعروں نے ہم میں جان پیدا کر دی۔ ان میں سے ایک تو
 آپ بھی سن لیجئے۔

ہمتِ مردانہ حقِ ناکامیوں بھی نفیق
 ہم اس آئینہ میں شکلِ مدعا دیکھا کئے
 ہمارے برا اور محترم تکلفات سے بہت دور ہیں۔ ہم آپ کے مزاج میں
 سادگی اور صفائِ خصوصیت کے ساتھ پاتے ہیں، اور جسم و لباس کی طرح آپ کا
 دل بھی آئینہ کے مانند صاف اور احباب کی منزل گاہ ہے۔ ہماری زندگی کے بہت
 دل خوش کن واقعات میں حضرت ضامن شریک ہیں، اور ہماری دردمندی کا
 تو کوئی موقعہ ایسا نہیں ہے جس میں ضامن کنٹوری نے شرکت کر کے ہمیں صحتِ پزیر
 نہ بنایا ہو۔ ایک موقعہ ایسا بھی آچکا ہے جس میں اپنی دردمندی کو نظم کی صورت میں
 نمایاں کیا تھا۔ ہمارے پانچ لڑکوں لڑکیوں نے قضاء کی، ان میں سے نجم علی و
 اشرف علی دو لڑکے تھے۔ ربیع الاول ۱۳۲۷ء میں اشرف علی میا نجانی کی وفات
 حیدرآباد میں مرضِ طاعون سے ہوئی۔ تو ہم نے آپ کو بھی اطلاع دی۔ ہمارے خط کے
 جواب میں آپ کی جو منظوم تحریر ہم کو وصول ہوئی، اسکا درج کرنا ہم اپنے لئے

ضروری خیال کرتے ہیں ۵

داغ، اور داغ بھی فرزند کا، انا اللہ
کاش! مجھ تک نہ پہنچتا کبھی وہ نامہ غم
تھا جگر میں جو کئی سال سے یہاں لکھ
سن کے اس واقعہ کو کیا کہوں کیا حالت ہے
غم تو ہو باپ! ہو جو غم نہیں! وہ تھوڑا ہے
یہ تو بتلاؤ کہ میں کیا لکھوں، کیونکر لکھوں؟
جن سے امید یہ تھی سب گم ہیں گور و کھن
عشق من، از سر من، فاتحہ خواہم بابت
جو کہ تقدیر کا لکھا ہے، وہ مٹتا ہے کہیں
جانے والے تو پلٹ کر نہیں پھرتے کہ
جسطرح ہم نے کیا صبر کروم بھی صبر
نشا و آباد رہو دہریں اولاد سمیت
ضامن خیر طلب کی ہے دعا ایک سال
حضرت ضامن نے سچ کہا ہے کہ جگر میں ایک زخم یہاں تھا، اس موقع پر چار
ہفت سالہ بچے کی یاد میں اپنے اکلوتے چاروں سالہ فرزند مرحوم سید کاظم اکبر پر بھی
دوا نسخہ بہا لئے۔

بھائی! شہر! تمہیں کن نفلوں میں دے رہا
چوٹ کھائے ہوئے دل کیلئے جو تھوڑا تھا
از سر نو کیا اس چھٹی نے اس کو تازہ
دل میں ہے حسرت داغ وہ کا طوفان سا اٹھا
کم سے کم میرے لئے تھا وہ تھا رابینا
تم جو کہتے ہو لکھو نوحہ میاں جانی کا
آہ! ہم آج لکھیں بیٹھ کے نوحہ اُن کا
میرے ہی واسطے شاید یہ کسی نے لکھا
اس میں کچھ بس نہ تمہارا، نہ ہمارا بھیا!
روئیں کیوں، اگر یہ وزاری کا نتیجہ ہے کیا
صبر کی دیگا خدائے دو جہاں تم کو جزا
جو میں باقی اہتس چھار کھے رب دہر
کرے مرحوم کا قسم البدل اللہ عطا
حضرت ضامن نے سچ کہا ہے کہ جگر میں ایک زخم یہاں تھا، اس موقع پر چار
ہفت سالہ بچے کی یاد میں اپنے اکلوتے چاروں سالہ فرزند مرحوم سید کاظم اکبر پر بھی
دوا نسخہ بہا لئے۔

میا خجانی کا تاریخی نام حضرت سنان العلّیّ عابدہ کرمہ نے منظور العلی رکھا تھا
اور ولادت کے موقع پر سید علی رضا ماہر کنٹوری مرحوم نے یہ سچ کہا تھا ۵
حدیثوں سے عالم پر ہے منجلی
ہمیں کوئی عالم میں ایسا ولی
امت کی دی حق نے شاہی نہیں
ہیں بعد از بنی سب سے اشرف علی

(۲۲)

محمد ہادی صاحب (ڈاکٹر مرزا.....) حلف آغا محمد تقی صاحب مرحوم۔ آپ کی پیدائش ۱۲۵۷ھ میں
 بمقام لکھنؤ کو چھ آئین عیساں واقع ہوئی۔ خود آپ کے والد نے فارسی اور علم حساب کی تعلیم
 دی، اور عربی آپ نے بطریق غالب علی حاصل کی۔ ابھی آپ کا سن تیرہ سال سے
 متجاوز ہوا ہو گا کہ آپ کے والدین نے قضا کی۔ اس کے بعد طلب علم کے باب میں
 جو کچھ کیا مرزا محمد ہادی صاحب نے بطور خود کیا۔ پہلے تو لکھنؤ کے لائبریری کالج میں
 داخل ہو کر آپ انگریزی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے، لیکن ضرورتوں نے مجبور کر کے
 آپ کو رزک کالج میں پہنچا دیا۔ وہاں سے سندس اور سیری لے کر اٹھارہ سال کے
 سن میں باہر آئے۔ دو سال سرکاری نوکری کرنے کے بعد ترک کر دی، زان بولناقتا
 کے حکمہ تعمیرات میں ملازم ہو کر کابل تشریف لے گئے۔ وہاں بھی دو برس قیام ہوا
 اس مرتبہ وطن واپس آ کر تعلیم کی جانب مائل ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ میں پنجاب یونی
 سے میٹرک کی سند لے کر کہ پشین کالج لکھنؤ میں پرنسپل مقرر ہوئے، اور تعلیم کے نقل کو
 بیس سال تک جاری رکھا۔ اسی عرصہ میں انٹر میڈیٹ ادوبی لے کے امتحان میں
 کامیابی حاصل فرمائی۔ ۱۹۰۱ء کے امتحان چہل سالہ اے سی کی عمر کے لگ بھگ
 ۱۹۰۲ء میں پاس کیا تھا۔ لیکن اب مرزا محمد ہادی صاحب نے پرنسپل نہیں رہے
 تھے، بلکہ اپنے شوق غور و مطالعہ کے باعث فلسفی، شاعر، مصنف اور خدا معلوم
 کیا کیا ہو گئے تھے۔ آپ کے اس تبحر علمی کے باعث دانشگاہ یونیورسٹی امریکہ نے آپ کو
 ڈاکٹرافٹ فلاسفی اور ڈاکٹرافٹ سائنس کی ڈگریاں مرحمت فرمائی ہیں۔

ڈاکٹر ہادی کو ابتدائے عمر سے شہر گوئی کا شوق ہے۔ پہلے پہل ملائقہ شہر کاشی کے
 ہفت بند پر سفر سے لگا کر مرزا دبیر اعلیٰ اللہ مقامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت
 آپ کا بن چودہ پندرہ سال سے متجاوز نہ ہو گا۔ مرزا صاحب مغفور نے آپ کو اپنے فرزند

مرزا محمد جعفر صاحب اوج مرحوم کے سپرد فرمایا؛ جو اس زمانہ میں آپ سے کوئی دس گیارہ سال بڑے ہوں گے۔ چند فنون اور سلاموں کے دکھانے کی نوبت آئی تھی کہ خود حضرت اوج اپنے دوسرے شاگردوں کا کلام نثر جملہ اصلاح آپ کے پاس بھیجے گئے۔

مرزا محمد ہادی صاحب نے چند ناول بھی لکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کیرکٹر کا نام مرزا سوارکھا تھا۔ اس زمانہ میں آپ کا تخلص مرزا تھا، لیکن مرزا سوارکھا کے شائع ہونے پر لوگ اسی تخلص سے پکارنے لگے، اور آپ نے بھی قبول کئے بغیر گریز نہ دیکھی۔ مرزا صاحب تاریخ، کلام، فلسفہ وغیرہ پر کئی کتابیں لکھی ہیں، اور ان میں سے بعض شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اخبار السنۃ آپ کی ایک کتاب کا نام ہے جو کئی ضخیم جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ ابھی اس کتاب کے طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ ڈاکٹر ہادی کو ابتدائے عمر سے فنون ریاضی خصوصاً علم ہیئت کے مطالعہ کا بڑا شوق ہے، اور عربی، ہندی اور انگریزی نظاموں پر عبور حاصل کر کے آپ نے اکثر آلات رصد لینے ہاتھ سے بنائے ہیں۔ یہی حال علم موسیقی کا ہے کہ تھوڑے عرصہ قبل تک ہم نے آپ کو ایک قسم کے جدید اک تارہ کے تیار کرنے کی فکر میں منہمک پایا تھا۔

سرکار آصفیہ سے ڈاکٹر مرزا محمد ہادی کی ملازمت کا تعلق ۱۳۲۲ء میں ہوا، اور اس وقت سے اب تک آپ فلسفہ پر فائز و فاضل قرار دیے ہیں۔

مرزا ہادی کا عقد لکھنؤ کے ایک نامور محدث مرزا محمد اخباری اعلیٰ الشہ مقامہ کے خاندان میں ہوا، اور ان بی بی کی تین اولادوں میں سے دو لڑکے آغا ولی اور آغا علی پیدا ہوئے۔

(۲۳۳)

مسعود علی صاحب (مولوی محمد.....) خلیفہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم سنائی سرشتہ دار کشنری دہلی رزیدنسی دہلی۔ آپ کا وطن تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی میں ہے۔

مولوی محمد علی صاحب

لیکن ولادت بتایہ ۲۸ اکتوبر ۱۸۶۶ء دہلی میں واقع ہوئی۔ مادری زبان اور فارسی کی تعلیم گھر پر پائی۔ اس کے بعد مدرستہ العلوم علیگڑھ میں داخل ہوئے، اور نئی لے میں گریڈ حاصل کر کے اپنی قدیم درسگاہ کو واپس لوٹا۔ پرنسپل کالج مسٹر کب بطور خاص اپنے عزیز ترین شاگرد کی جانب توجہ فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نعمانی، اور مولوی سید عباس حسین صاحب سے مدتوں پڑھا، اور سچ یہ ہے کہ طلب علم کا شوق اب بھی آپ میں باقی ہے۔

مسٹر مسعود علی نے بی اے پاس کر لیا تو مسٹر کب نے عارضی طور پر اسکول سٹاف میں جگہ دیدی۔ لیکن نواب فتح نواز جنگ مرحوم نے مسٹر کب سے آپ کو مانگ لیا اور ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد لا کر اپنے تخت دفتر ہوم سکرٹری میں مقرر بھی کی خدمت عطا فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے منتظمی اور مددگاری پر ترقی پائی۔ مجلس عالیہ ہند کی مستندی پر اس کے بھی بعد تقرر ہوا۔ نظامت دارالقضاء بلدہ اور صدر نظامت عدالت اسمات کے عہدے آپ کو یکے بعد دیگرے حاصل ہوئے۔ تقریباً اٹھائیس سال خدمت کرنے کے بعد برائے زمان آپ کو وظیفہ عطا ہوا۔ لیکن چونکہ آپ کے وظیفہ کی مقدار کافی نہ تھی، اور آپ بھانڈو اے جسمانی و دماغی ایک عرصہ تک خدمت قابل تھے، اسلئے آپ کے سرو فہ پر حضور پور نے آپ کو سررشتہ تالیف و ترجمہ رکن قانونی کی خدمت پر مامور فرما دیا۔

مولوی مسعود علی صاحب کو ہمیشہ تالیف و ترجمہ کا شوق رہا، اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی علمی کام کرتے رہے۔ آپ کے تالیفات و تراجم میں سے بعض کے نام یہ ہیں (۱) کوکبہ حمیدی۔ (۲) وکالت۔ (۳) مشیر الکلا ر۔ (۴) دستور العمل کو قوال۔ (۵) حالات اقوام جرائم پیشہ۔ (۶) اصول و اتفاقات متعلقہ۔ مندرجہ بالا کتبوں کے سوا بعض ایسی ہیں جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں: (۱) شرائے دربار سلطان محمود۔ (۲) اربعہ عناصر بائی (۳) مخدوم اکو کا فہم

اور (۴) مجموعہ نظم فارسی۔
 آپ کی شادی حب رولج، خاندان انہی میں ہوئی۔ آپ کے موجودہ فرزند و کچھ
 نام محمد سعید احمد، محمد رشید احمد، اور محمد حبیب احمد ہیں۔

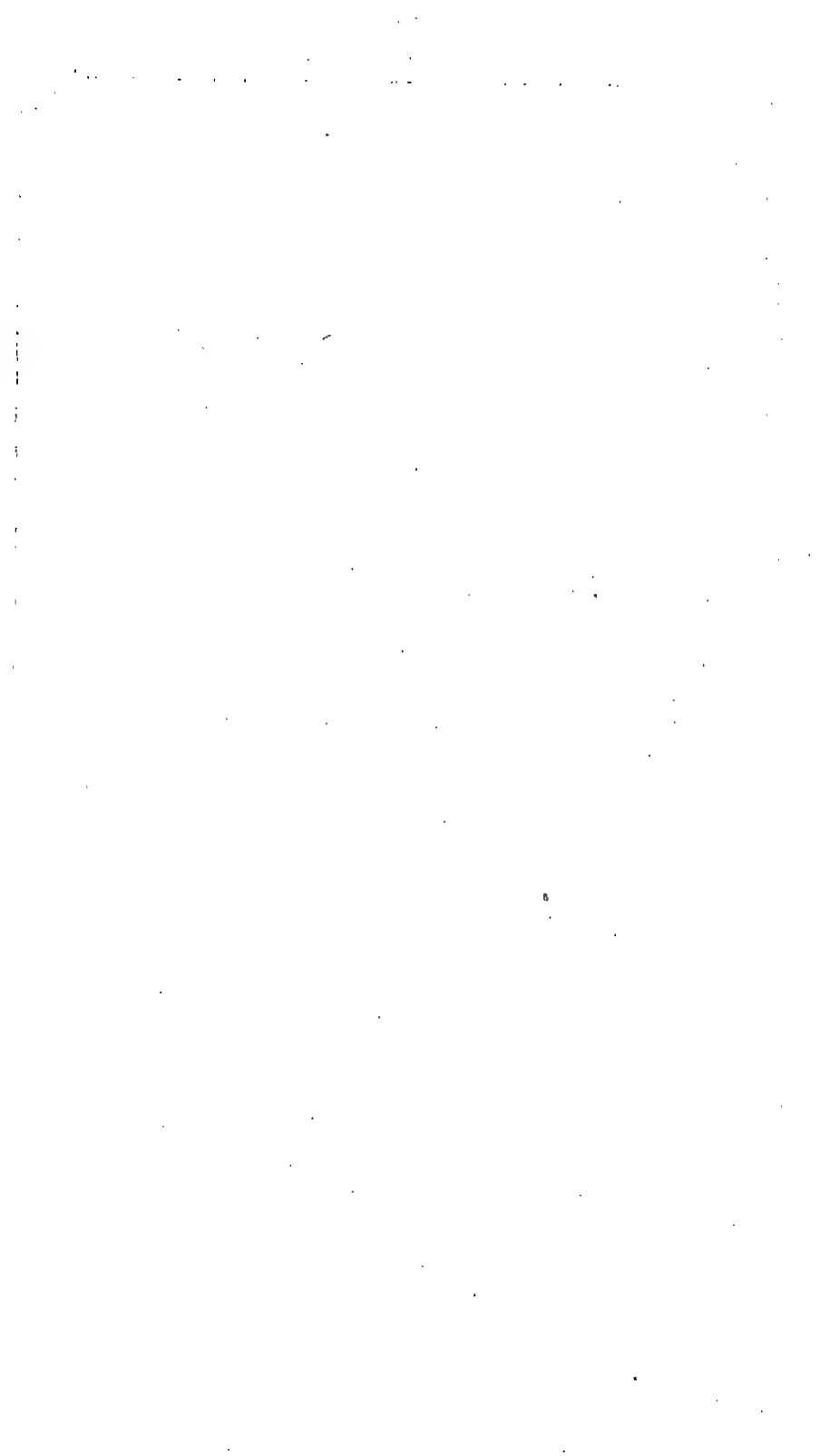
(۲۴)

ہارون خاں صاحب شروانی (مولوی.....)۔ خلف اکبر حاجی مولوی خاں صاحب شروانی۔
 آپ کے والد ماجد قصبہ ٹاؤلی ضلع علیگڑہ کے رئیس اور مشہور افغانی خاندان کے متنازع
 افراد میں سے ہیں۔ اپنے وطن میں آپ کی ولادت سنہ ۱۳۸۸ھ (۱۸۹۱ء) (مستقلہ)
 واقع ہوئی۔ ابھی بشکل نوزائیدگی کے ہوں گے کہ سنہ ۱۸۹۹ء میں مدرسہ العلوم علیگڑہ میں
 داخل کئے گئے، جہاں سنہ ۱۹۰۶ء تک تعلیم پا کر امتحان میٹرک میں کامیابی حاصل کی۔
 اگلے سال یورپ روانہ کئے گئے۔ اولاً لندن کے ایک خانگی مدرسہ متوقافیہ میں تقریباً
 ایک سال تعلیم پاتے رہے، اس کے بعد چند ماہ کیمبرج میں رہ کر اکسفورڈ یونیورسٹی
 کے جینیٹکس میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ کا مضمون تاریخ تھا۔ اس مضمون میں
 آپ کو منجملہ دیگر اساتذہ کے پروفیسر سر چارلس ادوان، پروفیسر رچرڈ پاول، اور
 پروفیسر میرٹھ جے جید علماء سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔

لیکن سٹرارون خاں کی تعلیم صرف کتابوں کے اوراق تک محدود نہ تھی بلکہ
 آپ نے متعدد بار مختلف حصص یورپ کی سیر کر کے وہاں کے تمدن و معاشرت کا
 مطالعہ بنور فرمایا۔ فرانس، سوئٹزرلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، بلجیم، آسٹریا، اور اطالیہ
 سفر خصوصیت کے ساتھ کیا، اور جامع گریٹونیل (فرانس) اور جامع جنیوا (سوئٹزرلینڈ)
 میں زبان فرانسیسی کو حاصل فرمایا۔ اکسفورڈ یونیورسٹی سے فن تاریخ میں اعزاز کے ساتھ
 ڈگری آپ نے سنہ ۱۹۱۱ء میں حاصل کی۔ اس کے بعد قانونی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے
 اور لندن میں رہ کر بیرسٹری کیلئے کامیاب کوشش کی۔ اسی عرصہ میں انگریزی ادبیات،

فرانسیسی زبان، تاریخ ہند، اور معاشیات کا مطالعہ بھی فرماتے رہے۔
 شروانی صاحب سالہ ۱۹۱۷ء میں ولایت سے وطن واپس ہوئے تو علیگڑھ میں لکھنؤ
 شروع کی۔ اس کے ساتھ ہی تاریخ، خصوصاً تاریخ ہند کے مطالعہ پر اپنے اوقات عزیز کو
 صرف فرماتے رہے، یہاں تک کہ سرکار آصفیہ کی ملازمت میں داخل ہو گئے جس
 زمانہ میں جامع عثمانیہ کی تاسیس عمل میں آ رہی تھی، چند ممتاز تعلیم یافتہ نوجوانوں کی
 ضرورت اس کے اسٹاف کے لئے پیش آئی، اور سچلہ دوسرے لوگوں کے آپ بھی
 مہر سالہ ۱۹۱۹ء میں مددگار پروفیسر مقرر ہو گئے۔ فن تاریخ کی تعلیم اس موقع پر
 آپ کے سپرد کی گئی تھی۔ آپ نے بہت جلد اپنی محنت اور قابلیت کا سکھ اپنے افسران
 بالادست کے دلوں پر جمادیا، اور آخر کار پروفیسری کے عہدہ پر آپ نے توجہات
 شاہانہ سالہ ۱۹۲۱ء میں ترقی پائی۔ شروانی صاحب کو اپنے فن سے اس قدر
 دلچسپی ہے کہ اس پر چند مضامین لکھ چکے ہیں، اور ایک کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔
 آپ کی ترجمہ کردہ تاریخ یونان کی ایک جلد طبع ہو چکی ہے، اور باقی تین جلدیں
 ابھی زیر ترجمہ ہیں۔ آپ جامع عثمانیہ کی مجلس رفقا، مجلس شبہ فنون، مجلس نصیب
 تاریخ کے رکن ہیں، اور ان مجالس میں کوئی ذیلی کمیٹی شائد ہی ایسی ہوتی ہو جس میں
 آپ کا تقرر کسی نہ کسی حیثیت سے نہ کیا جاتا ہو۔

مسٹر ہارون خاں کی شادی سالہ ۱۹۲۰ء میں ہوئی، اور دو لڑکوں اور ایک
 لڑکی کو آپ نے بطور نثر آرزو کے پایا۔ آپ کے پڑے فرزند کا نام مصطفیٰ اکمال
 شمعون خاں ہے، اور چھوٹے بچے کا نام سعود احمد خاں۔



امیل فن

(۱)

میر احمد علی الدین صاحب

”احمد علی الدین صاحب“ (مولوی میر.....) خلف مولوی میر ضیاء الدین صاحب۔
 سائنس میں مقام جگتیال ضلع کریمنگر پیدا ہوئے، جہاں اُس زمانہ میں آپ کے
 والد ماجد تحصیلدار تھے۔ مدرسہ مفید الانام اور مدرسہ تصفیہ میں ابتدائی تعلیم پائی، اور
 آخر الذکر درسگاہ سے امتحان مڈل میں کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ انیس و النوا
 علیگڑہ روانہ فرمادیا۔ وہاں تقریباً چار سال قیام ہوا۔ اس عرصہ میں میٹرک اور ایف
 اے کے امتحانات میں کامیابی کے ساتھ شرکت کی۔ بی۔ اے کی تعلیم نظام کالج حیدرآباد
 میں پائی، اور غالباً ایک مضمون میں چند نمبر کم ہونے کے باعث یہ سند حاصل نہ کر سکے۔
 دوران تعلیم میں آپ کا سب سے زیادہ دلچسپی فٹ بال تھا، جس کے ہر جگہ
 شیدائی رہتے۔ علیگڑہ میں ہم دفتر اولڈ پوائے سے واپس ہوتے وقت تقریباً ہر روز
 مسٹر احمد کو فٹ بال کے میدان میں پاتے تھے۔ وہاں آپ کو تعلیمی انعامات جہت سے
 تھے، اور فٹ بال کے انعامات و تمغہ جات جدا۔ اس شوق کی بدولت گوالیار میونسپل
 میں آپ نے خصوصی تینے پائے ہیں۔

علیگڑہ اور حیدرآباد میں کامیاب تعلیمی زندگی گزار کر ملازمت سرکاری میں

داخل ہونے کا قصد کیا تو مسعود الخدمت ہتھم آبکاری کی حیثیت سے مستقل ضلع محبوب نگر متعین کئے گئے۔ وہاں سے بامراد واپس ہوئے تو مدراس جا کر اُس احاطہ کے طرز کار کا تجربہ حاصل کرنے کا حکم ملا۔ لیکن مسٹر احمد نے اپنے گزشتہ تجربہ کی بنا پر اب مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آبکاری کی ملازمت نہ کریں گے، اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملازمت کا خیال ترک کر دیا۔

اس کے بعد ہی صحافت کے میدان میں آنے کا قصد اپنے دو بڑے بھائی مسٹر عارف الدین اور مسٹر یوسف الدین سے ظاہر کیا۔ منجھلے بھائی پر آئین ہے کہ انہوں نے بھی عملی طور پر بھائی کا ساتھ دیا۔ بالآخر مسٹرف میں اخبار رہبر دکن کی بنیاد پڑی اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر کی توجہ سے سرسید علی ہام اخبار جاری کرنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے مسلسل اپنے وطن اور آبائی وطن کی قلمی خدمت میں مصیبت مولوی عبداللہ خاں صاحب مشغول ہیں۔

مولوی احمد محی الدین صاحب کی شادی میر امیر الدین علی خان صاحب جگہ دار کی دختر سے ہوئی۔ تین فرزندوں کے نام میر حامد معین الدین، میر محمد و حید الدین اور میر ناصر الدین ہیں۔

(۲)

مد احمد مرزا اصبا (ڈاکٹر.....) خلف حکیم محمد مرزا صاحب مرحوم۔ آپ کی ولادت بتاریخ ۱۲ اسفندیار ۱۲۸۵ م شہید بلدہ حیدر آباد میں واقع ہوئی، جہاں ایک دست ہوئی کہ آپ کے آباء نے سکونت اختیار کر لی تھی۔ سرسار جنگ عظیم کے زیر نظر نواب صاحب مرحوم کی ڈیوڑھی میں آپ کی تعلیم و تربیت کا آغاز ہوا۔ مگر زبان فارسی کی تعلیم مکتب طریپو پائی، مگر انگریزی کے لئے سینٹ جارج گرامر سکول میں تعلیمی منازل طے کر کے علم طب کی جانب میلان خاطر ظاہر فرمایا۔ اسوقت نواب

ڈاکٹر احمد مرزا

عماد السلطنۃ مرحوم کا عہد وزارت شروع ہو گیا تھا؛ جو تعلیم جدیدہ کے فوائد سے علمی طور پر آگاہ تھے۔ انہوں نے ملک کے ایک ذک الطبع نوجوان کے لئے سرکاری وظیفہ کا انتظام فرمادیا، اور آپ ولایت روانہ ہو گئے۔ ارض مزب پر اڈنبرا، ڈبلن، اور پیرس میں تعلیم کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس دوران میں ایم ڈی، ایم بی، اور بی ایس سی کی ڈگریاں حاصل فرمائیں، اور یورپ کے عالی دماغ اساتذہ سے بیعت نامے لئے۔ یہ اخصیصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے کہ یکجا طور پر ایم ڈی اور بی ایس سی کی ڈگریاں پانے والے ہندوستانی شاذ ہیں، اور مسلمانوں میں تو اس کی کوئی نظیر نہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں ڈاکٹر احمد مرزا نے یورپ کے مختلف ملکوں کی سیاحت فرمائی، اور انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کی سیر تو پایا پیادہ کر کے خود ان ممالک کے نوجوانوں کے لئے مثال قائم کر دی جس زمانہ میں آپ اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے، آپ کو شاہ ناصر الدین قاجار کی پیشکامہ میں باریاب ہونے کا شرف و افتخار حاصل ہوا تھا۔

بعد فراغ تعلیم سرکار عالی کی ملازمت میں ۳۲ شہر پورستہ ۳۳ء کو داخل ہو کر مقرر حفظان صحت بلدہ کی خدمت پر مامور ہوئے۔ تقریباً سترہ سال کے بعد آذر ۳۲ء میں سول سرجن کی حیثیت سے آپ کا تبادلہ دواخانہ کاروان کو ہوا۔ اگلے سال ونگل و میڈک کے مہتمم دواخانہ جات قرار پائے۔ نائب ناظم طبابت کی عارضی خدمت اس کے بعد ملی۔ ڈپٹی سٹیجری کشتری پر نیابت مذکورہ سے واپس ہوئے، اور سول سرجن جبرہ خاص بہمن ۳۲ء میں بنا ئے گئے؛ جہاں سے بطور خاص مددگار مستند فوج شلخ طبابت کی خدمت پر تبادلہ عمل میں آیا۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰

غالباً آپ کے آغاز الذکر شوق کا پرتو ہے۔ گھر میں حسب قدر اشیاء ماکولات استعمال کی جاتی ہیں، تقریباً سب آپ کے فرزند اور آپ کی ذاتی محنت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اپنے خاندان میں علوم جدیدہ کی اشاعت کے بڑے شائق ہیں، مگر آپ کے نزدیک کسی ایسے علم کی قدر نہیں جس کی بازار میں کوئی قیمت نہ ہو۔ اسی عنوان سے آپ نے اپنے فرزند مسٹر راحت علی مرزا، اور دو بھائیوں مسٹر غور شید مرزا و کپٹن شمشیر مرزا کو تعلیم دلائی ہے، جو اب سرکار عالی کے کار آمد صیغوں کے مفید افسر ہیں۔

(۳)

ارسطو یا رجنگ بہادر (نواب ڈاکٹر عبدالحسین) خلف محمد اسماعیل صاحب بن عبد القادر صاحب، ڈاکٹر عبدالحسین صاحب کے جد اعلیٰ اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں ریاست اُدیپور (راجپوتانہ) سے دار حیدر آباد ہوئے، اور تجارت کو ذریعہ معاش قرار دیا۔ خود آپ کے والد ماجد کا شمار یہاں کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ کل محمد اسماعیل صاحب کو تجارت کے سوا فلاح و باغبانی کا بڑا شوق تھا، اور اپنے اس شوق کو پورا کرنے کی خاطر وہ قصور بہت وقت روزانہ ان کاموں کیلئے نکال لیا کرتے تھے۔ حشمت گنج واقع ریڈنسی میں پھل پھول سے ہر اچھا باغ اب بھی مرحوم کے اس شوق کی یادگار خاندان میں موجود ہے۔

نواب راجپوتانہ
بہادر

ڈاکٹر صاحب کی ولادت محلہ سنی علم میں بتاریخ ۲۶ مئی ۱۲۷۹ھ واقع ہوئی۔ ان کی تعلیم ریڈنسی اسکول حیدر آباد میں وراثت، اور دوران تعلیم میں نمایاں کامیابی تھی۔ اور انعامات و تمغہ جات حاصل فرماتے رہے۔ شوقین اور محنت کش طالب علم کی حوصلہ افزائی اس زمانہ کے اساتذہ و فیض سے بھی کیا کرتے تھے۔ انگریزی تعلیم پر آپ نے مشرقی مدرسہ قربان نہیں کیا، اور عربی و فارسی نصاب کی تکمیل بھی فرمائی۔ مدرسہ سنی تعلیم کے بعد علم کی جانب متوجہ ہوئے اور مدت معز و سیکول اسکول حیدر آباد سے ۱۶ مارچ ۱۲۹۱ھ کو

حکم کے امتحان میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۵ء کو سنگاپور کی اسٹینٹ سرجنری پر تقرر ہوا، جہاں سمیر دھمکنڈہ تبدیل ہوئے۔ تقریباً چھ سال تک اضلاع پر رہنے کے بعد یکم دسمبر ۱۹۹۷ء کو ترقی کے ساتھ باؤس سرجن کی خدمت میں شفا خانہ افضل گنج کو طلب کئے گئے۔ سپرنٹنڈنٹ شفا خانہ مذکورہ کی خدمت آپ کو اس کے بعد عطا ہوئی۔

اپنے دوران ملازمت میں ڈاکٹر عبدالحسین صاحب نے اس توجہ سے کام کیا کہ سپنٹ لاپت ڈاکٹروں کا مرکز بن گیا، اور آلات جراحی اور ضروری سامان سے اس قدر مکمل ہو گیا کہ ہندوستان کے اسی درجہ کے ہسپتالوں سے گوئے سبقت لے گیا ہے۔ اس جفاکشی اور مہارت فن کے اعتراف میں سرکار عالی سے ڈاکٹر صاحب کو نظامت طبابت و حفظان صحت کا عہدہ جلیلہ عطا ہوا۔ اپنے فرائض منصبی کو آپ نے ہر جگہ اسی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا تھا کہ جب وظیفہ حاصل کرنے کا وقت قریب آیا تو پینکھہ سرکار سے دو سال کی توسیع عطا ہوئی۔

فن جراحی کے باب میں ڈاکٹر عبدالحسین کا نام مالک و ممالک دونوں بڑی عزت سے لیتے ہیں آپ کی سبکدستی کی شہرت ایک مدت گزری کہ حد و دھعقہ باہر پہنچ چکی ہے، اور اب آپ کا شمار ہندوستان کے ان مخصوص مبصرین فن میں ہوتا ہے، جن پر تمام مملکت ہند کو نا ز ہے۔ حیدرآباد کے مشہور سرجن ڈاکٹر لاری جو بجائے خود بڑے درجہ پر ممتاز تھے، اور اپنے کمال فن کے مقابلہ میں کسی کو دھیان میں نہ لاتے تھے، ڈاکٹر عبدالحسین کی سبکدستی اور اکیلیت کا اقرار کرتے تھے۔ ڈاکٹر لاری کا بیان تھا کہ تعجب ہے کہ حیدرآباد کے لوگ آنکھ کے علاج کیلئے حیدرآباد چھوڑ کر اودھر آدھر جاتے ہیں اگر مجھ کو آنکھ کا علاج کرانے کی ضرورت ولایت میں پڑے تو میں وہاں سے ڈاکٹر عبدالحسین سے علاج کرانے کے لئے حیدرآباد آؤں، ڈاکٹر صاحب جتنے قسم کے علاج کر سکتے ہیں ان کی تفصیل ہمارے

بس کی بات نہیں۔ البتہ سرجری میں آپ کے اصول خاص اور خود آپ کے ایجاد کردہ ہیں۔ آپ کے انہیں اصول کی بدولت افضل گنج ہسپتال کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی ہے کہ آپ کے زیر علاج رہنے کی خاطر نہ صرف مختلف حصص ہند کے مریض داخل شفاخانہ ہوئے، بلکہ افریقہ، شام، فارس، اور جزیرہ نمائے ملایا تک کے مریض آپ کے یہاں مہمان رہ کر، یا ہسپتال میں داخل ہو کر، آپ کے ہاتھ سے شفا یاب ہوئے۔ من حیث طبیب بھی ڈاکٹر صاحب کسی سے دوسرے نمبر پر نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ازالہ برص میں تو آپ نے پوری کامیابی حاصل کر لی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی خدمتِ خلق کے صلہ میں حضرت غفر اللہ کان نے ستمبر ۱۹۳۳ء میں آپ کو ارسطویار جنگ کے موزوں خطاب سے سرفرازی بخشی تھی، اور اس کے بعد ہی یہ عزت عطا فرمائی تھی کہ محلات شاہی کے اعزازی سرجن کی خدمت انجام دیا کریں۔ اس خدمت کو نواب ارسطویار جنگ بہادر اب بھی انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر ارسطویار جنگ بہادر جس زمانہ میں اپنے راقض خدمت افضل گنج ہسپتال میں ادا کر رہے تھے، ڈیپل اسکول (موجودہ عثمانیہ ڈیپل کالج) کی پروفیسری کا کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس تعلیمی فنِ جراحی (سرجری) سے تھا معلم جراحی کی حیثیت سے جو کامیابی آپ کو حاصل ہوئی ہے، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قلم و آصفیہ کے ڈاکٹروں کا منہ آپ کو حضرت پکارتے ہوئے خشک ہوتا ہے۔ مالک متمدنہ کی اعلیٰ ڈگریاں رکھنے والے اکثر ڈاکٹروں نے اس زمانہ میں آپ کے کمالِ فن سے تجربہ حاصل کیا ہے، اور سرشتہ طبابت کے بیرونی ڈگری رکھنے والے نذیر ڈاکٹروں کے لئے افضل گنج ہسپتال میں چھ بیٹھنے رہ کر آپ کے زیر ہدایت علی جراحی کی مشق کرنا ضروری قرار پایا گیا تھا۔

اپنی ملازمت کے زمانہ میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و عتبات عالیات کا شرف حاصل فرمایا تھا، اور اسی زمانہ میں مختلف حصص ہند کے سوا عرب

شام، ایران، مصر، ترکی، فرانس، انگلستان، اور اسکاچستان (اسکا لینڈ) کی سیر کا سہو قہ بھی آپ کو ملا تھا۔

ڈاکٹر عبدالحسین صاحب کی خانگی زندگی سادہ، شریفانہ، اور محبت سے ملبوس ہے۔ آپ کا گھر غریب طالب علموں کا اقامت خانہ اور حاجتمند بصریوں کا مسکن ہے۔ آپ کے زیر تربیت نوجوان اپنی بعد کی زندگی میں نہ صرف مفید چمک بارو کھپاؤں کا ثبات ہیں، بلکہ بعض نے نوسول سرجن کی خدمت تک ترقی پائی ہے۔ آپ کے مکان میں لڑکوں کے لئے مدرسہ واؤ دیہ اور لڑکیوں کے لئے مدرسہ قیومہ قائم ہے۔ اسی طرح کتب خانہ، ٹیوٹور اور ریڈنگ روم موجود ہے۔ ذلیفہ تعلیمی کے نام سے آپ کے زیر پرورش ایک فنڈ کام کر رہا ہے۔ آپ کی روشن خیال مرحومہ بی بی کے جوش رینی کی بدولت سرے محلہ حسینی علم میں ایک مسجد تعمیر ہوئی، اور مذکورہ بالا زمانہ مدرسہ کی ابتدا انگلیسی۔ ڈاکٹر صاحب کے فرزندوں میں سے ڈاکٹر خورشید حسین فرزند اکبر ہیں۔ انکا ذکر آئندہ کیا جاتا ہے۔ آپ کے فرزند ثانی مولوی فدا حسین ناظم حصہ ضلع ہیں، آپ کے فرزند ثالث مولوی مظہر حسین کا ذکر ان اوراق میں موجود ہے۔ فرزند رابع مولوی مہر حسین نے اپنے جد کے پیشہ کو اختیار کیا ہے۔ باقی اولاد میں سے تھل حسین اور نیروز حسین سے اپنے بھانجے عبد علی کے امریکہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ارسلو یار جنگ بہادر کے ساتویں فرزند کا نام اعجاز حسین ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے خویش مولوی شیخ فضل علی عربی کے بڑے نفل ہیں۔ ان کے فرزند مولوی زاہد علی بی لے اور مولوی فاضل ہیں، اور اب بھالت پرنسپسری نظام کالج سرکاری ذلیفہ پر یورپ میں زیر تعلیم ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دوسرے داماد شیخ داؤد علی سول سرجن اورنگ آباد نے مع اپنی اہلیہ کے فرائض کی انجام دہی کے موقع پر طاعون کے موزی مرض سے انتقال کیا تھا۔ تیسرے داماد مولوی محمد بھائی ناظم عدالت ضلع ہیں۔

(۴)

اعجاز حسین صاحب الحسینی (مولوی سید.....) خلیف حکیم میر نواب صاحب لکھنؤ
 ابن میر محمد صاحب ابن میر احمد صاحب۔ میر صاحب کے جد اعلیٰ عہد شاہان منلیہ میں دستا
 سے وارد ہند ہوئے۔ راقم کی نظر سے قرآن پاک کا ایک قلمی نسخہ ایسا گزرا ہے جس کو
 میر موسیٰ ابن میر محمد صادق ابن میر یحییٰ ابن محمد رفیع ابن میر عبد الباقی اردستانی نے
 ۱۸۴۲ء صفر المظفر کو زیور کتبات سے آراستہ کیا تھا۔ انہیں میر عبد الباقی کے اخلا
 میں سے اکثر افزا دینے تاریخ ہند میں بڑا نام پیدا کیا۔ عہد عالمگیری میں میر احمد مرحوم کے
 جد میر اسلام خاں صوبہ دار اورنگ آباد گزرے ہیں؛ جہاں ان کا مزار تھوڑا باقی ہے
 اور ان کے اخلاف ذات جاگیر کا معاوضہ سرکار آصفیہ سے حاصل کر رہے ہیں۔ اس
 خاندان کے افراد پانی پت کی آخری جنگ میں اودھ کی فوج کے ہمراہ شریک پیکار تھے۔
 نجات الدولہ کے زیر علم آپ کے نانا میر بخان اس جنگ میں بڑی پامردی سے لڑا
 تھے۔ میر احمد مرحوم شاہ اودھ کی جانب سے اضلاع پرتاگڑہ وراے بریل وغیرہ
 کے صوبہ دار تھے۔ میر محمد نے اورنگ آباد وکن میں تصارکی۔ ان کے حقیقی بھائی
 میر عباس مرزا کی تاریخ حسن متین عربی کی ان مستند کتابوں میں ہے، جو کائنات
 شہر لکھنؤ اور شاہان اودھ سے ہے۔ اس کتاب کا ایک ناتمام قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ
 میں بھی موجود ہے۔ سید اعجاز حسین صاحب کے چھوٹے نانا امیر محمد رفیع رضوی ملکہ
 زمانہ کے ساتھ دلیات تشریف لے گئے، اور جبل الطارق میں وفات پا کر وہیں
 سپرد خاک ہوئے۔

حکیم میر نواب صاحب، نواب خاص محل صاحبہ کے معالج خاص تھے۔ اسی
 تعلق سے انشراح سلطنت کے بعد حضرت شاہ عالم کے ہمراہ پٹنا، مرج تشریف لے گئے۔
 نواب سالار جنگ اعظم سیاحت کلکتہ سے واپس ہوئے تو نواب مکرم الدولہ مرحوم کے علاج کی

سید اعجاز حسین
 صاحب الحسینی

غرض سے حکیم صاحب کو حیدر آباد آئے حکیم صاحب کے بھائی میر باقر حسین ضیا و رحیم سابق ناظم صدر عدالت اورنگ آباد، یکے ارادہ بنگلان پاسگاہ آسمانجا ہی، بلکہ کے ایک بلند پایہ شاعر تھے۔ ثنوی ضیا و رحیم کی قلمی یادگار ہے۔

سید اعجاز حسین کی ولادت بتایج سر شہباز ^{۱۲۸۵} لکھنؤ محلہ ٹوپ ورداڑہ میں واقع ہوئی۔ وہیں فارسی کے بعد عربی میں ادب کی تحصیل مولانا سید ناصر حسین صاحب کی تفسیر مولوی محمد عہدی صاحب سے پڑھی۔ فقہ و اصول فقہ کے لئے مولوی میر آغا صاحب کے آگے زانو سے ادب لے کیا۔ معقولات کو مولوی محمد نعیم صاحب سے، اور معانی و بیان کو مولوی آقا حسن صاحب سے حاصل کیا۔ ادب کے ماسوا علم ہجرت کی تحصیل بھی نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی سے فرمائی۔ گارڈن پچ اسکول کلکتہ میں انگریزی کا درس حاصل کیا۔ صحت بخش فنون سے شہسوار می آفنگ اندازی، شمشیر زنی، اور بانکس ہنٹ کو، جو خاندانی فنون تھے، ایام طالب علمی ہی میں سیکھا۔ شکار کا شوق اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

۱۳۰۵ء میں امتحان وکالت درجہ اول بدرجہ اعلیٰ پاس کر کے سنگاپور میں وکالت آغاز کیا۔ چند ماہ کے بعد گلبرگ شریف تشریف لے گئے، جہاں تقریباً بیس سال تک اپنے پیشہ کو کامیابی کے ساتھ چلائے رہے۔ ۱۳۲۵ء میں حیدر آباد آکر عدالت الالیہ میں وکالت شروع کی، اور اب بلکہ کے سربراہ اور وکلاء کی صف میں ہیں۔ مولوی صاحب کی رائے کی حکام قدر کرتے ہیں، اور ہمیشہ حضرات میں آپ کا قانونی وقار قائم ہے۔ کتب قانونی کے ایک مہموں کتب خانہ کے سوا، آپ نے اپنے سندیہ فنون کا مجموعہ بھی اپنے یہاں رکھ چھوڑا ہے۔ یہ کچھ کثرت مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ جب کبھی قانونی مشاغل سے وقت مل جاتا ہے، مطلبہ کا کے ذریعہ اپنے مملوالات کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں مولوی اعجاز حسین صاحب نے ہندوستان کے سیاسیات کے نام سے

نواب مرزا یار جنگ بہادر کی کتاب ہندو عہد اور نگ زیب میں پر ایک طو لاتی تبصرہ قلمبند فرمایا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ کتاب مسائل سیاسہ کی خاص کتابوں کے ساتھ رکھنے کی چیز ہے۔ اس کے اسلوب بیان اور طرز استدلال کی داد مختلف حصص ہند سے مصنف کو ملی ہے، اور خود مرزا صاحب نے آپ کی رائے کو قدر کے ساتھ دیکھا ہے۔ مولوی اعجاز حسین صاحب نے جناب امیر کے ارشادات کو لینے فرزند محمد سعید رحمہ اللہ کے نام فارسی کا لباس پہنایا ہے۔ آپ کا خطبہ کھد ارت جلسہ تشکر (۱۳۳۴ھ) بھی معلومات سے پر ہے۔

مولوی صاحب کی شادی حکیم مرزا حامد علی خلت حکیم مرزا محمد تقی کی دختر سے ہوئی، اور مسبق الذکر فرزند کے سوا چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

(۵)

”امیر سلطان (کپٹن)..... خلت اکبر مولوی آغا محمد علیجا نصاب معتمد
ملگڑاری۔ حیدرآباد میں تباہی یگم شہر یور ۱۹۹۰ء پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم
پائی، اور اپنے علمی انہماک اور کفریگی مشاغل کے باعث اساتذہ کو ہمیشہ خوش کھا۔
کریکٹ، فٹ بال، ہاکی، ٹینس وغیرہ میں خاص ملکہ تھا۔ فٹ بال کے کپٹن بھی
تھے۔ انہیں خصوصیات کے باعث بعد ولیمہ دی حضور پر نور، متذکرہ بالا مشاغل
کے وقت باریابی کی عزت عطا ہوئی تھی۔ حضرت غفرانہ انکان کے دوسرے فرزندوں
کی خاطر جب بچوں کی پلیٹن بنائی گئی تھی، عرصہ تک سرکاری لفٹنٹ کی حیثیت سے
پیشی میں رہ کر مذکورہ ملگڑاری کا شرف، اور افتخارات پانے کا افتخار حاصل کرتے رہتے تھے۔
ابھی تعلیم جاری تھی کہ علاقہ افواج سرکاری میں ۱۳۳۱ھ میں، ملازمت
کا تعلق ہو گیا۔ سات سال تک خدمت لفٹنٹ پر مامور رہے۔ نواب غلام جنگ مرحوم
کو قوال ملکہ ہوئے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ لفٹنٹ امیر سلطان کو بھی اپنا

کپٹن امیر سلطان

اٹا وہ تشریف لے گئے؛ جہاں مولوی واجد علی صاحب دھند پھوپھو ندوی اور دوسرے اساتذہ
نئے تعلیم پائی۔ مولانا اشہری مرحوم کے پھوپھی زاد بھائی اور مولوی میر مظہر حسین صاحب کیل
مرحوم کے چھوٹے بھائی مولوی میر صفدر حسین صاحب وکیل مرحوم آپ کے ہم سن تھے،
اور ان دونوں طالب علموں میں خوب پیوند مقابله رہا کرتا تھا۔

تعلیم سے فراغت پا کر ملازمت کی جانب متوجہ ہوئے، اور محکمہ بندوبست ضلع
اٹا وہ سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا۔ دس مہینے کے بعد ریونیو بورڈ الہ آباد کے شعبہ بندوبست
میں ملازمت اختیار فرمائی، اور تین سال تک وہاں کام کرتے رہے۔ آپ کی الہ آبادی
زندگی کے دوران میں، نواب محسن الملک مرحوم حیدر آباد آپکے تھے، اور عزیزان وطن
کی آمد بھی ان اطراف میں ہونے لگی تھی۔ اعزہ کے اصرار سے مولوی صاحب بھی دکن
آئے، اور ۱۸۷۸ء کو محکمہ بندوبست ضلع لورنگ آباد میں ملازم ہو گئے۔
تھوڑے ہی عرصہ میں امتحان بندوبست کیلئے انتخاب ہوا، اور آپ سررشتہ مذکور کے صیغہ
تعلیم میں منتقل ہو گئے۔ وقت مقررہ پر امتحان دے کر نمایاں کامیابی حاصل فرمائی نتیجہ
شایع ہونے کے بعد آپ کا تقرر زائد نائب مددکاری بندوبست ضلع عثمان آباد علی
میں ہوا۔ مستقل خدمت حاصل کر لینے کے بعد درجہ بدرجہ ترقی پایا ہو کر مددگار مہتمم بندوبست
کی خدمت سے پینتیس سال سات مہینے گزرنے پر شہر یوہاٹ ۱۸۹۳ء میں ذیلیہ محسن ہمت
حاصل فرمایا۔ اس طولانی مدت میں قلمرو آصفیہ کا کوئی ضلع ایسا نہ تھا جہاں کی سرزمین
آپ نے اپنی یادگار نہ چھوڑی ہو۔ اسی عرصہ میں علاقہ پانچگاہ نواب سرو قادر الامرا اور
اسٹ نواب سالار جنگ بہادر میں بھی کار بندوبست انجام دیا۔ جن عالی دماغ لوگوں کے
دوران ملازمت میں واسطہ رہا ان میں سے مسٹر ڈنلاپ، مولوی صاحب کے سب سے
بڑے قدر دان تھے، جن کو آپ کی محنت، صداقت اور مجرہ پر پورا اعتماد تھا۔

راجہ فتح نواز دست بہادر کا نام اس باب میں ایسا نہیں ہے جو فراموش کیا جاسکے
راجہ صاحب موصوف سرکاری وغیرہ سرکاری طور پر ہمیشہ مولوی صاحب کے بڑے قدر شناس

اور مداح رہے۔ چنانچہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ آپ علاقہ سرکار عالی سے سبکدوش ہو چکے ہیں تو یہ بکاؤ ضرورت علاقہ صرف خاص مبارک میں آپ کے تجربہ سے فائدہ حاصل کرنا چاہا، اور اپنے تحت کار بند و بست پر مامور فرما دیا؛ جہاں اب نیابت مہتمی بند و بست کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مولوی سلامت علی صاحب کی شادی اوائل رشد ہی میں بمقام اٹا دہ لیراؤ مرحوم کی دختر، اور سید خمیر حسن صاحب مرحوم سابق ذیلیف یاب مددگار مہتمم بند و بست حیدرآباد کی ہمیشہ سے ہوئی تھی۔ آپ کی پانچ اولاد میں سے دو صاحبزادے سید قلی اور سید فائق حسین صاحب ہیں۔

(۹)

شایق حسین خاں بہادر (میجر میر.....) خلف میر زین العابدین خان صاحب جاگیر دار اسلام پور۔ میر صاحب شہا سادات موسوی سے ہیں۔ میر نعمت اللہ جزائری کے فرزند میر نور الدین کے اختلاف میں سید ابو القاسم میر عالم سید زین العابدین میر میراں ماور سید عبد اللطیف خاں اُن شاہید کن میں گزرے ہیں، جن کو حیدرآباد اور میوڑ کی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔ شریعت آب مفتی میر عباس صاحب اعلیٰ اللہ تعالیٰ اس خاندان کے بنی عم تھے۔ خود سید صاحب کے والد ماجد ضیف تخلص کے ساتھ اپنے زمانہ میں روشناس ادب تھے۔

میر شایق حسین کی ولادت ۱۲۹۲ء میں بمقام بیدرو اربعہ ہوئی؛ جہاں اُس زمانہ میں آپ کے والد ماجد تعلقہ دار تھے۔ اُن مرحوم نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام فرمایا تھا، اور بس مقصد کی تکمیل کی خاطر شمال ہند سے مفتی میر نواب صاحب کھنوی کو طلب فرما کر اپنے بچوں کو اُن کے آغوش شفقت میں دیدیا تھا۔ چنانچہ آپ نے عربی و فارسی کا درس مفتی صاحب سے حاصل کیا۔ انگریزی اپنے شوق سے پڑھی، مدارس میں کم

میر شایق حسین خاں
بہادر

گھر پر زیادہ۔ اس سلسلہ میں مدرسہ دارالعلوم، مدرسہ اعزہ، اور مٹی ہائی اسکول میں تعلیم پانچ سو قصبہ آپ کو ہاتھ آگیا تھا۔

تعلیم سے فراغت پانے کے بعد فوجی ملازمت اختیار کی۔ رسالہ عبداللہ میں جو آجکل فرسٹ امپریل لائسنس کے نام سے موسوم ہے کرنل میول کے زمانہ میں کیڈٹ کی خدمت پر بھرتی ہوئے۔ مگر کمیشن تو بچانہ میں ملا، جہاں ایک مدت تک سب لفٹنٹ اور لفٹنٹ ہے۔ لفٹنٹ ایڈجمنٹ کے رتبہ پر دوم پیادہ میں ترقی پائی۔ میجر ممتاز یار الدولہ بہادر خدمت کمانڈنگ افسری پلٹن صرف خاص مبارک سے کنارہ کش ہوئے تو اس خدمت کے بجالانے کیلئے راجہ فتح نواز دہانت بہادر نے میر شایق حسین کا انتخاب فرمایا، اور پکتانی کے رتبہ پر امتحان ایک سال کے لئے تقرر عمل میں آیا۔ مدت معینہ گزرنے پر میجر کی رتبہ کے ساتھ حضور پرنسپل نے مستقل فرمادیا۔ آپ کے دوران ملازمت میں جب علیحدہ ملک مظہم جارج پنجم نے من حیث ولید، بلدہ حیدر آباد میں نزول اجلال فرمایا تھا، نیز اس وقت کہ شہزادہ ولیعہد جرمنی تشریف فرمائے بلدہ ہوئے تھے، امیر صاحب کو ٹرانسپورٹ افیسر کی خدمت سپرد کی گئی تھی۔

میر شایق حسین حیدر آباد کے ان محضوین میں سے ہیں، جنہوں نے باوجود کثرت مشاغل ذوق ادب کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ فن سخن میں آپ کو حضرت امیر مینانی، جناب حبیب کنتوری، اور نواب حیدر یار جنگ بہادر سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ سخن خوب اور نظم سفیر آپ کے دو مطبوعہ دیوانوں کے نام ہیں، اور سفیر قائم آپ کے مرثیوں کا مجموعہ ٹھوڑے عرصہ سے میڈوز ٹیلر کی داستان امیر علی ٹھگ کا ترجمہ انگریزی سے جدید فارسی میں کر رہے ہیں۔

سیکے بعد دیگرے میجر صاحب کی چار شادیاں ہوئیں۔ پہلی دو بیگمات کے نوہناؤں کے نام سید زین العابدین و سید مظفر الدین محمد ہیں، اور تیسری ایرانی خاتون کے فرزند سید محمد اور سید وجہ الدین عرف علی میاں ہیں۔ پانچویں مگر سب سے بڑے بیٹے کا نام تفضل حسین ہے۔

ان سب کے سوا دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔

(۱۰)

غلام نجمن صاحب (مشرید.....) خلف نواب سراج باہر جنگ بہادر رکن ہائیکورٹ
دولت اصفیہ ۱۸۸۹ء میں اپنے وطن شہر اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ
ہائی اسکول اٹاوہ میں پائی، اور مابقی علیگڑہ کالج میں ۱۹۱۲ء میں بی اے اور ۱۹۱۵ء
میں ایل ایل بی کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ بی اے کے بعد ڈپٹی کلکٹری کے
لئے کوشش کرنے کا خیال ظاہر کیا تو جماعہ اور اق نے سختی کے ساتھ اس خیال کی مخالفت
کی، اور ضمیمت ہے کہ اس کی باتوں کو گوشِ حقیقت نبوتش سے سنا اور قبول کیا۔
آخر الذکر امتحان میں کامیابی حاصل کر لی تو الہ آباد ہائیکورٹ سے سند بیکروکالت شروع
کی، اور کامیابی کے ساتھ چلائی۔

اسی عرصہ میں اٹاوہ کے مقامی معاملات میں حصہ لینے لگے۔ پہلے وہاں کے میونسپل
کے رکن، ازاں بعد نائب میر مجلس قرار پائے، اور میر مجلسی کا کام انجام دیا۔ انفلوئینزا اور
پلیک کے دور کرنے میں بڑی محنت کی تھی۔ اسی طرح ہندو مسلم یونیورسٹی کے لئے
رقم جمع کرنے میں بڑی مدد دی۔ اپنے قیام اٹاوہ تک ہندو مسلم یکجہت کو قائم رکھا، اور
محض اپنی کوشش سے رام لیلا اور محرم کے مراسم کو ایک ہی زمانہ میں بغیر دخوی انجام
پہنچایا۔ سرکاری حکام نے بھی ان خدمات کا اعتراف فرمایا ہے۔ دورانِ جنگ عظیم میں
جو خدمات مشر غلام نجمن سے ظاہر ہوئے، ان کو فائنٹ گورنر اور چیف جسٹس ہائیکورٹ نے
پسندیدہ نظروں سے دیکھا، اور حکام نے اہم تر موقع پر آپ کے مشورہ سے فائدہ حاصل کیا۔
ابتداءً عمر سے علمی و علمی مسائل ملک سے متعلق مشر نجمن کو تحریر و تقریر کا شوق رہا،
ابھی بیرون بھی پاس نہ کیا تھا کہ اردو میں مضامین لکھ کر اخبارات کو بھیجتے رہے۔ دورانِ
جنگ میں نسران سرکاری کے ساتھ ایک اخبار بھی شائع کیا تھا۔ مضمون نگاری کی عیسا ہی

غلام نجمن صاحب

شریک کار بنایا۔ بذریعہ فرمان خسروی علاقہ فوج سے علاقہ کوتوالی کو منتقلی عمل میں آئی۔ اس زمانہ سے مالک و مملوک کی خدمت اسی سرشت میں انجام دے رہے ہیں۔ اس امر کا اظہار ہمارے لیے ضروری ہے کہ امتحانات قواعد و قوانین فوج کو کوتوالی میں کامیابی حاصل کر لینے کے سوا انتہر و پاٹیری و جوڈیشیل میں بھی کامیاب ہو چکے ہیں۔ تھوڑے عرصہ کا ذکر ہے کہ تحصیل فوج بنانی کی خاطر متجانب سرکار انگلستان جانے کیلئے انتخاب ہوا تھا، مگر بلکہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے، حسب فرمان رو انجی ملٹری کرنی پڑی۔

خاص خاص مواقع پر انتظامات کوتوالی میں حصہ لینے کا ہمارے جواں سال پولس میں کو ہمیشہ موقع ملتا رہتا ہے۔ ہزار کلسٹی لارڈ جیمس فورڈ کے تشریف فرمائے حیدر آباد ہونے کے وقت بعض اہم خدمات انجام دئے تھے، لیکن ہزار اگل ہنس شہزادہ ویس کی سیاحت بلکہ سے متعلق آپ کے خدمات کو بطور خاص اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ اس موقع پر سرکاری حیثیت سے بہ مقام بھی استقبال اور دیگر مراسم میں شرکت کی عزت حاصل کی تھی۔ اسی طرح لارڈ ریڈنگ کے وارڈ بلکہ ہونے پر تمام موقع پر ہمراہ رہنے کا افتخار حاصل فرمایا تھا۔ طلائی تمغہ اور ذاتی الوانس حضور شہزادہ ویس کی تشریف فرمائی کا صلہ تھا، تو طلائی سنکس لارڈ ریڈنگ کی یادگار، جو ہزار کلسٹی نے یہ نفس عطا فرمائے تھے۔ اس عرصہ میں بارگاہ خسروی سے کمپن کا فوجی رتبہ (رینک) بھی آپ کو عطا فرمایا جا چکا ہے۔ ایک موقع کا ذکر ہے کہ کمپن امیر سلطان کے خدمات کیلئے سے انڈیز پر ہو کر ایک خاص عنایت نامہ کے ذریعہ کرنل سپنہ (ریڈنٹ) نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا تھا۔

کمپن امیر سلطان کو کمانڈنگ افسر جمیت کوتوالی بلکہ کی حیثیت سے خاص خاص انتظامات سپرد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اب سے بہت عرصہ قبل اور اب بھی ایسی مواقع ہو جہاں بنی نوع کی امداد ہر شخص پر فرض ہے، اپنے دل سے شریک ہوتے رہے ہیں،

یہ کہ آپ نے سرکاری فریضہ کو اپنا بنالیا ہے۔ طغیانِ رودِ موسیٰ، شیوعِ امراضِ طاعون و ذاتِ الصدر (انفلوئنزا) کے وقت اپنے برادرانِ وطن کی امداد میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ اول الذکر دو مواقع پر جبکہ ہزار ہا مخلوق بے خاتمان اور نذرِ اجل ہو رہی تھی، اس مردِ خدا نے پہرے قائم کر کے لاشوں کے اٹھوانے اور ان کو غسل و کفنِ نینے میں بڑی تنہائی سے کام لیا، اور انفلوئنزا کی عام پریشانی کے وقت حفاظتِ جان و مال اور بہم رسانی کا محتاج سے اپنے اہل خانہ کی مدد کر کے ان کی مصیبت کو کم کیا۔

(۶)

حیدر علی خاں (ڈاکٹر.....) خلف حکیم داود علی خاں صاحبِ المخالب یہ کوکبِ المذہب ۱۹ جون ۱۹۰۸ء کو بلدہ حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے، گھر پر اسلامی تعلیم و تربیت پائی بعد مدرسہ عالیہ اور نظام کالج میں درس حاصل کیا۔ میڈیکل اسکول حیدرآباد گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی، گائزڈ ہسپتال سکس ہسپتال لندن، اور رائل کالج آف سرجنس اوڈنبرگ میں علمِ طب اور فنِ جراحی کی تعلیم حاصل کر کے بمبئی سے ایل ایم اینڈ ایس، اور لندن سے ایل آر سی پی، اور ایم آر سی ایس کی ڈگریاں حاصل فرمائیں۔ یف آر سی ایس کی ڈگری اوڈنبرگ سے حاصل کی۔ دورانِ تعلیم میں بمبئی یونیورسٹی اسکالرشپ حیدرآباد ایشیاٹک و یورپین اسکالرشپ سے آپ آٹھ حوصلہ افزائی کی گئی تعلیم کے زمانہ میں ہر قسم کے میدانی و دریا کی کھیلوں کا شوق رہا۔ ایک زمانہ میں فٹ بال کے مشہور کھلاڑی تھے، اور فرصت کے وقت ہاکی کرکٹ، ٹینس سے تو اب بھی شوق فرمایا کرتے ہیں۔ فن تیراکی اور کشتی رانی سے بھی واقف ہیں۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد تقریباً ایک سال جے جے ہسپتال میں ہاؤس سرجن رہے، اور ساتھ ہی اعزازی اسٹنٹ سرجن اور فیلو گرانٹ میڈیکل کالج کی خدمت و عزت بھی حاصل کی۔ اسی طرح لندن میں

حیدر علی خاں

بچوں کے مخصوص پلگریو ہسپتال میں تقریباً ایک سال ریڈینٹ ڈیکل افسر رہے۔ میٹرڈ پولیٹن ہسپتال لندن کی خدمت میں اس سرجینی اس کے علاوہ ہے۔ ڈل سکیس ہسپتال میں ہمارے نوجوان ڈاکٹر عرصہ تک علم تشریح کا درس دیتے رہے۔

اس قدر تعلیم و تجربہ کے بعد میں حمیت سول سرجن اورنگ آباد میں سرکار آفیشیہ کی سلاک ملازمت میں داخل ہوئے، اور تقریباً تین سال کے بعد بلکہ کوتاہی ہوا۔ یہاں افضل علیج ہسپتال میں مامور ہونے کے سوا، نواب صدر اعظم بہادر کی اسٹاف سرجنری کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ ڈیکل کالج میں پروفیسر بیالوجی کی خدمت حاصل کی۔ پٹنہ یونیورسٹی کو اپنی شاخ طبابت کی صدارت کے لئے کسی حاذق طبیب کی ضرورت پیش آئی، تو ایک جماعت کے مقابلہ کے بعد ڈاکٹر حمید علی خاں کا انتخاب عمل میں آیا۔ حمید آباد میں دکن ڈیکل جنرل کاشت ڈاکٹر صاحب کی سعی سے ہوئی۔ مدت تک آپ نے اس رسالہ کی ایڈیٹری بھی کی ہے۔ آپ کی کتاب الی مینٹ آف ذہن آلو جی میں اس فن سے متعلق معلومات موجود ہے۔ اپنے پیشہ کے فنون میں آپ کو جراحی کا شوق ہے۔ عہد طفلی میں اپنے والد کے ہمراہ زنجبار گئے تھے۔ اس کے بعد تقریباً تمام ہندوستان کے مشہور مقامات کو دیکھا۔ حج اور زیارت مدینہ طیبہ و عتبات عالیات سے بھی مشرف ہو چکے ہیں۔

حاجی حمید علی خاں کی شادی نواب محسن الملک مرحوم کے برادر خرد مولوی سید امیر حسن صاحب تعلقہ دار کی دختر سے ہوئی؛ جو ایک تعلیم یافتہ خاتون ہونے کے سوا فن طب سے بطور خاص وابستگی رکھتی ہیں۔ دو لڑکیوں کے سوا اس جوڑے کو ایک فرزند داد علی عطا ہوا۔

(۷)

نور شمیم حسین (ڈاکٹر.....) خلف اکبر ڈاکٹر ارسطو یار جنگ بہادر۔ فروری ۱۹۹۹ء

آپ کی ولادت بلدہ حیدرآباد میں واقع ہوئی۔ گھر کی مذہبی تعلیم کے بعد مدرسہ عالیہ میں داخل کئے گئے جہاں سالانہ امتحانات میں کامیابی حاصل کرتے رہے، اور مدلل کے امتحان میں تو عربی میں اول آنے کے باعث تمغہ حاصل فرمایا۔ وطن میں اپنی تعلیم ختم کر لی تو اس سہی میں کہ والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت حاصل ہو، آپ نے یورپ کا سفر اختیار فرمایا، اور ڈونبرائیو نیورسٹی سے ایم بی و سی لیج بی کی ڈگریاں حاصل کر کے وطن واپس آئے۔

ڈاکٹر خورشید حسین کو سب سے پہلے ضلع راجپور کی خدمت سول سرجنری سلسلہ ۳۳ میں عطا ہوئی تھی۔ وہاں صدر شفا خانہ کی انتظامی و عملی حالت کو آپ نے اس درجہ پر پہنچا دیا کہ وہ مالک محروسہ کے کسی دوسرے اسپتالوں کے بالمقابل دوسرے نمبر پر نہیں رہا۔ حضور پرنور نے ڈاکٹر صاحب کے آلات جراحی کے عجائب خانہ کو بقیہ نفس ملاحظہ فرمایا، تو ایک خاص فرمان کے ذریعہ آپ کا تبادلہ افضل گنج اسپتال کو فرمایا، جہاں اب سرجن کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اپنے اس فرض کے سوا آپ عثمانیہ میڈیکل کالج کے پروفیسر اور مبصر امراض چشم بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی والدہ کی طرح آپ بھی فن جراحی کے ماہر اور توجہ کے ساتھ کام کرنے والے طبیب ہیں۔

سلسلہ ۳۳ میں ڈاکٹر خورشید حسین کا عقد آن کے پھپھاملا عبد الطیب صاحب کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ پانچ اولاد کے منجملہ تین فرزند نیر حسین، اختر حسین، اور بدیع حسین ہیں۔

(۸)

سلسلہ ۳۳ علیہ صا (مولوی سید.....) خلف مہدی احمد حسین صاحب۔ قصہ سکندر فیض کا پورس، جو شرفاؤ کی ایک قدیم ہستی ہے، آپ کے بزرگ زمینداری پیشہ تھے۔ گدولا نہال میں مقام اورئی ضلع جالون سلسلہ ۳۳ میں واقع ہوئی۔ سکندر وہ میں ابتدائی تعلیم پائیے

مولوی سید علیہ صا

شاعری کا شوق بھی طبعی اور کم عمری کی یادگار ہے۔ ان میں اگرچہ مولانا اشہری موجود تھا
 اثر نمایاں طور پر موجود ہے، لیکن جب نوجوان شاعر نے اپنی پہلی غزل کے چند اشعار بطور
 اصلاح پیش کئے تو غزل کے مقطع کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا کہ ختم تعلیم تک اس شغل سے
 باز رہو۔ وہ شعر یہ تھا :

غلامِ بختِ اتم ان کو چھوڑو، اور کچا ہو کہ اب ڈھلنے لگا اکٹا شبابِ آہستہ
 بعد کی شاعرانہ زندگی میں ہمارے سروخماں اپنے تہ کی مناسبت سے شمشاد
 کے تھامس کے ساتھ نمودار ہوئے۔ ایک شفیق بزرگ کی نصیحت پر غزل تھا تو ملتوی کر دیا
 مگر شہر گوئی کی کہ طبیعت سے نہ گئی۔ شعر کہتے اور اپنے احباب سے واسطی
 لیتے۔ ان اشعار میں واقعات و معاملات زیادہ ہوتے تھے، اسلئے خوب مشہور ہوئے۔
 جس زمانہ میں ہم اولڈ بولے کو لئے علیگڑھ میں پڑے تھے کالج کے طلبہ ہمارے
 پاس آئے، اور ہمارے حقہ کے گرد جمع ہو جاتے۔ بڑے بڑے اس جنس لطیف کا
 دم بھرا کرتے تھے جناب شمشاد سے یہ منظر ایک آنکھ نہ دیکھا گیا۔ سوتھ ملا تو اقبال
 کی زمین میں غزل کہہ کر سرشار اپنے دل کے پھپھو لے پھوٹے۔

گر یہی عالم رہا منظر کے حقہ کا تو پھر قوم اک ہم میں سے پیدا حقیا ہو جاگی
 ملکی و قومی معاملات میں دھپسی بھی طالبِ علمی کی یادگار ہے۔ اُس وقت سے
 راجندر جی کی سر زمین پر بن باس لینے تک ملکی ضرورتوں پر تقریریں کرتے اور
 مضامین لکھتے رہے۔ ہر جلسہ اور ہر کانفرنس میں شرکت کر کے کام کیا۔ ۱۹۱۳ء
 میں صوبجات متحدہ کی اسلامی کانفرنس کا پہلا اجلاس اٹادہ میں زیرِ صدارت
 آنرےبل سرعبد الرؤف منعقد ہوا تو مشرِ بخت نے اس کی استقبالی کمیٹی کے
 معتد کی حیثیت سے فرائض انجام دیے کہ اُسکو کامیاب بنایا۔ کانگریس اور مسلم لیگ
 دونوں کے سرگرم ممبر اور خلافت کمیٹی کے بڑے کارکن رہ چکے ہیں۔ واقعات جدید
 لائے، اور بعد چننے یہیں کے ہو گئے۔ باوجودیکہ یہاں پبلک زندگی کو اپنے پیشانی

مشغولیت کے باعث ترک کر دیا ہے، پھر بھی مجلس وضع آئین و قوانین کے رکن اور نمائندہ
وکلایہ کے مستند رہ چکے ہیں۔

مولوی سلامت علی صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سے سسرال غلام نجفی کی شادی
۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ آپ کے چار بچوں میں سے تین لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ رہیں
صدر، اور حیدر، ان بچوں کے نام ہیں۔

(۱۱)

”کیلاش ناتھ واگھرے“ (کپٹن.....) خلف منشی جگناتھ رائے صاحب۔ اپنے
بنارس میں بتایہ ۳۲ مارچ ۱۸۹۳ء پیدا ہوئے۔ سیتاپور، بنارس، آگرہ اور لکھنؤ میں
تعلیم پائی۔ ۱۹۱۱ء میں ہندو کالج سے میٹرک میں کامیابی حاصل کی اور سنسکرت کے
پرچہ میں اول انعام پایا۔ آگرہ کالج سے ۱۹۱۲ء میں انٹرمیڈیٹ پاس کر کے ڈیپل
کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے اور سالانہ امتحان میں ان چھ طالب علموں کے اندر آتے
رہے، جن کو وظیفہ مسابقت دیا جاتا ہے۔ آخری امتحان ایم بی بی ایس ۱۹۱۶ء
میں، مسٹر واگھرے نے دوسرے نمبر پر کامیابی حاصل کر کے اعزاز و منہ جات حاصل
کئے۔ دوران تعلیم میں آپ کے دو بڑے بھائی رائے جی ناتھ صاحب بی اے،
ایل ٹی، اور رائے بشیش ناتھ صاحب بی اے، ایل ایل بی آپ کی تعلیم کے ساتھ
اپنی برادرانہ وابستگی کا اظہار فرماتے رہے، اور استادوں میں سے منڈت اقبال خاں
گرٹو اور مسٹر ازہیل نے توجہ خاص سے کام لے کر اپنے شاگرد کو شکرگزاری کا موقع دیا۔
بابو جگل کٹور صاحب بنارس میں اپنے وطن کے ایک ہونہار طالب علم کی تعلیم کے ساتھ چھٹی
ظاہر کرتے رہے۔

ڈاکٹر واگھرے جس زمانہ میں اپنے طبی امتحانات سے فارغ ہوئے، ان دنوں
جنگ عظیم کے شعلے بلند تھے۔ آپ نے غازی پور، ہردوار، اور سہارنپور میں سسٹم رجمنٹ

کپٹن واگھرے

حیثیت سے کام کر کے عملی تجربہ حاصل کیا اور جنگ میں شرکت کرنے کا تصفیہ فرمایا۔ اس طرح مختلف مقامات کے مجروح سپاہیوں کے معالجہ کا موقعہ ہاتھ آگیا۔ جنرل نادر خاں کی سرمدی جنگ میں کپٹن کی حیثیت سے شرکت کی، اور جنگ کے خاتمہ پر ملازمت کو خیر باد کہہ کر حیدرآباد چلے آئے۔ یہاں آپ کو چند روز مضطرب کے بعد اپریل ۱۹۲۲ء میں فٹ امیریل لانسرس میں سرکار عالی کی ملازمت مل گئی۔ اُس وقت سے ہماری فوج میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

میں حبیب وطن اور ہمدرد بنی نوع انسان، کپٹن واگھرے نے ہر دواریں شہانہ روز مشغول کار رہ کر مرض مہینہ کے دور کرنے کی سعی فرمائی تھی۔ اسی طرح ۱۳۳۳ھ میں حیدرآباد اور اُس کے اطراف میں طاعون کی شدت ہوئی تو ڈاکٹر یال اور کپٹن واگھرے مختلف طبی رضا کار جماعتوں کے علم بردار بنے، اور لوگوں کے گھر پر جا کر بڑی محنت و توجہ سے علاج کرتے رہے۔ ہمارے دوست مسٹر مائیک راؤ وٹھل راؤ جو بڑے ہمدرد بنی نوع انسان اور تاریخ دکن کے ماہر ہیں، اُس زمانہ میں رضا کار کی حیثیت سے ڈاکٹر واگھرے کے رفیق کار تھے۔ وہ چشم دید گواہ کی حیثیت سے ڈاکٹر واگھرے کی محنت و توجہ کے قائل ہیں۔ خود اپنی ذات سے بھی ہمیں ڈاکٹر صاحب کی محبت کے امتحان کا موقعہ کئی بار ملا ہے۔

کپٹن واگھرے کی پانچ اولادیں تین لڑکے ہیں، اور دو لڑکیاں۔ مہندزنا تھ پھونڈرنا تھ، اور وہبڈنا تھ آپ کے تین فرزندوں کے نام ہیں۔

(۱۲)

”محرم صفر ص ۱۰ (مولوی.....) خلف قاضی محمد اکبر صاحب انصاری ایوبی شہانہ تعلق کے عہد میں آپ کا خاندان دار و ہند ہوا، اور اس کے ارزاو مناسب شایستگی فائز ہوتے رہے۔ منصب فقہا عہد ہمایونی میں عطا ہوا تھا جس کے لوازم کے طور پر کچھ

ضلع بلیا پتہ آیا تھا۔ قاضی محمد اکبر صاحب اس زمانہ میں صوبہ آگرہ کے سربراہ اور وہ دکن میں
شمار کئے جاتے تھے جب ہائیکورٹ شہر اکبر آباد میں تھا۔

مسٹر اصغر کی ولادت آپ کے وطن یوسف پور ضلع غازی پور میں ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔
عربی و فارسی کی کتب تعلیم ملا محمد عمر دلائی اور مولانا محمد فاروق چرباکوٹی سے پائی۔ وکٹوریہ
ہائی اسکول غازی پور سے ایل اور انٹرنس کے امتحان میں بدرجہ اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔
میونسٹریل کالج الہ آباد سے ایف اے، اور محمدن کالج علیگڑہ سے سائنس میں بی اے
کے امتحانات پاس کئے۔ محمدن یونین کے الہ آباد میں مستقر رہائے علیگڑہ میں سڈنس یونین
کلب کے نائب صدر نشین ۱۸۹۸ء میں منتخب ہوئے، اور انجمن اخوان الصفا کے متحدہ ۱۸۹۹ء میں
بنائے گئے۔ علیگڑہ میں اپنی خوش تقریری کے باعث کاکس اسپیکنگ پرائز حاصل کیا۔
الہ آباد میں پروفیسر امجد علی رحیم شاہ محمد حسین مرحوم، اور مولوی کرامت حسین مرحوم جیسے فضلا
کی صحبت نصیب ہوئی، اور علیگڑہ میں سر سید، نواب محسن الملک، مسٹر مارلین، اور مسٹر
آزملہ کی صحبت سے فیضان حاصل کیا۔ نواب صاحب کے ہمراہ سفر میں بھی رہے۔ اور
مسلم یونیورسٹی پر الہ آباد و گورکھپور میں وٹشمن تقریریں کیں سڈنس یونین کلب میں لکچر
اس نوجوان مقرر کی خوش بیانی کی تعریف سڑا مس ییلے نے بھی فرمائی تھی۔ سیاسی
اور فلسفہ سے بچھی علیگڑہ ہی اساتذہ کی صحبت میں پیدا ہوئی تھی، جو ہنوز قائم ہے۔
قانون کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ۱۹۰۱ء میں میونسٹریل کالج کے
لاکلاس میں داخل ہو کر پہلے سال کا امتحان پاس کیا، اور اصول قانون میں مہارت
کرامت حسین صاحب سے درس لیا۔ لیکن مسٹر اصغر کے خالہ زاد بھائی حکیم عبدالرزاق
صاحب طبیب حضرت غفرانہ کان نے نصف مصارف کا فیصل ہو کر ولایت روانہ کرنے کا
اصرار کیا، اسلئے انگلستان پہنچ کر ابتدائی چند روز تو کیمبرج میں گزارے، مگر بالآخر
قانون کے مضمون کو خصوصیت کے ساتھ اختیار کر کے اکسفورڈ یونیورسٹی کے اڈسٹر کالج میں
داخل ہو گئے۔ دوران تعلیم میں اپنے اساتذہ خصوصاً پروفیسر کی قانونی زندگی کا اثر

خصوصیت کے ساتھ آپ پر بڑا، اور اپنی آئندہ زندگی کیلئے اُن کا اتباع ضروری قرار دیا گیا،
 ۱۹۰۲ء میں اسفورد یونیورسٹی میں تقریریں کرنے اور آخر الذکر سال میں وہاں کی مشہور
 انجمن نورتن کے مستند ہونے کا موقعہ حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں قانونی سوسائٹی ہارٹڈول
 کے رکن، وادام الحیات مقرر ہوئے (۱۹۰۲ء) میں ڈل ٹیمبل کے میرسٹر بنے۔ قیام لندن کے
 کے دوران میں سیرت صلاح الدین ایوبی پر ایک بڑے مجمع کے سامنے بسوط خطبہ ارشاد
 کیا، اور سید امیر علی، مسٹر بدر الدین طیب جی، میجر سید حسن، اور مسٹر ڈکسن جیسے مشاہیر
 عصر سے داد سخن حاصل کی۔

۱۹۰۳ء میں چند روزہ آباد میں وکالت کر کے حیدر آباد آئے، اور پھر یہیں کے
 ہو رہے تھوڑے عرصہ کے بعد پروفیسر قانون مقرر ہوئے، اور جب سے اس خدمت پر
 انجام دے رہے ہیں۔ سول سروس قائم ہوا تو بھی مسٹر صغریٰ پر نظر انتخاب پڑی، اور پانچ
 سال تک فرائض خدمت انجام دیتے رہے، اور اس کام کیلئے اب مکرر آپ کا انتخاب ہوا
 ہے۔ آپ کے پیشہ کے متعلق ہنگامہ گلبرگہ (۱۹۰۳ء) کا مقدمہ اس معاملہ سے قابل
 ذکر ہے کہ کئی مہینے تک اپنے صرف سے وہاں رہ کر ایک سوتاسی ناکروہ گناہ مسلمان
 ملزمین کی پیروی کی، اور اُن کو بری کر دیا۔ اس کے صلہ میں ایک گناہ سیدزادہ نے
 آپ کو حسن شاہ بہمنی کی تلوار عنایت کی۔

طینیانی رودوسلی اور انفلونزہ کے زمانہ میں مسٹر صغریٰ کے جوہر انسانیت بچکانہ
 عالمیت عام بھی اثر پذیر ہوئے، اور آپ کی قدر افزائی سند اور طلائی تمغے کے ذریعے متعجباً
 سرکار عالی فرمائی گئی۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں اس تحریک کے زبردست معاون اور
 مقامی خلافت کمیٹی کے مستند تھے۔ ۱۹۱۵ء میں کانفرنس وکلاء اسکے صدر نشین ہوئے
 اور ۱۹۱۵ء کے لئے انجمن وکلاء ہائیکورٹ اور انجمن بیرسٹراں کے نائب صدر قرار
 پائے۔ کبھی آخر الذکر مجلس کے مستند بھی تھے۔ انجمن وکلاء اور مجلس صفائی پلہ کی بنیاد
 مجلس وضع آئین و قوانین میں یکے بعد دیگرے فرما چکے اور اب ۱۹۳۵ء کیلئے رکن

غیر معمولی مقرر کئے گئے ہیں مرکزی مسلم لیگ کی مجلس انتظامی کے ایک مفید رکن ہیں۔ تبلیغ
مسٹر اصغر صوفی بھی ہیں، اور شاعر بھی۔ صوفی تو حضرت حبیب العیدروس صاحب
کے ہاتھ پر ہیبت کر کے حیدر آباد میں ہوئے مگر شاعری کی ابتدا اسی زمانہ میں کر دی
تھی، جب علیگڑھ میں مولانا محمد علی، سید سجاد حیدر، چاضیا اللہ خاں، اور محمد اسماعیل
مجمعی شہری جیسے ذہین و ذکی طلبہ کے ہمدرد تھے۔ ذوق شعری میں باقاعدگی البتہ
انہوں نے پیدا ہوئی جب نواب حیدر یار جنگ طلبا طبائی سے حیدر آباد میں شرف تلمذ
حاصل کیا۔

مسٹر اصغر کی پہلی شادی صغریٰ میں خاندان میں ہوئی تھی۔ دوسری شادی
ڈاکٹر انصاری کے محل کی بھتیجی سے ہوئی۔ پہلی نے ایک لڑکا ایک لڑکی یادگار چھوڑے
میں داغ مفارقت دیا۔ آپ کے فرزند اکبر مسٹر محمد احمد السفورڈ یونیورسٹی سے بی اے میں کامیابی
حاصل کر کے بی سی ایل کے لئے کوشاں ہیں۔ دوسری بی بی کے بطن سے وہ لڑکیاں اور دو لڑکے
محمد اطہر و محمد انور ہیں۔

(۱۳)

”محمد بہادر صاحب“ (مولوی مرزا.....) خلف علی مرزا صاحب بہادر مرحوم خیر آبادی۔ دوت
اصفیئے اس خاندان کا تعلق بہمد وزارت سر سالار جنگ عظم ہوا، اور مرزا صاحب کے دو بڑے
بھائی مرزا نواب بہادر و بہادر مرزا اصحابان وطن سے حیدر آباد آ کر اس سرکار اید قرار کے
متوکل قرار پائے۔

مرزا محمد بہادر کی ولادت خیر آباد ضلع ستیا پور میں واقع ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم کھنؤ
میں اور انگریزی تعلیم ٹیکر تک مدرسہ عالیہ میں پائی۔ لیکن اس امتحان میں کامیابی علیگڑھ تک
الہ آباد اور پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ علیگڑھ ہی میں قانونی جامعیت کے اندر داخل ہو کر
مدت مقررہ کے بعد صداقت نامہ لیا، لیکن حیدر آباد میں وکالت درجہ اول کا امتحان پاس کیا

مرزا محمد بہادر

وکالت الہ آباد کا خیال ترک فرمایا۔ تعلیمی زمانہ نمایاں کامیابیوں سے ملبور رہا ہے۔ دوران تعلیم میں جو انعامات حاصل کئے ان میں وہ انعام بھی قابل ذکر ہے جو بشکل کتب حضرت غفرانہ کے دست مبارک سے پایا تھا۔ فن سپہگرمی میں بانک پٹہ مرزا صاحب کا خاندانی فن ہے، اسکو بھی آپ نے زمانہ تعلیم ہی میں حاصل کیا تھا۔

سن ۱۳۰۵ء میں وکالت شروع کی، اور چار سال تک کامیابی کے ساتھ ضلع پٹنہ کی مختلف عدالتوں میں اس پیشہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اوائل سن ۱۳۱۵ء میں حیدرآباد آئے، اور یہ نیک نامی اس کام کو زیادہ تر ہائیکورٹ میں کرتے رہے جسے جان جسزوی۔ امرتسر ۱۳۱۵ء کو جج و مجسٹریٹ ضلع گلشن آباد میدک کی خدمت پر تقرر ہوا۔ اس وقت سے مختلف مقامات پر فرائض خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ حکام عدالت العالیہ نے نظائرمیں آپ کی حسن کارگزاری کا ذکر فرمایا ہے۔ تقرر خدمت پہنچ سالہ گریڈ بنظروری کاغذ میر مجلس صاحب ہائیکورٹ نے عطا فرمایا تھا۔

اگرچہ اپنی وکالت کے زمانہ میں انجمن وکلاء عدالت العالیہ کے رکن انتظامی چشت سے مرزا محمد بہادر فرائض انجام دیتے رہے تھے، لیکن اپنی سرپرستی میں خود اپنے خاندان کے مردوزن کی جو انجمن ایک عرصہ ہو آپ نے قائم فرمائی تھی، وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے جدید ہے۔ انجمن مذکورہ جس کے قیام کی غرض اتحاد و اتفاق کے سوا خاندان کی فلاح و بہبود ہے، ہنوز کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ شہر کہتے ہیں، اور یا تخلص فرماتے ہیں۔ فن سخن میں نواب حمید ریار جنگ طلبا لہائی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اکثر اخلاقی نظمیں زمانہ، المناظر، ذخیرہ، تلخ، لسان المکاک جیسے موزوں رسائل میں طبع ہو چکی ہیں۔ تحت لفظ خوانی کے فن میں نواب بہرام الدولہ بہادر کے شاگرد ہیں، جن کی سخن ہمیں اور ادب شناسی کا تو راقم الحروف کو بھی اقرار ہے۔ مزارات اہل بیت اطہار کا شوق زیارت مرزا صاحب کو ارض عراق تک لے گیا، جہاں علماء وقت کا فیض صحبت حاصل فرمایا۔ مرزا صاحب کی پہلی شادی جمادی الآخر سن ۱۳۱۵ء میں آقا رضا حسین صاحب خیر آبادی

صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اور دوسری حکیم سید نواب بہادر لکھنوی کی دختر سے پہلی بی بی کی یادگار مسٹر یوسف مرزا بی بی ایس سی اور شیئر مرزا ہیں، اور دوسری بی بی کے پارہ جگر، اسد رضا مرزا اور بہادر علی مرزا ہیں۔ مسٹر یوسف نے مدت تک علیگڑھ میں تعلیم پانے کے بعد کلکتہ یونیورسٹی سے بی ایس سی کی سند لی۔ سر علی امام نے اپنے عہد صدارت میں، یورپ میں مکینکل انجینئرنگ کی تعلیم پانے کیلئے سرکاری قطعہ عطا فرمایا۔ انگلستان کے فولادی کارخانوں میں چار سال سے زیادہ علمی و عملی تجربہ حاصل کرنے میں گزار چکے ہیں۔

(۱۴۰)

حبیب یار جنگ بہادر (میر نواب) حبیب بوکر (خلف حبیب عبداللہ صاحب) آپ کی ولادت ۱۲۸۷ھ بمطابق ۱۸۷۱ء بمقام بہار میں ہوئی۔ محلہ شاہ گنج واقع بلوچہ حیدر آباد میں ہوئی۔ محلہ ہی کے مکاتب میں قدیم فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں خاندان کے اندر دماغی تعلیم کثیاً ساتھ جسمانی تربیت کا رواج موجود تھا، اسلئے آپ نے بھی ان فنون کو حاصل کیا جو کسی شریف خاندان کے نوجوان کیلئے ضروری ہو سکتے تھے۔ سن ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۸۹۱ء میں آج کل کے سرکار عالی کی فوجی ملازمت میں داخل ہو کر کمانڈر پرنس باؤی گارڈ کی خدمت پر مامور ہوئے۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جب حضور پرنور تعلیم و تربیت پر توجہ دے رہے تھے۔ میر حبیب بوکر کو اسی زمانہ سے نہ صرف شرفِ تقرب اور افتخارِ خدمت حاصل ہے بلکہ فوجی فنون میں بندگانِ عالی کی تربیت بھی فرمائی ہے۔

حضور پرنور تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے تو اپنے دیرینہ خدمتگزار کے عز و وقار میں بھی اضافہ فرمایا، اور میر حبیب کو ۱۳۰۷ھ میں صحبتِ نظامِ محبوب کی کمانڈنگ سنری پر ترقی عطا فرمائی۔ اپنے دوسرے عہدہ الفتن کے ساتھ آپ اس خدمت کو ایک مدت تک انجام دیتے رہے۔ اس عہدہ میں جنگی خطاب کے سوا آپ کو مختلف اوقات میں عطیاتِ شہانہ سے سرفرازی حاصل ہوتی رہی ہے۔ باوجود نواب حبیب یار جنگ بہادر پچپن سال کے سن کو پہنچ کر وظیفہ حسنِ خدمت حاصل فرما چکے ہیں لیکن دامنِ شہر یاری ہنوز آپ کے سر پر سایہ گستر ہے۔ راست بازی، دیانت اور شرفِ فرائض کے باعث نواب صاحب کو شہانہ روز حضور پرنور اور حضرت شہزادہ و سید بہادر کی سمیت کی عزت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

دورانِ ملازمت میں دو مرتبہ آپ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہو چکے ہیں۔ میر حبیب یار جنگ بہادر کی تین شادیاں باوقاتِ فخلت ہوئیں اور اس مجموعہ سات فرزند پیدا ہوئے۔ چوتھی شادی ہوئی ہوئی سید فی الدین مغزی (سید تھانی کی دختر) اور سوہی میر حیدر علی شاہ برہانپور کی نوایں ہوئی تھیں اور آخری شادی کپتان احمد بن عبداللہ کی دختر اور عطاء نواز جنگ حسن عبداللہ کی بیٹی سے ہوئی۔ آپ کے فرزندوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) عیسیٰ اللہ (۲) میر حبیب حسن (۳) حبیب محمد علی (۴) حبیب احمد علی (۵) نقشبت حبیب علی (۶) حبیب علی (۷) حبیب محمود۔

میر حبیب یار جنگ
بہادر

